بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

(سورۃ یوسف آیت 112)

ترجمہ: یعنی اُن لوگوں کے واقعات کے ذکر کرنے سے عبرت حاصل کرنا غرض ہے جو صاحبان بصیرت کو حاصل ہوتی ہے۔

تاریخ احمدیہ

سرحد

قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی

نام کتاب: تاریخ احمدیہ سرحد

مؤلف: قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی قاضی خیل ہوتی ضلع مردان
سابق پراونشل امیر صوبہ سرحد

سن اشاعت باراوّل: 1959ء

سن اشاعت باردوئم: مئی 2022ء

اہتمام اشاعت

زبیدہ ناہید بیگم ڈاکٹر بشیر احمد بنت حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدیؓ

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ المَوعُوْدِ

تمہید

ہماری دیرینہ آرزو تھی اور مرکز کے احباب بھی تحریک کرتے تھے کہ خاکسار ایک کتابچہ تحریر کرے۔ جس میں یہ ذکر ہو کہ سرحد کے ہر ضلع میں احمدیت کب اور کن ذرائع سے داخل ہوئی اور وسعت اختیار کی۔ پھر خاکسار نے ایک کتابچہ تیار کیا۔ مگر صرف اپنی یاداشت اور معلومات پر۔ بعدازاں خیال پیدا ہوا کہ خود ہر ضلع کے احباب سے دریافت کیا جائے۔ تاکہ اگر کوئی غلطی ہو تو اس کی اطلاح ہو سکے۔ اس غرض سے اخبار الفضل ربوہ میں اعلان تحریر کر کے بغرض طباعت ارسال کر دیا ہے۔ امید ہے کہ احباب غفلت سے کام نہ لیں گے فوت شدگان کے حالات خود خاکسار نے مختصر سے لکھے ہیں۔ اور جن کی تاریخ بیعت اور وجوحات معلوم ہو سکی ساتھ تحریر کر دی۔

اس تحریر کی غرض آنے والی نسلوں کے واسطے ان کے آباء واجداد کے کارنامے تحریر کر دیئے تاکہ وہ اس سے وہ سبق حاصل کریں۔ اور ان کی خداداد نعمتِ احمدیت کی قدر کریں اور اس کو اگلی نسلوں تک پہنچائیں خدا کرے ان کی اولاد اپنے آباء کی صحیح جانشین ثابت ہو۔

ہم لوگ مادر زاد مسلمان تھے۔ مگر حقیقت اسلام سے قطعاً بے خبر تھے۔ حقیقی اسلام قرآن کریم کلام اللہ میں تھا۔ اور وہ عربی زبان میں ہے۔ اور ہم اور ہمارے علماء اس سے بکلّی بے خبر تھے۔ حضرت احمد نے خدا تعالیٰ کی وحی سے مبعوث ہو کر ایک جماعت قائم کی اور اس کے ہاتھ میں قرآن کریم دیا کہ اصل اسلام یہ ہے۔ اور جو قرآن کے خلااف رسوم و

عقائد ہیں وہ خلافِ اسلام ہیں ان کو ترک کریں اور قرآن کریم کی حبل اللہ کو مضبوط پکڑیں۔

پس احمدیت حقیقی اسلام کی بنیاد اول قرآن کریم کلام اللہ ہے۔ دوم سنّت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو آنحضرت کا عملی نمونہ ہے اور تیسری چیز عقل سلیم ہے۔ جو کتاب اللہ کی خادم ہے۔ مومن دانا اور عاقل ہوتا ہے وہ کوئی ایسی بات خود مانتا ہے نہ دوسروں سے منواتا ہے جو خلاف کلام اللہ یا عقل سلیم ہو۔

پَس احمدی وہ شخص ہے جو حضرت احمد علیہ السلام کی صداقت پر ایمان لائے اور اپنے نفس اور خاندان اور احباب کا ہمدرد بہی خواہ اور اصلاح کرتا رہے اور مخلوقِ خدا کا خیر خواہ ہو۔ اور دعوت الی الخیر کرتا رہے۔ اگر پاکستان میں قرآن کریم کی تعلیم کی تبلیغ کی جائے تو ملک میں دینداری سے ہر قسم کے جرائم اور فسادات کا سد باب ہو جاویگا اور امن اور آشتی قائم ہو جائے گی۔ وہوالمراد۔

باب اوّل

حالات وواقعات ضلع پشاور

فصل اوّل شہر پشاور

سیّدنا حضرت احمد

سیّدنا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام قادیان ضلع گورداسپور میں بہ زمانہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر 14 شوال 1250 ہجری مطابق 13 فروری 1835ء حضرت میرزا غلام مرتضیٰ کے دولت خانہ میں حضرت چراغ بی بی کے بطنِ اطہر سے ظہور فرمایا۔ آپ کے تاریخی نام یہ ہیں۔

غلام احمد موعود	ظہور الحق	عیسیٰ موعود امام الآخیرین	خیر اُمّت
1250ھ	1250ھ	1250ھ	1251ھ

آپ کا بچپن اور آپ کی جوانی چالیس برس تک زندگی پاک اور بے عیب گذری۔ آپ نے مخالفین کو لَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُون کے الفاظ میں چیلنج دیا۔ اور کسی اشدترین مخالف کو بھی آپ کی سابقہ زندگی پر نکتہ چینی کا موقع نہ ملا۔

خدا تعالیٰ نے بموجب سنّت فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً چالیس سال کے قریب 1290 ہجری عمر میں کثرت وحی اور نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کا سن بعثت ظہور احمد موعود ہوا۔ آپ نے تیرھویں صدی کے ختم ہونے اور چودھویں صدی 1290

ہجری کے آغاز پر امام الزمان اور مجدّدِ عصر ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ بات **غلام احمد قادیانی** (1300) میں مضمر پائی گئی۔ آپ نے وفاتِ حضرت عیسیٰ ناصری کا اعلان فرمایا۔ اور اپنے آپ کو حکمِ خدا سے امام مہدی معہود اور عیسیٰ موعود قرار فرمایا۔ اور یہ بات ظہور محمد مہدی (1302) میں پوشیدہ تھی۔

آپ نے 36 سال تک خدا کا پیغام مخلوقِ خدا کو سُنایا۔ اور اپنا فرض تبلیغِ رسالت بخوبی ادا کیا۔ اور قریباً پانچ لاکھ مبایعین اور مصدقین کا گروہ چھوڑ کر بروز سہ شنبہ 24 ربیع الآخر 1326ھ مطابق 26 مئی 1908ء مرفوع الی اللہ ہو کر مقام محمود حاصل کیا۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان مین دفن ہوئے۔ تاریخ وفات

احمد جری اللہ فی حلل الانبیاء مرفوع الی اللہ شد۔ اور مغفور میں پائی گئی۔

1326 13 ھ 26

خلافتِ احمدیہ

حضرت احمد نے اگر اپنی الوصیّت میں صدر انجمن احمدیہ کو اپنا جانشین قرار دیا۔ تو اسی انجمن احمدیہ نے اپنے پہلے اجلاسوں میں بالاتفاق ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان بموجب الوصیّت و تائید اہلیت احمد سیّدنا حضرت نورالدین اعظم فاروقیؓ کو خلیفۃ المسیح اوّل منتخب کیا۔ اور وہ مطاع کل اور خلیفہ تسلیم کئے گئے 13 مارچ 1914ء بروز جمعہ بوقت ظہر وفات پا گئے۔ اور قریباً تین ہزار افراد نے سیّدنا حضرت محمود احمد کو خلیفۃ المسیح ثانی تسلیم کیا۔ حضرت نورالدین صاحب بہشتی مقبرہ میں حضرت احمد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ الھم اغفرہُ وارحمہ

خدا کے فضل و کرم سے اس وقت تک خلیفۃ المسیح ثانی 45 سال کامل خلافت کر چکے ہیں اور پیغام احمدیّت کو زمین کے کناروں تک پہنچا چکے ہیں۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالك ۔ اللّٰھم انفعنا بطول حیات خلیفۃ المسیح الموعود اللھم متعنا بطون بقائیہ

حضرت میرزا محمد اسمٰعیل صاحب قندہاری

قندھار سے وُرُود ہند

حضرت میرزا صاحب قوم کے ترک تھے۔ اور قندہار کے باشندہ تھے۔ آپ کے والد شاہ شجاع درّانی بادشاہ افغانستان کے وزیر تھے۔ شہر قندہار جو چار حصّوں میں منقسم ہے۔ اُس کے ہر حصّے کا جُدا قاضی ہوتا تھا۔ آپ کے والد ایک حصّہ کے قاضی بھی رہ چکے تھے۔ آپ کی ولادت کا زمانہ قریباً 1813ء ہوتا ہے۔ کیونکہ قریباً سو سال کی عمر پا کر آپ فوت ہوئے۔ آپ کی تربیت اور تعلیم ایک علمی خاندان کے اندر ہوئی۔ آپ عربی اور فارسی سے بخوبی واقف تھے۔ پشتو زبان کے ادیب تھے۔ اور اردو بھی ہندوستان آ کر سیکھ لی تھی۔ فارسی خط نہایت خوشخط اور صاف تھا۔ بچپن میں فن سپہ گری اور شاہسواری سے بھی واقف ہو چکے تھے۔ آپ بہ تلاشِ روزگار قندہار سے نکل کر براہ چمن، پشین، کوئٹہ، سبی شکار پور سندھ آئے۔ یہاں کپتان راورٹی کے (جو بمبئی کی تیسری رجمنٹ میں افسر تھے) پشتو اور فارسی کے اُستاد اور منشی مقرر ہوئے۔

حضرت میرزا صاحب بحیثیت معلم فارسی و پشتو

کپتان راورٹی کے ساتھ بمبئی حیدر آباد دکن اور بعض مقاماتِ ہندوستان کا سیر کیا۔ اور

لاہور سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچے۔آپ مذہباً شیعہ تھے۔مگر کتب اہلسنت کا مطالعہ کر کے اور صلحاء اور فقراء وعلما کی صحبت اختیار کر کے بالآخر سُنّی المذہب ہو گئے۔جب آپ نے سفر ہندوستان اختیار کیا۔اس وقت آپ قریباً بتیس 32 سالہ نوجوان تھے۔آپ کے ترکِ وطن کے وقت امیر دوست محمد خان افغانستان کا امیر ہو چکا تھا۔

کپتان راورٹی کے اُستاد کی حیثیت سے آپ نے پشتو گریمر، پشتو لغات اور گلشنِ روہ کی تیاری میں پوری مدد دی۔گلشن روہ جو تاریخ مرصّع پشتو اور پشتو گلستاں، یوسف زلیخا وغیرہ کے انتخابات کا مجموعہ ہے۔یہ کتب حسب اقرار کپتان راورٹی حضرت میرزا صاحب اور مولوی احمد ساکن تنگی ضلع پشاور کی امداد کا نتیجہ ہیں۔

انگریزوں نے پنجاب اور صوبہ سرحد پر 1848ء میں قبضہ کیا۔حضرت میرزا صاحب 1850ء کے قریب حیدرآباد میں تھے اور قریباً 1852ء میں پشاور تشریف لائے۔

پشاور شہر میں سکونت گاہ

پشاور پہنچ کر آپ نے کوچہ گل بادشاہ شہر پشاور میں سکونت پسند کی کیونکہ یہاں قندہار کے احمد شاہ درّانی کی اولاد کا کچھ حصہ آباد تھا۔وہ آپ کے ہم وطن بھی تھے۔اور دوستانہ تعلقات بھی تھے۔افغانستان سے ہجرت کرنے میں بھی شریک تھے۔ان شاہزادوں میں شاہزادہ محمد شعیب، شاہزادہ محمد ابراہیم خان، شاہزداہ محمد اسماعیل خان، شاہزادہ محمد جمشید خان، شاہزادہ شہریار خان، شاہزادہ جہانگیر خان، شاہزادہ گوہر ملک، شاہزادہ محمد مسعود جان شہزادہ سر سلطان جان جو کوہاٹ میں سکونت رکھتے تھے۔کا تعلق آپ سے اور آپ کا اُن سے دوستانہ اور مخلصانہ تھا۔شاہزادوں کو بھی طبابت کا شوق تھا۔اور آپ بھی علم طب میں کافی دخل رکھتے تھے بعض گھرانوں کا آپ سے ستر تک نہ تھا۔

حضرت میرزا صاحب بھی حکیم تھے۔ اور اہل محلّہ کے غرباء کا علاج مفت کیا کرتے تھے۔ آپ کریم النفس رحم دل اور غریب پرور تھے۔ ظریف الطبع، خوش اخلاق، لطیفہ گو، خوش مذاق، خندہ رُو، فیاض فطرت اور دوستوں کے ناصح مشفق و دوست تھے۔

بائبل کا پشتو ترجمہ

حضرت میزرا صاحب نے پادری ہیوز اور پادری لیوٹال پادری جیوک کی درخواست پر توریت اور صحفِ انبیاء اور اناجیل اربعہ کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا۔ اور اس طرح آپ صحفِ انبیاء بنی اسرائیل سے بخوبی واقف ہوئے۔

چیف محرّر کا عہدہ

انگریزوں نے جب صوبہ سرحد میں مدارس اور تعلیم کی بنیاد رکھی۔ تو حضرت میرزا صاحب کو ضلع ہزارہ اور ضلع پشاور میں مدارس قائم کرنے کے واسطے چیف محرّر (انسپکٹر آف سکولرز) مقرر کیا۔ اور اس طرح آپ کی شرفائے سرحد و خواتین سے کافی واقفیت پیدا ہوئی۔ آپ نے چیف محرری کا عہدہ 1852ء لغائیت 1884ء تک نباہایا۔ اور پھر آپ کی پنشن ہوئی۔ آپ نے قریباً 28 سال پنشن لی۔

بہ زمانہ چیف محرری آپ نے حضرت سید امیر رحمۃ اللہ علیہ ساکن کوٹھہ تحصیل صوابی ضلع مردان اور جناب اخوند عبدالغفور صاحب سوات سے بھی دوستانہ اور قریب کا تعلق پیدا کیا۔ آپ کا فرمانا تھا کہ حضرت سید امیر رحمہ اللہ ایک عالم اور خدا رسیدہ شخص تھے اور اخوند صاحب صرف عابد و زاہد تھے۔ مگر علم کے لحاظ سے کورے تھے البتہ ہوشیار شخص تھے۔ آپ اکثر دونوں بزرگوں کے حالات سنایا کرتے تھے۔ اور ان کے ایّام حیات میں ان سے

دوستانہ تعلّقات تھے۔

حضرت سید امیر کا کشف

حضرت میرزا صاحب نے فرمایا کہ ایک دن سید امیر بغرض نماز تجدیدِ وضو فرما رہے تھے۔ آپ پر کشفی کیفیت طاری ہوئی۔ اور افسوس سے کہا کہ ہمارا وقت گذر گیا ہے۔ اس شخص نے جو آپ کو پانی دے رہا تھا۔ کہا کہ آپ کی عمر تو ابھی اس قدر نہیں۔ آپ کے ساتھی عمدہ صحت رکھتے ہیں۔ آپ کا وقت کس طرح گذر گیا ہے؟ حضرت سید امیر رحمہ اللہ نے کہا کہ تم نے میرا مطلب نہیں سمجھا۔ جس شخص نے دنیا کی اصلاح کے واسطے پیدا ہونا تھا۔ وہ پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی امام مہدی آخر الزمان اور اب ہمارا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اُس شخص نے پوچھا کہ امام مہدی کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مَیں اور کچھ نہیں کہتا مگر صرف اس قدر کہ اس کی زبان پنجابی ہے۔ اور میرے بعض لوگ اس کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

جب حضرت احمد علیہ اسلام نے قادیان سے ظہور فرمایا تو حضرت میرزا صاحب نے یہ شہادت حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ کو 1901ء کے قریب لکھوادی تھی۔ جو حضرت احمد مسیح موعود نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ 1902ء میں اور شہادتوں کے ساتھ درج کر دی تھی اور شائع ہو چکی ہے۔

حضرت میرزا صاحب کا کشف

حضرت میرزا صاحب نے خود خاکسار سے فرمایا کہ ایک دن براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد قریباً 1887ء مَیں صبح تہجّد پڑھ کر اپنے مکان واقعہ محلہ گل بادشاہ میں اپنے مخصوص کمرہ میں مراقبہ بیٹھا تھا کہ مَیں نے دیکھا۔ میرے کمرے کی چھت جانب مشرق دیوار سے

اُوپر اُٹھ گئی ہے اور تیز روشنی میرے کمرے میں داخل ہوئی ۔ اس کے بعد جب روشنی قدرے مدھم ہوئی ۔ تو مَیں نے ایک بزرگ کو سرو قدرح اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ مَیں نے اُٹھ کر اُس سے مصافحہ کیا اور بادب دوزانو ہو کر سامنے بیٹھا۔ اور پھر کشفی حالت بدل گئی۔

ایک عرصہ دراز کے بعد جب حضرت احمد علیہ السلام کی تصویر پشاور میں آئی۔ اور مَیں نے دیکھی ۔ تو مَیں نے شناخت کیا کہ وہ یہی حضرت احمد علیہ السلام تھے ۔ جن کو مَیں نے کشف میں دیکھا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک عرصہ دراز تک یہی سمجھا کہ میرا مصافحہ کرنا ان سے بیعت کے مترادف ہے۔ حضرت میرزا صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت احمد نے کچھ عرصہ بعد 1891ء میں توضیح مرام اور فتح اسلام رسالے لکھے۔ اور شائع کئے۔ تو میرے پاس بھی بہ سبب براہین احمدیہ کے خریدار ہونے کے ارسال کئے ۔ جب مَیں نے پڑھے۔ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کا کوئی نبی بول رہا ہے کیونکہ اس سے قبل مَیں کتب انبیاء بنی اسرائیل سے واقف ہو چکا تھا۔ مَیں نے بعد از مطالعہ یہ کتب حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب کو دیئے ۔ اور اُن سے بھی کہا کہ مجھے اس شخص کے کلام سے نبیوں کے کلام کی خوشبو آ رہی ہے۔ ان رسائل میں حضرت عیسیٰ ناصری کی وفات اور اپنے مثیل عیسیٰ ہونے کا ذکر تھا۔

حضرت مرزا صاحب سے ہمارا تعلق

خاکسار کو حضرت مرزا صاحب سے تعلق اپنے والد کے ذریعہ سے تھا۔ میرے والد کو حضرت مرزا صاحب سے 1877ء یا اس سے قبل سے تھا۔ خاکسار کے والد کے ماموں قاضی محمد خلیل نے توریت اور اناجیل سے واقفیت پیدا کرنے کی غرض سے پشاور میں کوچہ

گلبادشاہ کی مسجد میں قیام کیا تھا۔ اور میرے والد اور چچا قاضی محمد مستعان دونوں اُن کے زیر تربیت و تعلیم تھے۔ اُن کے ساتھ رہتے تھے۔ اور حضرت میرزا صاحب کا مکان مسجد گل بادشاہ کے جنوب کو ساتھ ہی واقع تھا۔ قاضی محمد خلیل کی وفات کے بعد میرے والد اس مسجد میں کچھ عرصہ امام بھی رہے۔ خاکسار اپنے بچپن کے زمانہ سے حضرت میرزا صاحب کے گھر آتا جاتا۔ اور میرے جوان ہونے تک مجھ سے ستر نہ تھا۔ حضرت میرزا صاحب خود مجردانہ زندگی بسر کرتے رہے۔

حضرت میرزا صاحب اور حضرت مولانا غلام حسن خان کا باہمی تعلق

حضرت میرزا صاحب کی ایک ہمشیرہ بھی تھی جو اصغر علی نامی شیعہ پر شادی تھی۔ جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو آپ نے حضرت مولانا غلام حسن خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کر دی تھی۔ یہ غالباً 1881ء کا واقعہ ہے۔ آپ ہی نے حضرت مولانا کو راولپنڈی نارمل سکول سے ایبٹ آباد میں ورنیکلر سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا اور پھر وہاں سے پشاور تبدیل کرا کر میونسپل بورڈ ورنیکلر سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا۔

حضرت مولانا کو حضرت احمد کی ملاقات کی تحریک

حضرت میرزا صاحب فرماتے تھے کہ جب دسمبر 1888ء میں حضرت احمد علیہ السلام قادیان سے لدھیانہ تشریف لائے۔ اور آپ نے اپنی آمد کا اعلان کیا۔ تو مَیں نے حضرت مولانا غلام حسن خان سے ذکر کیا کہ لدھیانا جا کر حضرت صاحب کی ملاقات کر آؤ۔ اور میری تحریک سے حضرت مولانا لدھیانہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت صاحب سے مل آئے۔ انہی ایام میں حضرت صاحب نے بیعت لینے کا اعلان بھی کیا۔

ترک سعست

حضرت مرزا صاحب فرماتے تھے۔ کہ جب مَیں قندھار سے شکار پور پہنچا۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ میرے قیام گاہ کے قریب ایک جامع مسجد تھی۔ جہاں مَیں کبھی کبھی نماز پڑھنے جاتا۔ وہاں کا امام مسجد ایک بزرگ اور معمر عالم تھا۔ اور صالح انسان تھا۔ وہ درسِ قرآن بھی دیا کرتا تھا۔ میرا ان دنوں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے تنازعات سے دل تنگ ہورہا تھا۔ مَیں اُن کے درس میں شامل ہوتا تھا۔ ایک دن تنہائی کا موقعہ پا کر مَیں نے کہا کہ مَیں ایک بات عرض کرتا ہوں۔ مگر معقول اور تسلی بخش جواب دو۔ تو اچھا ہوگا۔ ورنہ سخت کلامی اور فتاویٰ تکفیر سے کام نہ لو۔ اس نے اطمینان دلا کر دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ اور مَیں نے یُوں کہنا شروع کیا کہ حضرت محمد رسول اللہ جیسے عظیم انسان کی وفات پر انتخاب خلافت پر کیا کچھ واقع ہوا۔ اور آخر کار حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کا معاملہ کہاں تک جا پہنچا۔ یہ کیا بات تھی کہ اس قدر جلد اصحاب رسول دنیا کے دھندوں میں پڑ گئے۔ اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ وہ مولوی صاحب سُن کر کچھ دیر تک خاموش رہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ مرزا صاحب! آپ نے اصحاب النبی کو کیا سمجھا کہ وہ انسان نہ تھے۔ فرشتے تھے انسانوں میں ایسے واقعات کا ہونا تقاضائے انسانیت ہے۔ اصحاب انسانیت سے تو خارج نہ تھے۔ مَیں سُن کر خاموش ہورہا۔ اور پھر اس اختلاف کو کبھی دل میں جگہ نہ دی۔

حضرت مرزا صاحب کا مذاق

حضرت میرزا صاحب فرماتے تھے کہ میرے سفر ہندوستان میں میرا اکثر تعلق اہل اللہ اور اہلِ کشف فقراء اور مجذوبوں سے رہا۔ اور اس گروہ سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ حضرت

میرزا صاحب صوفیہ کا کلام زیادہ تر زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ پشتو میں دیوان عبدالرحمن اور دیوان عبدالحمید کو پسند کرتے تھے۔ اور فارسی میں خواجہ حافظ اور عبدالقادر بیدل کو کبھی کبھی اُن کو مزے لے لے کر شوق وذوق سے پڑھتے تھے۔ اخبار بینی کا بڑا شوق تھا۔ آپ کے پاس اخبار کرزن گزٹ دہلی سے اخبار وکیل امرتسر سے اخبار تہذیب نسوان لاہور سے باقاعدہ آتے تھے۔

اخبار عام سے دلچسپی

1911ء میں جب اطالیہ نے طرابلس الغرب پر حملہ کیا۔ اور ترکوں نے وہاں شکست کھائی۔ اور معاً بعد 1912ء میں جنگ بلقان شروع ہوا۔ تو آپ نے وفات سے چند دن پہلے فرمایا۔ کہ تم لوگ خوش قسمت ہو جو پچاس سال بعد پیدا ہوئے۔ تم بہت کچھ دیکھو گے۔ اور ہم تو شاید نہ ہوں۔ مگر دیکھنا۔ مجھے بھی ایسے حالات سے واقف کرنا جب ستمبر 1913ء میں آپ فوت ہو گئے۔ اور ستمبر 1914ء میں یورپ کی عالمگیر جنگ شروع ہوئی۔ تو خاکسار اور محمد دلاور خان احمدی ساکن اسمٰعیلہ اخبارات لے کران کے روضہ پر گئے۔ اور کہا کہ مرزا صاحب! وہ واقعات جن کا علم آپ پسند فرماتے تھے۔ رونما ہو گئے۔ مگر آپ بتادیں کہ ہم آپ تک ان خبروں کو کس طرح پہنچادیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى۔ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ**۔ اس واسطے ہم تولاچار ہیں۔

احمدیت

حضرت میرزا صاحب سے ہم ذکر کرتے تھے کہ آپ جب حضرت احمد کو صادق جانتے ہیں تو آپ بیعت کیوں نہیں کرتے؟ آپ فرماتے کہ میں نے عالمِ کشف میں بیعت کی ہے

اور پھر دستی بیعت تب کروں گا کہ مجھ میں شوق پیدا ہوا۔اور خود قادیان جاسکوں۔اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا گئے۔اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا زمانہ ہوا۔ خاکسار ذکر کرتا۔تو وہ پھر وہی بات کہہ دیتے۔بالآخر مَیں نے عرض کی کہ شریعت ظاہر کو بھی چاہتی ہے۔ورنہ ایک شخص خواب میں کسی غیر عورت سے صحبت کرے تو کیا شریعت اس پر حدّ شریعت جاری کرے گی۔آپ نے فرمایا نہیں۔خاکسار نے عرض کیا کہ پھر شریعت تو ظاہر کی پابند ہے۔آپ نے فرمایا۔اچھا۔میری طرف سے بیعت کا خط لکھ دو۔چنانچہ خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو آپ کی بیعتِ احمدیت کا خط لکھا۔اور آپ نے دستخط کر دئے۔کارڈ قادیان بھیج دیا۔یہ واقعہ 1911ء کا ہے۔چند دنوں بعد میاں سفید شاہ صاحب جو آپ سے قدرے کم عمر تھے۔اور آپ کے قدیمی دوست تھے۔اور موضع شیدو تحصیل نوشہرہ کے باشندے تھے۔آپ کی ملاقات کو آئے۔ہم دونوں حضرت میزا صاحب کے مکان پر حاضر ہوئے۔آپ صحن میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ان ایام میں آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔اور اُونچا سُنتے تھے۔خاکسار نے عرض کیا کہ میاں سفید شاہ صاحب آئے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔آپ نے وعلیکم السلام کہا۔اور کہا خوش آمدید کہا۔اور احوال پُرسی کی۔مَیں نے اطلاع دی کہ میاں سفید شاہد صاحب سے میں نے ذکر کیا کہ حضرت میرزا صاحب نے احمدیت کی بیعت کر لی ہے۔مگر وہ نہیں مانتا۔ آپ نے غصہ سے جواب دیا کہ ”میاں صاحب بکتا ہے۔“ مَیں نے بیعت کر لی ہے۔مَیں احمدی ہوں۔میاں سفید شاہ صاحب خاموش ہو رہے۔

وفات اور تدفین

حضرت میرزا صاحب چند سال قبل از وفات پاؤں کے اندر سے ایک کُتے کے گذرنے

سے گر گئے۔اور ٹانگوں میں چوٹ آئی۔اور آخر چلنے پھرنے سے رہ گئے۔بینائی اور شنوائی میں بھی فرق آ گیا تھا۔آپ مرض الموت سے بیمار ہوکر 18 ستمبر 1913ءمطابق 5 شوال 1330 ہجری کو وفات پا گئے۔اور حضرت شیخ حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے باہر کے احاطے میں جہاں سردار کابل دفن تھے۔دفن ہوئے۔بوقت وفات قریباً ایک سو سال عمر تھی۔آپ کا جنازہ جماعت احمدیہ نے پڑھا۔

اللهم اغفره والرحمه وادخله فی قربك وجوار رحمتك۔ آمین

حضرت میزا صاحب کا حلیہ

حضرت مرزا صاحب بلند قامت،خوبصورت وجیہہ اور شکیل انسان تھے۔بلند بینی، کشادہ پیشانی، سُرخ و سفید رنگت کے چاندی کی طرح چمکدار، سفید ریش مبارک کے تھے۔موٹی آنکھیں تھیں۔کمان ابرُو تھے۔درمیان سے فاصلہ تھا۔آخر عمر میں جُھک گئی تھی۔ایک دن وفات سے کچھ قبل مکان سے باہر تشریف لائے اور دروازہ کے پاس بیٹھ گئے اور خاکسار کو بُلایا۔گفتگو فرماتے رہے فرمایا کہ آج ایک نظم سُناتا ہوں اور بڑی خوش الحانی اور شوق سے عبدالرحمٰن بابا کے یہ چند اشعار سُنائے

سپین مخو نہ تو رکودی شی پیریٔ کبز	سم قدونہ کو بزلرزی شیٔ پہ پیریٔ کبز
چہ قدم پہ محکنبن اخلی ورو ستود رُومی	خپل اعضاھمہ پردی شی پہ پیریٔ کبنز

اشعار کیا تھے۔گویا آپ کی زندگی کا نقشہ تھا۔ایک ایک شعر ہمارے دل پر گہرے اثر کر رہا تھا۔اور **کُلّ شئیءٍ ھالك** کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت میزا صاحب سے ظاہری بیعت کرانے کی توفیق خاکسار کو نصیب ہوئی۔اور مَیں بھی شریک ثواب ہوا آپ اگر چہ از روئے کشف سرحد میں اوّل المومنین تھے اور حضرت مولانا

غلام حسن رضی اللہ عنہ کو احمدیت کی طرف متوجہ کرنے والے بھی آپ ہی تھے۔ میرے نزدیک صوبہ سرحد میں آپ ہی تحریک احمدیت کے بانی اور لانے والے ہوئے۔ اے خدا تو اُن کی تربت پر باران رحمت برسا۔ آمین

کپتان کا اعتراف

کپتان راورٹی نے اپنی پشتو کی لغات کی تمہید صفحہ 21 پر حضرت میرزا صاحب کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے۔

''اس دوران میں مجھے ایک مولوی (حضرت میرزا محمد اسماعیل) ملے جو قوم کے غلزئی تھے۔ ان کی معاونت حاصل ہوئی ۔قوم غلزئی وسط افغانستان میں قلات غلزئی کے گردو نواح میں رہتی ہے۔ ان کا والد قندھار کا قاضی رہا ہے۔ اور اس کے عہدہ کے سبب سے یہ مولوی صاحب پشتو زبان میں علمی اور عملی رنگ میں مہارت رکھتے تھے۔ بمقابلہ کسی اور شخص کے جو مَیں نے کبھی دیکھا ہو۔ علم عربی جو جمیع السنہ اسلامیہ کی ماں ہے۔ اس سے اس کو پوری واقفیت تھے۔ کیونکہ عہدہ قضا دار الخلافہ افغانستان کے واسطے لازمی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں شاعرانہ قوّت بھی موجود تھی۔ ان اوصاف نے اُس کو اس کام کے واسطے موزوں بنا دیا تھا۔''

حضرت مولانا غلام حسن خان رضی اللہ عنہ

مولد و مسکن

آپ اپنے والد جناب جہان خان صاحب نیازی افغان کے گھر میانوالی (پنجاب) 1852ء میں تولد ہوئے۔ اس وقت تازہ تازہ پنجاب کا ملک ظاہم سکھوں کے ہاتھ سے نجات پا چکا تھا۔ اور 1848ء میں انگریزوں نے حکومت ہند پر تصرف کر لیا تھا۔ آپ نے پانچ برس کی عمر میں آغاز تعلیم کی اور ورنیکلر مڈل سکول پاس کر کے راولپنڈی کے نارمل سکول میں داخل ہوئے۔ اور بڑی خوبی سے کامیاب ہوئے۔

مختصر سوانح

آپ خاندانی طور پر حنفی المذہب تھے۔ اور بچپن میں گھر پر قرآن کریم اور بعض کتب مروّجہ دینیہ پڑھ چکے تھے۔ جن کا پڑھنا اُس وقت لازمی تھی۔ ورنیکلر مڈل اور نارمل سکول کی تعلیم کے بعد حضرت میرزا محمد اسماعیل قندہاری چیف محرر اضلاع ہزارہ پشاور نے اُن کو اور ایک اور شخص کو جو آپ کا ہمنام تھا۔ منتخب کر کے آپ کو ایبٹ آباد اور اس کو پشاور میں ورنیکلر مڈل سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا کو پشاور اور دوسرے غلام حسن کو ایبٹ آباد تبدیل فرمایا۔ غالباً یہ 1880ء کا زمانہ تھا۔

آپ کے نیک اخلاق اور صالحانہ روش کو دیکھ کر حضرت میرزا صاحب نے اپنی ہمشیرہ زادی کا نکاح حضرت مولانا سے 1881ء کے قریب کر دیا۔ اور اس طرح خانہ داماد ہو کر آپ حضرت میرزا صاحب کے ایک مکان میں کوچۂ بادشاہ میں سکونت پذیر ہوئے اور

ساری عمر یہیں گذری۔

مذہبی جستجو کا شوق

حضرت مولانا صاحب حنفی المذہب ہونے کی وجہ سے اہل سنت تو تھے ہی مگر آپ کا رجحان زیادہ تر اہل حدیث کی طرف مائل تھا۔ اور پشاور آ کر فرقہ اہلحدیث کے سرگروہ میاں سیٹھ رحمت اور اس کے خاندان سے گہرے تعلقات پیدا ہوئے۔ اور دوسرے اہل حدیث حضرات بھی آپ سے اخلاص رکھتے تھے۔ فرقہ اہل حدیث مسلمانوں میں رُوحانیت سے ایسا ہی عاری فرقہ تھا۔ جیسا کہ ہنود میں آریہ سماج کا فرقہ تھا۔ یہ لوگ خشک مزاج اور لفظوں کے پابند تھے۔ اس واسطے آپ نے گروہِ صوفیا کی طرف رجوع اختیار کیا۔ اور اہل دل اور روحانی حضرات کی تلاش شروع کر دی۔ غالباً اس میدان کی طرف رہنمائی حضرت میرزا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ کی صحبت سے ہوئی۔ جو خود بھی صوفی منش تھے اور اہل باطن تھے۔ صوفیا میں ترہیب اور تقویٰ اور حلم اور انکسار خاکساری اور منکسر المزاجی غالب ہوتی ہے۔ اور اہل حدیث پر خشکی، لفاظی، قساوت قلبی اور تلخی کا غلبہ ہوتا ہے۔ دونوں گروہ باہم متصادم ہیں۔

آپ کا علمی شوق

آپ نے صحیح بخاری اور بعض کتب حدیث کے مطالعہ کے بعد کتب صوفیا کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور حضرت شمس الدین ساکن سیال سے جو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ بیعت کی۔ اور چشتیہ طریقہ میں داخل ہوئے۔ پھر حضرت مولوی عبد اللہ غزنوی سے جو غزنی سے پشاور ہجرت کر آئے تھے۔ صحیح بخاری شروع کی اور روحانی

فائدہ بھی حاصل کیا۔ عزیز الدین صاحب سے ہدایہ کا کچھ حصہ پڑھا۔ ازاں بعد صوفی عبدالکریم صاحب ساکن پشاور کی صحبت میں آنا جانا شروع کیا۔ اور طریقہ نقشبندیہ پر عمل کرنا شروع کیا۔ آپ نے نماز باجماعت کی ہمیشہ پابندی کی اور تہجد بھی ہمیشہ پڑھتے رہے۔ اور تہجد میں قرآن کریم کثرت سے پڑھتے پڑھتے حفظ کر لیا۔

حمایت اسلام کا جذبہ

جناب سر سید خاں صاحب علی گڑھ کی تعلیمی جدو جہد کو معلوم کر کے اس کے لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا۔ اور اس کی اشاعت تعلیم کے بھی حامی ہوئے۔ آپ نے انجمن حمایت الاسلام پشاور میں نمایاں حصہ لیا۔ بلکہ مولوی میر عبداللہ صاحب اہل حدیث ساکن کاکول (ہزارہ) کے عیسائی ہو جانے پر پشاور کے پادریوں سے مباحثہ کیا۔ اور میر عبداللہ صاحب کو دوبارہ مسلمان کر کے حمایت الاسلام ہائی سکول پشاور میں مدرس مقرر کرا دیا۔ ان ایام میں آپ نے اس مباحثہ کے سلسلہ میں" صيانة الاطفال عن فتنة المسيح الدجال "نامی رسالہ تحریر کیا۔ آپ ایک عرصہ تک انجمن حمایت الاسلام کے سرگرم ممبر رہے۔

قوم کی بہبودی کی جدوجہد

جب اسلامیہ ہائی اسکول پشاور، پرچار، یار غار، سید میر احمد شاہ صاحب اپیل نویس پشاور، میرزا تاج محمد صاحب محافظ دفتر جوڈیشل کمشنر صوبہ سرحد، حافظ عبدالرحیم ساکن چُوہا گوجر اور حاجی کالے خان صاحب سوداگر ظروف پشاور کو قابض پایا۔ تو آپ اور کرنل محمد اسلم خان صاحب اور مفتی فدا محمد بیرسٹر یٹ لا اور چند اور تعلیم یافتہ حضرات نے مل کر انجمن

حمایت الاسلام پشاور کو ان کے پنجہ سے آزاد کر کے تعلیم یافتہ گروہ کے سپرد کرنا چاہا۔مگر بظاہر ناکامی نظر آئی۔خاکسار نے ان ایام میں افغان اخبار جو پشاور سے سید عبداللہ شاہ پسر سفید شاہ میاں ساکن شیدو کی ادارت اور سید مہدی شاہ صاحب ساکن بابڑہ چارسدّہ کے زیرنگرانی شائع ہوتا تھا۔مسلسل مضامین ان چار یار کے خلاف لکھے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجمن کو وہ حضرات چھوڑ کر بھاگ نکلے۔اور ڈاکٹر محمد عظیم خان کو چارج دے دیا اور اس سے سرنواب عبدالقیوم خان نے چارج لے لیا۔

ان حضرات نے ایک طرف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو میرے خلاف شکایات لکھیں۔دوسرے طرف میرے خلاف ایک آمد وخرچ کے پنج ونیم سالہ رپورٹ میں مارِآستین کے تحت ایک مضمون شائع کیا۔مگر آخر اُن کو حمایت الاسلام کے سکول سے دست بردار ہونا پڑا۔اور کفن چور بھاگ نکلے۔

اسلامیہ کالج کے قیام اور تعمیر میں حصہ وافر لیا

اسلامیہ کالج پشاور کی بنیاد،تعمیر اور تجویز میں حضرت مولانا نے جو امداد دی۔آنریبل سر جارج روس کیپل چیف کمشنر صوبہ سرحد نے آپ کو پہلے ''خاں صاحب'' اور پھر ''خان بہادر'' کا خطاب دیا۔آپ سالہا سال پشاور کے میونسپل کمیٹی کے نائب صدر رہے۔اور کچھ عرصہ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔اور آپ مقدمات میں ثالث ہوتے رہے۔اور آپ دیانت اور انصاف کے واسطے خاص شہرت رکھتے تھے۔

آپ سلطان اسد جان اور سلطان عبدالحمید خان پسران سلطان محمد اسماعیل سدوزئی کے اُستاد رہے۔اور جب بابو پیر بخش صاحب سب رجسٹرار 1895ء میں عہدہ رجسٹری سے سبکدوش ہوئے تو اُن شہزادوں کی سفارش پر آپ سب رجسٹرار مقرر ہوئے اور قریباً

1921ء تک یہ کام کرتے رہے۔اگرچہ اس وقت یہ عہدہ مستقل نہ تھا۔نیم سرکاری سا تھا۔ اس واسطے اس کی مستقل پنشن نہ تھی۔مگر سر نارمن بولٹن ڈپٹی کمشنر پشاور نے آپ کو مبلغ پچیس روپے ماہوار پنشن منظور کی۔

جن ایام میں آپ ورنیکلر ہیڈ ماسٹر تھے۔اور پشاور سکول گورنمنٹ ہائی سکول میں تبدیل ہوا تو آپ نے انٹرنس تک تعلیم انگریزی حاصل کی اور آپ ہیڈ مولوی لگ گئے۔ اور اُستادی کی وجہ سے پشاور کے وسیع حلقہ سے تعلقاتِ اُستادی شاگردی بھی پیدا ہوا۔اس واسطے پشاور کے باشندے آپ کی قدر کرتے تھے۔

آپ کا مطالعہ وسیع تھا۔اور ذاتی مطالعہ کا نتیجہ تھا کہ آپ نے بہت کتب دینیہ پر عبور حاصل کر لیا تھا۔اور مختلف مذاہب اور متفرق فرقوں کے معتقدات اور تعلیمات سے واقف تھے۔

احمدیت

حضرت میرزا محمد اسماعیل صاحب قندہاری نے آپ کی توجہ حضرت احمد علیہ السلام کی کتب کی طرف پھیری۔پہلے براہین احمدیہ پڑھنے کو دی۔پھر توضیح مرام اور فتح اسلام جب حضرت احمد علیہ السلام نے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ احادیث کی رُو سے تو حضرت عیسیٰ زندہ ہیں مگر بعد ازاں آپ نے حضرت عیسیٰ ناصری کو فوت شدہ تسلیم کر لیا۔اور حضرت احمد کی ملاقات کے واسطے لدھیانہ تشریف لے گئے مگر صرف ملاقات کر کے واپس تشریف لائے اور پھر پشاور سے بذریعہ خط 1889ء میں بیعت کر لی۔اور جب لدھیانہ تشریف لے گئے تھے تو آپ کے ساتھ چند معززین پشاور بھی گئے تھے۔

حضرت احمد علیہ السلام نے ایک خط 24 اگست 1891ء کولدھیانہ سے شائع کیا۔جس میں چند معزز احمدیوں نے علمائے وقت کو دعوۃ دی تھی کہ وہ حضرت صاحب کے معاملہ میں غور کریں۔اس خط کے داعیئین میں سے حضرت مولانا غلام حسن خان بھی تھے۔جن کا نمبر 1 پر نام درج تھا۔حضرت احمد علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں احباب کے ذیل میں حضرت مولانا کے بارے میں بھی اپنے رائے کا اظہار فرمایا ہے اور عمدہ الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔

آپ ہر سال ماہِ دسمبر یا دوسری تعطیلات گرما میں قادیان جا کر اور حضرت احمد علیہ السلام کی صحبت میں دن گذارتے۔جب حضرت احمد علیہ السلام کی وفات ہوئی تو بھی آپ کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی کہ حضرت صاحب فوت ہو گئے ہیں۔آپ قادیان تشریف لاویں۔

چنانچہ 27 مئی 1908ء کو صبح بمبئی میل کے ذریعہ بیس کے قریب احباب لاہور گئے وہاں خواجہ کمال الدین کے مکان پر شب باش رہے اور دوسرے دن 28 مئی کو قادیان پہنچے اور مسجد مبارک میں ظہر کے وقت ہم سب نے بمعہ حضرت مولانا حسن، حضرت نور الدین سے بیعتِ خلافت کی

قادیان مقدس سے تعلق

13 مارچ 1914ء کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فوت ہوئے۔اور خلافتِ ثانیہ قائم ہوئی۔تو آپ نے مولوی محمد علی صاحب کا ساتھ دیا۔اور بلآخر ان سے بیزار ہوئے۔اور خاکسار کی تحریک سے ایک دفعہ دسمبر 1928ء اور پھر 1939ء کو قادیان تشریف لے گئے۔

خلافتِ ثانیہ کی بیعت

اور بلآخر جنوری 1940ء میں آپ نے خلافتِ ثانیہ سے تجدیدِ بیعت کی اور معترضین کو خوب جوابات دئے۔ بلآخر دسمبر 1942ء کو قادیان میری تحریک پر تشریف لے گئے اور یکم جنوری 1943ء کو خون کے دباؤ کی تکلیف سے فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر 94 سال تھے۔ اللھم اغفر وارحمه وادخله فی جوار رحمتك۔ آمین

فیاضی اور مہمان نوازی

آپ نے سارے زمانہ احمدیہ میں جماعت کو باقاعدہ درس القرآن دیا۔ مہمانوں کو اپنے لنگر خانہ سے مکلّف کھانا دیا۔ اگر باہر کا ایک یا دو مہمان ہوتے تو مقامی بیس پچیس مہمان شامل ہو جاتے۔ چندوں میں کھلا حصہ لیا۔ راہ خدا میں خرچ کیا۔ اور اہلبیت پر خرچ ہوا۔ کوئی اندوختہ نہ رکھا۔ مگر مومن کا خدا خود حامی اور ناصر اور معین ہوتا ہے۔ بڑی عزت کے ساتھ ایام حیات کے بسر کئے۔

مباحثات:

پہلا مباحثہ: حیات و ممات حضرت عیسیٰ ناصری پر حافظ محمد رمضان صاحب امام مسجد اہلحدیث کوٹلہ فیل باناں سے ہوا اور یہ تحریری تھا۔ اور شہزادہ محمد ابراہیم خان صاحب نے مولوی نور احمد صاحب معروف گڈ ملاّ حنفی کو جو مسجد قاسم علی خان کے امام تھے۔ بغرض محاکمہ دیا۔ مگر حضرت مولانا کے تمام دلائل وفات قرآن کریم کی آیات سے تھے۔ اور حافظ محمد رمضان صاحب کے دلائل احادیث نزول سے استدلال تھے۔ اب مولوی نور احمد

محاکمہ کریں تو کیا کریں اگر حق کہیں اور سچ کہیں تو حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ اور غیر احمدی ملامت ہوتے ہیں۔ اور آپ بدنام ہوتے ہیں اور اگر غلط کہیں تو حافظ محمد رمضان صاحب کے دلائل میں کوئی گنجائش نہیں۔ جن سے حضرت عیسیٰ زندہ ثابت ہوں ۔اس واسطے مولوی نور احمد کو فیصلہ غائب کرنا پڑا۔ اور اس میں خیر دیکھی۔ دوران مباحثہ میں حافظ محمد رمضان صاحب نے وحشیانہ اخلاق کا اظہار کیا۔ حضرت مولانا کی طرف لوہے کا نوکدار عصا پھینکا۔ جس سے خدا تعالیٰ نے حضرت مولانا کو بچایا۔ قاضی محمد اکبر خان صاحب نے اپنی کتاب ''موازنۃ الحقائق'' میں اسی مباحثہ کا ذکر کیا ہے۔

دوسرا مباحثہ: پادریوں سے میر عبداللہ صاحب کی عیسائیت پر ہوا۔ اور مولوی عبداللہ صاحب دوبارہ مسلمان ہو کر حمایت الاسلام ہائی اسکول میں مدرّس مقرر ہوئے۔

تیسرا مباحثہ: سید غلام حسن شاہ صاحب ساکن خوشحالہ ہزارہ سے دسمبر 1907ء میں ہوا۔ جو نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھا۔ اور آپ نے قرآن کریم سے حضرت خاتم النبیین کے بعد نبوت اور رسالت کو امت محمدیہ میں جاری ثابت کیا۔ اور سید غلام حسن شاہ صاحب عاجز ہو گئے۔ یہ مباحثہ خاکسار نے اخبار بدر 23 جنوری 1908ء میں شائع کرایا تھا۔

خاندان حضرت احمد سے رشتہ

حضرت احمد علیہ السلام نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے 14 ممبروں میں آپ کو شامل کیا تھا۔ اور مولوی محمد علی صاحب نے بعد از اختلاف صوبہ سرحد کے واسطے آپ کو خلیفۃ المسیح مقرر فرمایا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کی تقسیم کردہ خلافتیں سب ناکام ہوئیں۔ حضرت مولانا نے 1901ء میں اپنی دوسری لڑکی کا نکاح حضرت میرا بشیر احمد صاحب خلف حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کر دیا تھا۔ اور جس کا رخصتانہ مئی 1906ء کو ہوا۔ خاکسار بھی اس

موقعہ پر پشاور سے قادیان گیا تھا۔ اور وہاں پندرہ دن تک رہا۔ شادی کی برات کے وفد میں حضرت مولوی سرور شاہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ۔ حضرت محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مرزا عزیز احمد صاحب اور کچھ دوست آئے تھے۔

زہر خوانی

ایک دفعہ آپ کے دوستوں نے اپنے مکان پر دعوتِ طعام میں شریک ہونے کے لئے آپ کو مدعو کیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں کسی نے کھانے میں سم الفار ملا دیا۔ آپ کو گھر آ کر زہر کا اثر نمودار ہوا۔ حضرت میر محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے جو حکیم بھی تھے۔ ازالہ کا فوری تدارک کیا۔ اور قے اور دست آور دوائی دی۔ جس سے زہر خارج ہو گیا۔ مگر تا زیست زہر کی خشکی کا اثر باقی رہا۔ آپ کے اندر مراق کی بیماری پیدا ہوئی۔ جس سے آپ کے مزاج میں کبھی کبھی اشتعال بھی پیدا ہو جاتا۔ مگر چونکہ آپ اکثر جذباتِ نفس پر قابو رکھتے تھے۔ تو غصہ کو دبا لیتے تھے۔

حضرت مولانا کی غیرت ایمانی

مفتی فدا محمد صاحب بیرسٹر ولایت سے فارغ ہو کر آئے۔ تو انہوں نے ایک انجمن بنائی۔ جس میں قابل اشخاص شامل کئے۔ حضرت مولانا بھی اس کے ممبر بنائے گئے۔ اس انجمن کا بالا خانہ یا دفتر بازار قصہ خوانی میں تھا۔ وہاں ہندوستان سے کوئی مولوی صاحب تشریف لائے جس کا لیکچر مقرر ہوا۔ اور لیکچر بالا خانہ میں ہی تھا۔ ممبران انجمن جمع ہوئے۔

حضرت مولانا بھی شامل ہوئے۔مولوی صاحب مذکور کو کسی نے کہہ دیا تھا کہ حضرت مولانا احمدی ہیں۔اس نے دوران تقریر میں حضرت احمد علیہ السلام کے خلاف کچھ کہنا شروع کیا۔ مفتی فدا محمد صاحب نے اس کو کہا کہ مولوی صاحب! نفس مضمون کی طرف آویں۔مگر مولوی صاحب پھر یہ دوران تقریر احمدیت کے خلاف بولنے لگے۔صدر نے پھر کہا۔ مولوی صاحب نفس مضمون پر گفتگو فرماویں۔مولوی مذکور نے کہا جو کچھ مَیں کہتا ہوں یہ سب نفسِ مضمون ہے۔حضرت مولانا نے جو مولوی مقرّر کی پُشت کی طرف بیٹھے ہوئے تھے اُٹھے اور مقرر مولوی کو گود میں لیا اور اٹھا کر بالا خانہ کے باہر بازار میں پھینکنا چاہا۔مگر حاضرین نے بیچ بچاؤ کر کے مولوی مقرر کو چھڑا لیا۔اس واقعہ سے حضرت مولانا کی غیرتِ احمدیت ظاہر ہے اور اشتعال طبع بھی۔

مولوی محمد علی صاحب

1896ء میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے وکالت پاس کر کے کچھ دن اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر رہے اور 1898ء میں آپ قادیان جا رہے۔وہاں جنوری 1902ء سے انگریزی اور اُردو ماہوار رسالہ کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ 1909ء کے قریب آپ کو انگریزی ترجمۃ القرآن کا کام دیا گیا آپ دونوں کام کرتے رہے۔حضرت مولانا کو مولوی محمد علی صاحب سے قادیان کے قیام میں واقفیت پیدا ہوئی کیونکہ خواجہ کمال الدین صاحب جو پشاور میں 1896ء سے وکالت کرتے تھے۔اور حضرت مولانا سے احمدیت کی وجہ سے تعلق تھا۔ وہ مولوی محمد علی صاحب سے دیرینہ تعلق رکھتے تھے۔اس واسطے مولانا سے بھی تعلق پیدا ہوا۔ جب خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت احمد جری اللہ کی وفات پر بطور سیکریٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان اعلان کر چکے کہ حضرت مولانا نور الدین کو بموجب

الوصیت خلیفۃ المسیح اوّل تسلیم کیا گیا ہے اور خورد وکلاں احمدی سب ان کی بیعت خلافت اور اطاعت کریں تو وہ خلیفہ کو مُطاع کُل اور فیصلہ جات مجلس صدر انجمن احمدیہ پر حکم مان چکے تھے۔ مگر بعد ازاں اپنے فعل پر یہ چند حضرات جو لاہور کے باشندے تھے۔ پشیمان ہو گئے کہ ہم نے کیوں حضرت نور الدین کو مُطاعِ کُل تسلیم کیا۔ اور ان لوگوں سے تجدید بیعتِ خلافت کرائی جو پہلے سے احمدی تھے۔ اور بغاوت اختیار کی۔

مولوی محمد علی کے ناکام خلفاء

حضرت نورالدین رضی اللہ عنہ 13 مارچ 1914ء کو وفات پائے اور حضرت مرزمحمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی مقرر ہوئے مگر مولوی محمد علی صاحب نے خلافت ثانیہ سے بغاوت کی۔ اور قادیان چھوڑ کر لاہور آ رہے۔ اور یہاں صدر انجمن قادیان کے خلاف صدر انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی۔ ایک مجلس میں خود امیر اور خواجہ کمال الدین۔ حضرت مولانا غلام حسن خان اور حضرت میر حامد شاہ کو خلیفۃ المسیح مقرر کیا مگر واقعات پیش آمدہ نے یہ خلافت بیکار ثابت کرائی۔ اور صرف امیر رہ گیا۔ حضرت مولانا نے کسی خاص حسن ظن کے ماتحت مارچ 1914ء لغایت 1936 تک ان کا ساتھ دیا۔ مگر جب بنظر غور دیکھا تو مولوی محمد علی صاحب خودسر، ذاتی مفاد کا کوشاں، معاملات آمد وخرچ پر قابض، روحانیت سے محض کورا اور خشک فلسفی پایا۔ اور امارت کے عہدہ کے واسطے قطعاً نااہل اور ناموزوں دیکھا۔ حضرت مولانا اور خان محمد عجب خان صاحب جناب شیخ خدابخش صاحب اور سید عبد الجبار شاہ نے علی الاعلان ان حقائق کا تقریری اور تحریری اظہار کیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا خود مولوی صدر الدین نے بھی مولوی محمد علی کی اس قدر مخالفت کی کہ وہ اس صدمہ سے مر گئے۔

خواجہ کمال الدین کا مولانا غلام حسن کی اولاد سے ناروا سلوک

خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک دفعہ عزیز عبداللہ جان صاحب خلف مولانا غلام حسن صاحب کو خیبر ایجنسی کی ملازمت سے دو سال کی رخصت دلا کر انگلستان لے گیا۔ اپنے لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم دی مگر عزیز عبداللہ جان صاحب کو جیسے لے گیا ویسے لے آیا۔ اور علمی یا صنعتی ڈگری نہ دلوائی۔ چند سال بعد عزیز عبدالخالق جان صاحب کو اسی طرح سبز باغ دکھا کر لندن لے گیا۔ اور وہیں چھوڑ آیا۔ حضرت مولانا اور باقی خاندان نے ایک قابل فرزند کو ہمیشہ کے واسطے کھو دیا۔ اور اس کی وہاں کوئی مدد نہ کی۔

حضرت مولانا کی اولاد

حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کی شادی 1881ء میں ہوئی۔ اور سب سے پہلے لڑکی پیدا ہوئی۔ جو بعد از بلوغت غلام محمد خان صاحب احمدی نیازی ابن غلام حسن خاں نیازی ساکن میانوالی پر شادی شدہ تھی۔ سب سے پہلا لڑکا عبدالعزیز خان پیدا ہوا۔ پھر عزیز عبداللہ جان پھر عبدالرحیم جان ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور، پھر ایک لڑکی جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو بیاہی گئی۔ اور عبدالخالق خان پھر عزیز عبدالرحمٰن خان پھر عزیز عبدالحمید صاحب نیازی بی۔ اے ایڈوکیٹ پشاور پھر عبداللطیف صاحب نیازی۔ دو لڑکیاں جن میں سے ایک غلام حسن خان صاحب وکیل میانوالی پر شادی شدہ ہے اور دوسری فوت ہوگئی۔ اس اولاد کے سوا کئی لڑکے بچپن میں فوت ہوئے۔ ایک بیوی سے قریباً ڈیڑھ درجن اولاد پیدا ہوئی۔ کثیر العیالی میں آپ کا نمونہ کسی قدر عزیز عبداللہ جان صاحب ہوئے مگر آہ! حضرت مولانا غلام حسن رضی اللہ عنہ کا سا ایک بیٹا بھی ثابت نہ ہوا۔ نہ علم

میں نہ حسنِ اخلاق میں نہ عام قبولیت میں نہ روحانی کشش میں نہ فیاضی میں نہ دینداری میں ۔ فیخرج الحی من المیت و یجرج المیت من الحی خدا تعالیٰ کا لاتبدیل قانون ہے۔

حضرت مولانا کی روحانیت

حضرت مولانا نماز پنجگانہ کے سختی سے پابند تھے۔تہجد خوان،قرآن خوان،قرآن دان اور عامل بالقرآن بزرگ تھے۔دعائے مستجاب کے مالک تھے۔دیانت تقویٰ حیااور غضِ بصر کے اوصاف حمیدہ سے مالا مال تھے۔

حلیہ وشمائل

آپ درمیانہ قدوقامت اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔قریباً گول ریش مبارک اور گندم گوں چہرہ، بلند بینی، کشادہ پیشانی خندہ رُو،متین، باوقار اور نرم گفتار، رقت انگیز گفتگو کرتے،کبھی کبھی رقت سے آنسو بھی نکل آتے،لباس سادہ مگر شرفائے پشاور کا سا استعمال کرتے۔ پاجامہ ٹخنوں تک کرتا اور واسکٹ اور کوٹ اور رومی چوغہ استعمال کرتے۔ کابلی دُھسہّ بھی سر پر کُلاہ اور پشاوری لنگی یا کشمیری شال باندھتے۔آخرعمر میں فقیرانہ وضع رکھتے۔ گرم کمبل اوڑھتے مزاج پر صوفیت غالب تھی،فیاض مہمان نواز،غریب پرور،اپنی نظیر آپ تھے۔آپ کا باورچی خانہ ہر وقت گرم رہتا۔دوستوں کے قدر دان اور احمدیت کے واسطے ہر طرح قربانی کی۔مگر حضرت احمد علیہ السلام کے تعلق سے سب کچھ پایا۔انی معین من اراد اعانتك۔خدا پر کامل بھروسہ تھا۔

آپ نے ساری عمر قرآن کریم کا درس دیا۔مگر وائے افسوس کہ آپ کے شاگردوں

میں سے سوائے خاکسار کے کوئی نفع نہ اٹھا سکا خاکسار کو اعتراف ہے کہ ہم نے قرآن کریم حضرت احمد اور حضرت نور الدین اور حضرت غلام حسن سے سیکھا۔ اے خدا! تو ان پاک بزرگوں کو بے حساب رحمتوں اور برکتوں کا وارث بنا۔ آمین

خاکسار سے حسنِ سلوک

خاکسار کو ہمیشہ اولاد کی طرح سمجھا۔ جس طرح حضرت میرزا محمد اسماعیل پیش آئے۔ اسی طرح ساری عمر حضرت مولانا نے محبتِ پدرانہ سے دیکھا۔ اور سلوک کیا۔ مجھ سے بلوغت تک کوئی ستر نہ تھا۔ اُن کے گھر بچوں کے طرح آتا جاتا۔ بعد از بلوغت بلکہ احمدیت مَیں نے خود آنا جانا بند کر دیا۔ مَیں ان کی زوجہ محترمہ کو والدہ سے کم نہ جانتا۔ اور اُن کے بچے میرے بھائی تھے۔ خاکسا نے 1901ء میں احمدیت سے واقفیت پیدا کی اور 15 جنوری 1902ء سے احمدی ہوا۔ اور اُس وقت سے لے کر دسمبر 1914ء تک ان کے درس میں حاضر ہوتا۔ جماعت احمدیہ کے سب کام اور خدمت مَیں خود بجالاتا رہا۔ یکم جنوری 1915ء کے بعد بسبب خلافت ثانیہ سے منسلک ہونے کے ان کی اولاد نے بے اعتنائی شروع کی۔ اگر چہ ان کو بھی احمدیت سے محبت کی بجائے نفرت ہی بڑھتی چلی گئی۔ اور اب احمدیت کو اپنے واسطے مصیبت خیال کرتے تھے۔ مگر غیر حمدی اپنے اندر ملانا نہیں چاہتے۔

یکم جنوری 1915ء سے بہ سبب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بیعت کرنے کے غیر مبائعین نے خاکسار کا مقاطعہ کیا۔ 15 جون 1915ء کو مسجد گل بادشاہ کے امام سے ان کی لڑائی ہونے پر باوجود مقاطعہ کے مَیں حاضر ہوا۔ اور جو حکم مولانا نے دیا کی اس تعمیل کی۔

دسمبر 1928ء میں خاکسار نے تحریک کی کہ آپ اس دفعہ تو جلسہ پر قادیان تشریف

لے چلیں۔ آپ نے بڑی مہربانی سے میری یہ دعوت اور تحریک منظور کی۔ اور دسمبر 1928ء میں جلسہ سالانہ پر قادیان تشریف لے گئے۔ اور قادیان میں احمدیوں کے ہزارہا تعداد میں ہجوم کا نظارہ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے اخلاص کا تماشہ دیکھا۔ فرمایا ان لوگوں میں بڑا اخلاص اور جوش پایا جاتا ہے۔ اور قادیان میں نور برس رہا ہے۔ ان کے ساتھی اخوندزادہ فضل خالق صاحب ساکن میاں عیسیٰ (پشاور) نے ایک نوجوان غیر مبائع تھا۔ کہا قادیان میں کیا ہے چند اینٹوں اور چونہ کی عمارات ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نوجوان ہو اس راہ سے بے خبر ہو۔ بہشتی مقبرہ میں حضرت احمد کے مزار مبارک پر ہم نے توجہ سے مراقبہ کیا اور دعا کی اور پھر فرمایا کہ مَیں نے حضرت احمد کے مزار پر نور برستے پایا۔
اللھم صلی علی احمد و علی مطاعہ محمد

خلافت جوبلی

دسمبر 1939ء میں پھر خاکسار نے تحریک کی کہ اس دفعہ قادیان چلیں آپ نے منظور فرمایا اور خلافت جوبلی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی علمی تقریریں سنیں۔ اور پھر خدا کے فضل و کرم سے جنوری 1940ء میں حضرت خلیفۃ المسیح سے اپنی رؤیا اور کشوف کی بناء پر بیعت کی۔ الحمدللہ علی ذالک۔ خدا تعالیٰ نے یہ فخر خاکسار کو نصیب کیا کہ میرا اُستاد میرے ذریعہ سے حسنِ عاقبت پا گیا۔ اس پر غیر مبائعین اور اُن کے امیر نے کمینہ رنگ میں مخالفت کی اور افتراء و بہتان کی بارش کی۔ اور حضرت مولانا نے متین اور معقول جواب دئے۔

حضرت مولانا غلام حسن خان نے نہ صرف بیعت کی بلکہ وصیت بھی اور جب تک مرض غلبہ نہ ہوا آپ مسجد احمدیہ پشاور میں بغرض جمعہ تشریف لائے اور خاکسار کی اقتدا میں نماز ادا

فرماتے رہے۔آپ کی بیماری اور ضُعف کے ایام میں خاکسار اکثر آپ کی تیارداری کرتا رہتا۔اور ملتا رہتا۔جب خاکسار نے دیکھا کہ کثیر اولاد کے باوجود آپ مکان کی دوسرے منزل پر یکہ وتنہا رہتے ہیں اور آپ کی خدمت کما حقہ نہیں ہوسکتی۔آپ کو بار بار تحریک کی کہ آپ قادیان تشریف لے جاویں۔اور اپنی لڑکی کو خدمت کا موقعہ دیں آپ افغانیت کے موجب ہچکچاتے تھے۔ بلآخر میری درخواست کو منظور کیا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے زور دیا آپ راضی ہو گئے اور قادیان جانے کا ارادہ کرلیا۔

آپ جب ایام گرما 1942ء میں کرّم پارہ چنار مولوی عبداللہ جان صاحب کے پاس مقیم تھے۔تب بھی خاکسار بغرض ملاقات ومزاج پرسی ایک ہفتہ ان کی خدمت میں رہا۔ عزیز میاں محمد انور پسر میاں حیات محمد صاحب بھیروی احمدی میرے ساتھ تھے

جب قادیان جانے لگے۔یعنی دسمبر 1942ء میں تو گھر پر دوسیٹ والی موٹر منگوالی ۔ کُوچہ میں دروازہ پر کھڑی ہوئی ۔خاکسار حضرت مولانا کو مکان کی دوسری منزل سے خود اتار کر دروازہ پر لایا۔ مَیں اور حضرت مولانا موٹر میں سوار ہوئے اور صدر ریلوے سٹیشن (پشاور) پر گئے۔آپ نے موٹر میں اسٹیشن سے باہر توقف فرمایا مَیں اسٹیشن میں گیا۔وہاں میاں عزیز عبداللہ جان صاحب اور عزیز عبدالرحمٰن خان صاحب کو موجود پایا۔سیکنڈ کلاس کمرہ مخصوص کیا گیا۔ جہاں حضرت مولانا اور عزیز عبدالرحمٰن خان سوار ہوئے اور خاکسار ساتھ کے انٹر کلاس میں سوار ہوا۔اور رات کو لاہور تک بار بار خبر لیتا رہا صبح لاہور پھر امرتسر اور وہاں سے قادیان پہنچے۔قادیان سٹیشن پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے موٹر بھیجی ہوئی تھی۔وہاں سے حضرت مرزا بشیر صاحب کے مکان پر گئے۔ جہاں حضرت مولانا نے بیٹھک میں قیام فرمایا۔اور ایام وفات تک آرام وراحت سے رہے۔آپ نے بروز دوشنبہ 25 محرم 1362 ہجری یا یکم فروری 1943ء کو وفات پائی۔اور اپنے مولا سے جا ملے۔انّا

للہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر وارحمہ وارضاعنہ و ادخلہ فی جوار رحمتك۔آمین

اور قطعہ صحابہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔خدا تعالیٰ نے یہ فخر اور ثواب بھی خاکسار کے حصہ میں دیا کہ میرے محترم میرے ذریعہ بہشتی مقبرہ میں جا پہونچے۔آپ کا نماز جنازہ حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پڑھایا اور جماعت کثیر شاملِ جنازہ ہوئی نہایت افسوس ہے کہ خاکسار کو فوت ہونے کی تار 6 بجے شام پہنچی۔اور اس وقت تک پشاور کی ٹرین نوشہرہ سے روانہ ہو چکی تھی۔اور ہوتی سے مَیں کسی طرح جنازے اور دفن میں حصہ لینے کے واسطے نہ پہنچ سکتا تھا۔اس واسطے اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتا رہ گیا۔عندالوفات آپ کی عمر قریباً 94 سال تھی۔آپ کی لوحِ مزار پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے خاکسار کی تحریر سے اقتباس کئے۔الحمد للہ علیٰ ذالك۔

حضرت احمد علیہ السلام نے حضرت مولانا کا ذکرِ خیر ازالہ اوہام میں 24 اگست 1891ء میں فرمایا۔آئینہ کمالات اسلام میں 1893ء میں فرمایا۔ضمیمہ مورخہ 28 دسمبر 1893 میں فرمایا۔انجام آتھم میں صفحہ 85 پر فرمایا اور ضمیمہ نمبر 4 پر فرمایا۔فہرست چندہ دہندگان منارۃ المسیح 1900ء میں فرمایا تبلیغ رسالت جلد 7 صفحہ 24 لغایت صفحہ 28 پر فرمایا۔

حُسنِ بیان تفسیر

آپ نے خواجہ کمال الدین کے واسطے قرآن کریم کا سلیس ترجمہ اُردو میں کیا۔اور کچھ حاشئے بھی بعض بعض آیات کے لکھے تا کہ خواجہ اس کو انگریزی زبان میں ترجمہ اور شرح کر کے طبع کرالیں مگر خواجہ صاحب کو مرضِ سل نے موقعہ نہ دیا کہ وہ اس سے استفادہ کر سکتے

آپ کے شاگردانِ پشاور نے اس کو طبع کرایا۔ مگر طباعت اور کتابت میں بڑا نقص رہ گیا۔ کوئی دلکش شکل نہ دے سکے۔ بعض مقامات میں آپس میں بعض کوتاہیاں بھی ہوئیں۔ جن کا بعداز طباعت ان کو بڑاافسوس رہا مگر اصلاح نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ آمین

تاریخِ وفات

حضرت مولوی غلام حسن	کان علم و حیا و صدق و سخا
عالمِ باعمل تقی و نقی	صالح وخوش خصال وخوبُ لقا
عابد و زاہد و تہجد خوان	حُسنِ اخلاق او بری زِریا
حامی بیوہ گان یتیم نواز	بان و شفیق بر غُربا
مومنِ مخلص و موحدّ مرد	قائل لا الہ الا اللہ
جاں فدا بر محمد و احمد	حافظ و ماہر کلام خُدا
رونق بزمِ احمد موعود	زینت محفلِ گروہِ صَفا
بُود قطب شمال و سرحد	می درخشیدہ پُر زِ نور و ضیا
آہ آں قطبِ احمدیت رفت	گشت تاریک چشمِ خانۂ ما
روز دو شنبہ مہِ محرم بود	بست وپنجم گذشت وگشت عشا
جاں بہ حقداد وجابہ جنت یافت	شد بہ دار البقا زدارِ فنا
سن تولید اد چراغِ دین	نود و چار زیست در دُنیا
دفن در مقبرہ بہشتی شد	آں حواریٔ خاتم الخلفا
فکرِ یوسف چوجست سالِ وفات	یغفر اللہ لہ رسید ندا

دِل یوسف زفرقتش محزون
لیک بر فعل خالق است رضا

(صبح 9 بجے یکم فروری 1943ء)

حضرتِ مولوی غلامِ حسن	آنکہ او بُد شریک نام حسن
عابد و زاہد و تقی و نقی	گان زن بُد بہ نقشِ گامِ حسن
عالم باعمل خلیق الطبع	مقصد زندگیش کامِ حسن
نافر از تفرقہ مجوّزِ صلح	بین خصمین چوں امامِ حسن
داخلِ بیعتِ خلافت شُد	منسلک گشت در نظامِ حسن
یادگارش بماند حسنِ بیاں	روبگیر و سنجوان کلامِ حسن
وقتِ تولید بُد چراغ دیں	وقت ترحیل یافت بامِ حسن
سر گشتہ زیقظۂ دنیا	رحلتش برد در منامِ حسن
بست و پنج از مہِ محرّم بود	جُرّعہ نوشید چون زجامِ حسن
يغفر الله له شنید و برفت	عبدہ مولوی غلامِ حسن
اےخدا مغفرت نما اورا	در بہشتش بدہ مقامِ حسن

من یوسفؔ زتو مدد خواہم
تا مرا ہم بود مرامِ حسن

فہرست مبائعین حضرت احمد علیہ السلام

بذریعہ حضرت مولانا غلام حسن خان رضی اللہ عنہ یا ان کے اثر سے جو احمدی ہوئے)

اسمائے مبائعین بمعہ پتہ

(1) حضرت حافظ محمد رضی اللہ عنہ نابینا اہل حدیث سکونت متصل دروازہ کوہاٹی شہر پشاور۔قریباً 1892ء میں بیعت کی اور 1903ء میں فوت ہوئے۔

(2) جناب میاں احمد جان رضی اللہ عنہ برادر حضرت حافظ محمدؓ نابینا اہل حدیث سکونت متصل دروازہ کوہاٹی شہر پشاور قریباً 1893 میں بیعت کی اور 1909ء میں فوت ہوئے۔

(3) حضرت حافظ احمد اللہؓ اہل حدیث صدر بازار پشاور۔قریباً 1892ء میں بیعت کی۔

(4) جناب میاں احمد جان ثانی اہل حدیث محلہ کشمیری علاقہ آسیا۔شہر پشاور قریباً 1894ء میں بیعت کی۔

(5) جناب میاں محمد صاحب برادر احمد جان ثانی اہل حدیث محلہ کشمیری۔علاقہ آسیا۔ شہر پشاور قریباً 1895ء میں بیعت کی۔

(6) جناب میاں عبد الرحیم صاحب اہل حدیث کوٹلہ فیلبانان شہر پشاور نے قریباً 1897ء میں بیعت کی۔

(7) جناب آغا محمد صاحب اہل حدیث چوب فروش لکڑ منڈی شہر پشاور نے قریباً 1898ء میں بیعت کی۔

(8) جناب فضل محمود صاحب بذریعہ برادرِ خود آغا محمد صاحب محلہ آسیا شہر پشاور نے قریباً سن میں بیعت کی۔

(9) جناب شیخ ہدایت اللہ صاحب نومسلم اہل حدیث صدر پشاور نے قریباً 1898ء میں بیعت کی۔

(10) جناب مولوی عبد الحنّان صاحب پسر ملّا مرسلین صاحب پبیّ اہل حدیث نے قریباً 1898ء میں بیعت کی۔

(11) جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب پسرِ امام بخش عرائض نویس محلہ باز داران شہر پشاور نے قریباً 1896ء میں بیعت کی۔

(12) جناب عبدالاکبر خان پسر محمد امیر خان ساکن خزانہ ضلع پشاور نے بذریعہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے قریباً 1900ء میں بیعت کی۔

(13) حضرت میاں محمد اسماعیل صاحب صوفی محلہ کماچ یزیاں شہر پشاور نے بذریعہ میرزا رمضان علی خان نے قریباً 1901ء میں بیعت کی۔

(14) حضرت میرزا محمد رمضان علی خان صاحب پسر ملّا عبدالرزاق صاحب محلہ طاہر وردی پشاور نے قریباً 1897ء میں بیعت کی اور وفات 28 جون 1954ء میں ہوئی۔

(15) جناب میرزا یوسف علی خان صاحب پسر میرزا نوروز علی خان صاحب محلہ چڑوے کوبان شہر پشاور بذریعہ محمد رمضان علی خان نے 1901ء میں بیعت کی اور وفات 1936ء میں ہوئی۔

(16) جناب قاضی فضل الٰہی صاحب ساکن ضلع گجرات نے 1901ء میں بیعت کی۔

(17) جناب میرزا محمد سلطان صاحب دہلوی ساکن محلہ سرد چاہ۔ شہر پشاور نے بذریعہ حضرت محمد رمضان علی خان صاحب 1901ء میں بیعت کی اور 15 مارچ 1934ء میں فوت ہوئے۔

(18) جناب میرزا انذر علی صاحب خلف الرشید میرزا نوروز علی خان صاحب محلہ چڑوہ

کوہان شہر پشاور نے 1902ء میں بیعت کی اور 1921ء میں وفات ہوئی۔

(19) جناب میاں محمد مکی مستری صدر بازار پشاور صدر ساکن چمکنی ضلع پشاور نے 1899ء میں بیعت کی اور 1904ء کوفوت ہوئے۔

(20) جناب میرزا شیر علی صاحب پسر میرزا رجب علی خاں صاحب قزلباش کوچہ گلبادشاہ۔ شہر پشاور بذریعہ حضرت میرزا رمضان علی خان صاحب نے 1903ء میں بیعت کی اور 1913ء میں وفات پائی۔

(21) جناب میرزا احمد شریف خان پسر محمد اکبر خان ساکن نوشہرہ صدر بازار پشاور نے بذریعہ حضرت رمضان علی خان 1904ء میں بیعت کی اور 1933ء کووفات پائی۔

(22) جناب میرزا انذیر احمد صاحب پسر نور محمد صاحب ساکن بکٹ گنج مردان بذریعہ حضرت رمضان علی خاں نے 1907ء میں بیعت کی۔

(23) جناب میر مدثر شاہ صاحب اپیل نویس محلہ نوڈ بگری پشاور بذریعہ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب بیعت 1898 میں اور وفات 1947ء

(24) جناب مستری خدا بخش صاحب خلف مستری عبداللہ صاحب محلہ نوڈ بگری پشاور بذریعہ مستری میاں محمد صاحب مکی 1913ء میں بیعت کی۔

(25) جناب بابو عبدالمجید صاحب خلف الرشید مستری غلام محی الدین صاحب بذریعہ مستری میان محمد صاحب مکی 1912ء میں بیعت کی۔

(26) جناب مستری عبدالرشید صاحب خلف الرشید مستری غلام محی الدین صاحب محلہ نوبذریعہ برادرخود 1921ء میں بیعت کی۔

(27) جناب مستری غلام محی الدین صاحب بذریعہ پسرِ خود بابو عبدالمجید صاحب محلہ نو ڈبگری پشاور شہر نے 1946ء میں بیعت کی اور 1948ء میں وفات پائی۔

(28) میاں کریم بخش صاحب خلف الرشید اُستاد الٰہی بخش صاحب محلہ موچی پورہ پشاور بہ باعث متعلم تعلیم الاسلام قادیان ہونے کے قریباً 1901ء میں بیعت کی اور وفات 1927ء میں ہوئی۔

(29) اُستاد الٰہی بخش صاحب محلہ موچی پورہ پشاور بذریعہ حضرت مولانا غلام حسن صاحب قریباً 1903ء میں بیعت کی۔

(30) راجہ صاحب برادرِ استاد الٰہی بخش صاحب بذریعہ استاد الٰہی بخش صاحب قریباً 1904ء میں بیعت کی۔

(31) عبدالمجید صاحب موصوف بہ ارباب صاحب ساکن موچی پورہ بذریعہ میاں کریم بخش صاحب قریباً 1903ء میں بیعت کی۔

(32) عبدالرحمٰن صاحب کابلی، گانڈھی، موچی پورہ شہر پشاور بذریعہ میاں کریم بخش صاحب قریباً 1903ء میں بیعت کی۔

(33) صاحبزادہ چراغ الدین محلہ موچی پوری شہر پشاور بذریعہ میاں کریم بخش صاحب قریباً 1904ء میں سلسلہ میں داخل ہوئے۔

(34) میاں پیر محمد صاحب محلہ موچی پورہ شہر پشاور بذریعہ صاحبزادہ چراغ الدین صاحب قریباً 1904ء میں بیعت کی۔

(35) میاں فضل قادر صاحب محلہ موچی پورہ شہر پشاور بذریعہ صاحبزادہ چراغ الدین صاحب قریباً 1904ء میں داخل احمدیت ہوئے۔

(36) غلام محمد خان صاحب ایم۔اے ساکن میانوالی داماد حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب نے قریباً 1901ء میں بیعت کی۔

(37) سید امیر خان صاحب موضع بایزید خیل ضلع پشاور بیعت 1913ء احمدیت۔

تجدید بیعت خلافت ثانیہ 1941ء ووفات 1957ء

(38) عبد الرحمٰن خان صاحب خلف حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب تجدید بیعت خلافت ثانیہ 1941ء

(39) عبد الحمید خان صاحب خلف حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب تجدید بیعت خلافت ثانیہ 1941ء

(40) عبد الخالق خان صاحب خلف حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب تجدید بیعت خلافت ثانیہ 1941ء

(41) عبد الطیف خان صاحب خلف حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب تجدید بیعت خلافت ثانیہ 1941ء

(42) باز میر خلف الرشید سید امیر خان صاحب موضع بایزید خیل ضلع پشاور تجدید بیعت خلافت ثانیہ 1941ء

(43) میاں محمد جی صاحب رسید نویس دفتر سب رجسٹرار پشاور بذریعہ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب نیازی بیعت احمدیت کی اب فوت ہو گئے۔

(3) حضرت میاں محمد صاحب رضی اللہ عنہ

حضرت حافظ صاحب شہر پشاور کے باشندے تھے۔ مذہباً اہل حدیث تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ آپ آنکھوں سے نابینا تھے۔ اور اصحاب احمد میں مثل عبداللہ بن مکتوم تھے۔ آپ نے حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب رضی اللہ عنہ کی احمدیت کے بعد 1892ء میں حضرت احمد علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ آپ کو تبلیغ احمدیت کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ آپ بڑے خوش الحان تھے حضرت احمد کی فارسی، اُردو نظمیں از بر یاد تھیں۔

آپ کوہاٹی دروازہ کے پاس اس کوچہ کے آغاز پر جوشاہ غاسی تعلیم کی طرف جاتا ہے کریانہ کی دکان کرتے تھے۔انکے پاس ہی ان کے دوسرے بھائی حضرت میاں احمد جان رضی اللہ عنہ کی خیاطی کی دوکان تھی۔خاکسار ان ایام یعنی 1896ء میں مشن ہائی سکول پشاور میں پہلی جماعت میں داخل ہوا تھا مگر میری عمر اس وقت بارہ سال ہوگی۔احمدیت کا کوئی علم خاکسار کو اس وقت نہ تھا۔تاہم حضرت حافظ صاحب کا لڑکا مسمیٰ عبدالرحمٰن میرا ہم سبق تھا۔آپ عبدالرحمٰن کو ساتھ لے کر کبھی کبھی قصہ خوانی بازار یا نمک منڈی کے چوک پر کھڑے ہو کر حضرت احمد علیہ السلام کی نظمیں خوش آوازی سے سناتے تھے۔اور بعض لوگ آپ پر گنڈیریوں کے چھلکے پھینکتے۔آپ تحمل سے برداشت کرتے۔

جب اپنی دکان پر تشریف فرما ہوتے اور کوئی لکھا پڑھا شخص آتا تو آپ تعظیم تکریم سے پیش آتے۔ اس کو پاس بٹھاتے ۔ اس کے واسطے چائے منگواتے۔ اور جب تک چائے آتی۔آپ حضرت احمد کی کوئی کتاب نکال کر اس میں سے کوئی خاص مضمون اس کے سامنے رکھ دیتے کہ یہاں سے سناؤ۔اس طرح سے اس کو پیغام احمدیت سُناتے اور پہنچاتے۔اور یہ طرز تبلیغ تھا مہمان نواز تھے۔دکان پر جانے والوں کو چائے ضرور پلاتے۔

حضرت میرزا رمضان علی فرماتے ہیں کہ ایک دن علی الصبح میرے پاس گھر پر تشریف لائے کہنے لگے کہ آؤ چلیں اور خان بہادر میاں کریم بخش سیٹھی سوداگر پشاور کو احمدیت کی تبلیغ کریں۔یہ سیٹھ صاحب اور اس کا خاندان سب پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے کٹر مرید تھے۔ اور احمدیت کے سخت معاند تھے۔ مَیں نے معذرت کی کہ اس وقت بہت سویرا ہے۔ مَیں نے غسل کرنا ہے کپڑے بدلنے ہیں اور سیٹھ صاحب اس وقت اپنے ذکر وفکر میں ہوگا۔ پھر کسی مناسب اور موزوں وقت پر چلے جائیں گے۔مگر حضرت حافظ صاحب ناراض ہو کر بُزدلی کا الزام دیتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت احمد علیہ السلام سے اُن کر بڑی محبت تھی ۔اور اُن کے دل میں بڑی عظمت تھی ۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ فرمانے لگے اس وقت دنیا میں ڈھائی افراد ہیں جن میں ایمان ہے۔اوّل حضرت احمد علیہ السلام دوئم میں خود۔تیسرا آدھا نورالدین ہے۔

حضرت احمد علیہ السلام کے بارہ میں فرماتے کہ حضرت کو ابھی اپنا اصل مقام معلوم نہیں ہوا۔ ورنہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب نبیوں سے بڑے ہیں ۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں صرف دو نبی ہوئے ہیں۔اوّل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جمیع اقوام عالم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ اور دوم حضرت احمدی جری اللہ۔ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ جمیع انبیاء ورسل کے جامع اور مظہر ہیں۔اس واسطے آنحضرت کے بعد حضرت احمد جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپ بھی جمیع اقوام کے واسطے امام اور رہبر ہیں۔اگر حضرت احمد اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ سے افضل کہیں تو یہ امرِ واقعہ اور درحقیقت ہے۔ پھر کسی گذشتہ نبی کو حضرت محمد کا اُمتی اور تابع ہونا نصیب نہ ہوگا۔جس کے وہ ہمیشہ خواہان تھے۔مگر حضرت احمد نے ابن محمد اور غلام احمد اور اُمتی اور تابع ہوکر یہ منصب عالیہ پالیا۔اس واسطے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے صرف لفظ ''نبی'' اور ''رسول'' میں وہ سرور نہیں ہوتا جو اس مرکب لفظ ''اُمتی نبی'' میں سرور حاصل ہوتا ہے۔اور مَیں اس کو اپنے واسطے موجب عزت اور عظمتِ شان سمجھتا ہوں۔

حضرت احمد علیہ السلام نے ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب کو قادیان سے اس قسم کی باتیں کرنے پر ایک سال کے واسطے باہر رہنے کا حکم دیا۔ جونہی سال پورا ہوا۔حضرت حافظ صاحب حضرت مولانا غلام حسن صاحب کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ مجھے راستہ کا خرچ دے دو۔ مَیں قادیان جاتا ہوں۔حضرت کو معلوم تھا کہ حضرت حافظ صاحب کو اگر نقد روپیہ دیا جائے۔تو یا تو کسی کو دے دے گا یا کسی کی مہمانی میں خرچ کر دے گا۔اور حضرت

مولانا نے ایک احمدی کو کہا کہ یہ روپیہ لے لو۔ اور حافظ صاحب کو بٹالہ کا ٹکٹ لے دو۔ حافظ صاحب ناراض ہو گئے اور چلے گئے۔ مگر اخراج کے سال کا آخری دن پورا ہوا۔ اور آپ قادیان میں حاضر ہو گئے۔ یہ احمدیت کا عشق کا جذبہ تھا۔

جو شخص تبلیغ احمدیت سے لیت ولعل کرتا۔ آپ اس کو منافق کا خطاب دیتے اور کوستے اور خود احمدیت کی برہنہ تلوار تھے۔

اہل حدیث پشاور نے اُن کو اُن کے مکان سے نکال دیا تھا۔ اور وہ کوہاٹی دروازہ کے پاس ایک کوچہ کے کونہ میں موڑ پر پردہ کر کے بمعہ عیال راستہ میں رہتے۔ اور بازار سے بہ سبب افلاس اور ناداری پیاز اور شلغم کے پتے لا کر پکاتے۔ اور سالن بنا کر کھاتے دکان پر جو سودا فروخت ہو جات وہ زیر تبلیغ افراد کو چائے اور شربت کے طور پر خرچ کر دیتے۔

ایک دفعہ پادری عزیز الدین کو کہنے لگے کہ آپ مسلمان ہو جائیں جو تنخواہ آپ کو عیسائی دیتے ہیں۔ وہ مَیں دے دیا کروں گا۔ میں نے اکثر پادری عزیز الدین کو اُن کے پاس بیٹھا ہوا پایا۔ آپ میں دلیری، جرأت اور خدا پر توکل بہت بڑا تھا۔ آپ کے تین نرینہ فرزند تھے۔ عبداللہ جان، عبدالرحمٰن، اور عبدالرحیم۔ عبداللہ جان قادیان میں سکونت پذیر ہوا۔ اور وہاں فوت ہوا۔ عبدالرحمٰن مفقود الخبر ہو کر فوت ہوا۔ عبدالرحیم لدھیانہ جا کر رہا۔ پھر اس کا حال معلوم نہ ہوا۔

حضرت حافظ صاحب 1903ء کے قریب قریب بیمار ہو کر پشاور میں فوت ہوئے اور اپنے رشتہ داروں نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور اپنے قبرستان میں دفن کر دیا۔ جماعت احمدیہ کو کوئی علم نہ دیا گیا۔ **اللھم اغفر وارحمہ وادخلہ فی جناتك**

حضرت احمد علیہ السلام نے آپ کا ذکر 28 دسمبر 1892ء کے جلسہ کے اشتہار میں کیا ہے۔ نیز ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام 1892ء صفحہ 90 پر بھی ذکر کیا ہے۔

(4) حضرت میاں احمد جان رضی اللہ عنہ

آپ حضرت میاں محمد صاحب کے برادر اصغر تھے۔ درزیوں کا کام کرتے تھے۔ اچھے ماہر درزی تھے۔ کوہاٹی دروازہ کے متصل آپ کی دکان تھی۔ آپ حضرت احمد علیہ السلام کی وفات سے چند سال قبل قادیان ہجرت کر گئے۔ وہاں ہی سکونت اختیار کی مگر حضرت نور الدین اعظم کے آخری ایام حیات میں پشاور آ گئے۔ اور جولائی 1909ء میں پشاور میں بیمار ہوئے۔ اور وہی مرض موت کا باعث ہوئے۔ آپ پشاور میں دفن ہوئے۔ تجہیز و تکفین جماعت احمدیہ پشاور نے کی۔

آپ کے بھی دو فرزند تھے۔ عبداللہ جان اور عبدالرحمٰن۔ عبداللہ جان کی اولاد ہے۔ وہ خود فوت ہو چکا ہے۔ اور عبدالرحمٰن نے شادی نہ کی۔ اس وقت قادیان میں سکونت پذیر ہے۔ ملنگانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ میاں جمال الدین صاحب زرگر قادیان اُن کا داماد تھا۔

میاں احمد جان کی بیوی نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو چند عرصہ دودھ پلایا تھا۔ اس واسطے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سب خاندان کا خاص خیال رکھتے۔ اور احسان اور حُسن سلوک سے پیش آتے رہتے۔

حضرت احمد علیہ السلام نے حضرت میاں احمد جان صاحب کا ذکر تبلیغ رسالت جلد 7 صفحہ 22-28 میں فرمایا ہے جو مورخہ 24 جولائی 1898ء کی تحریر ہے۔

خاکسار پشاور سے 24 جون 1909ء کو سر جارج کیپل چیف کمشنر صوبہ سرحد کے ساتھ دورے پر گیا تھا۔ اور 4 اگست تک وہاں رہا۔ حضرت میاں احمد جان کی خبر وہاں خاکسار کو مستری میاں محمد صاحب مکی احمدی نے دی تھی۔

(5) حضرت حافظ احمد اللہ رضی اللہ عنہ

آپ کا اصل وطن ہندوستان تھا۔ آپ وطن سے پشاور آئے تھے۔ اور پشاور صدر میں مقیم تھے۔ مذہباً اہلحدیث تھے۔ حضرت مولانا غلام حسن رضی اللہ عنہ کی احمدیت کی وجہ سے ان کو بھی حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف توجہ ہوئی۔ اور آخر کار بعد از تحقیقات احمدی ہو گئے۔ آپ اہل حدیث کے امام الصلوٰۃ تھے۔ احمدیت آپ نے 1897ء سے قبل اختیار کی تھی۔ اور بعد ازاں پشاور سے قادیان ہجرت کر لی۔ اور وہیں سکونت پذیر ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں جب حضرت محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ حج بیت اللہ شریف 1912ء میں حجاز مقدس تشریف لے گئے تو آپ کو بھی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے آنے جانے کا خرچ دیا۔ تا کہ وہ حضرت احمد علیہ السلام کی طرف سے حج بدل کر آویں۔ چنانچہ آپ بھی اس قافلہ میں جس کا سالار محمود احمد تھا۔ شامل ہوئے۔ اور حج بدل کر آئے۔ اورطرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حج بذریعہ حضرت حافظ احمد اللہ ادا ہوا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے زمانہ خلافت میں کئی سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(6) شیخ ہدایت اللہ

شیخ ہدایت اللہ اور اس کا بھائی عطا اللہ ریلوے گارڈ دونوں نومسلم تھے۔ اور حضرت نور الدین رضی اللہ عنہ کے پروردہ تھے۔ شیخ ہدایت اللہ پشاور صدر میں رہتے تھے اور شیخ عطا اللہ پنجاب میں سرگودہا، لائل پور کی طرف ریلوے گارڈ ہوا کرتے تھے۔ پہلے اہلحدیث میں شامل تھے۔ کیونکہ حضرت نور الدین صاحب بھی اہلحدیث تھے۔ بعد از احمدیت

حضرت نور الدین یہ دونوں بھی 1898ء میں احمدی ہو گئے۔ 1914ء میں اختلاف کے واقعہ ہونے پر بابو ہدایت اللہ صاحب غیر مبائع ہو گئے۔ اور شیخ عطا اللہ صاحب مبائع احمدی ہو گئے۔

شیخ ہدایت اللہ صاحب سادہ مزاد خوش خوراک اور خوش پوشاک شخص تھے۔ خانساماں کے کام سے واقف تھے۔ پشاور میں تھے کہ خان بہادر خواجہ محمد خان رئیس ہوتی کے ہاں 1904ء کے قریب منشی کی جگہ مل گئی۔ آپ کو انگریزی خط و کتابت کے واسطے مقرر کیا۔ آپ ہوتی جارہے۔ اور 1907ء تک ہوتی میں رہے۔

شیخ ہدایت اللہ صاحب جب 1903ء میں پشاور میں مقیم تھے۔ اُن دنوں ایک مُعمر اہلحدیث الٰہی بخش صاحب درزی جن نے غالباً غدر میں انگریزوں کی جان بچانے میں مدد کی تھی۔ مفلس اور نادار ہو گئے تھے۔ سیٹھ میاں رحمت کی اولاد میاں عبدالحئی صاحب، میاں عبدالرؤف صاحب اور ڈاکٹر جمال الدین صاحب نے جو احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ مل کر تجویز کی کہ وائسرائے ہند کو اپیل کی جائے کہ وہ الٰہی بخش صاحب کے حُسنِ خدمات کے صلہ میں کچھ گذارہ مقرر کر دیں۔ کسی نے یہ تجویز پیش کر دی کہ اپیل کے ساتھ الٰہی بخش صاحب کی تصویر بھی شامل کر دی جائے۔ تا کہ اس کی بڑی عمر اور صورت کو دیکھ کر وائسرائے کو رحم آجائے۔ چونکہ اہلحدیث تصویر نکالنے کے سخت مخالف تھے اور حضرت احمد علیہ السلام کی تصویر پر سخت مخالفت کرتے تھے اور فتاوی کفر دے چکے تھے۔ اس طبعی اور معقول ضرورت کو دیکھ کر لاچار ہو گئے اور کہا کہ تصویر کوئی ایسا شخص نکالے کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو۔ چنانچہ تصویر کے واسطے مولوی عبدالحنان صاحب احمدی تجویز ہوا۔ جو اہلحدیث کا پرروده تھا۔ اور صدر میں رہتا تھا۔ مولوی عبدالحنان صاحب نے تصویر نکالی اور بابو شیخ ہدایت اللہ صاحب نے اپیل انگریزی میں لکھ کر ٹائپ کروائی اور تصویر کی تصدیق کٹر

اہل حدیث کے سرکردہ ممبروں سے کروائی کہ یہ واقعی الٰہی بخش صاحب اہلحدیث کی تصویر ہے اور ایک نقل وائسرائے ہند کو رجسٹرڈ ارسال کرائی گئی۔ شیخ ہدایت اللہ صاحب نے اُس اپیل اور ایک تصویر اور سرگردان اہلحدیث کی تصدیق اخبار ''الحکم'' قادیان کو ارسال کی۔ جو اخبار الحکم 1903ء میں شائع ہوئی۔ شیخ صاحب نے اخبار میں مضمون لکھا کہ پشاور اہلحدیث اور تصویر جو علمائے اہلحدیث حضرت احمد کی تصویر کی بنا پر فتاویٰ تکفیر دیتے تھے۔ وہ ان حضرات اہلحدیث کے بارہ میں اب کیا کہتے ہیں۔ جو **لم تقولون مالا تفعلون** پر عامل ہو چکے ہیں۔ اگر عندالضرورت اہلحدیث الٰہی بخش کی تصویر جائز جانتے ہیں تو عندالضرورت حضرت احمد کی تصویر پر کیوں معترض ہیں۔ جب اخبار الحکم کا پرچہ پشاور پہنچا تو اہل حدیث کو اطلاع ہوئی اور اپنے اس فعل پر سخت پشیماں ہوئے اور شیخ ہدایت اللہ صاحب اور مولوی عبدالحنان صاحب کے در پئے آزار ہوئے۔

شیخ ہدایت اللہ صاحب اس کے بعد ہوتی میں ملازمت میں چلے گئے۔ اور چند سال وہاں قیام کیا۔ جب مئی 1906ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے رخصتانہ کا وقت آ گیا۔ اور قادیان سے پشاور حضرت مولانا غلام حسن خان کے پاس برأت آنے لگی تو مشہور ہوا کہ حضرت نور الدین بھی وفد میں ہوں گے۔ یہ ذکر بابو ہدایت اللہ صاحب نے خان بہادر خواجہ محمد خان صاحب سے کیا۔ اور کسی طرح خان بہادر محمد ابراہیم خان صاحب رئیس مردان کے ہاں بھی پہنچا۔ دونوں باہم مخالف خان بہادروں نے خواہش کی کہ یہ وفد ہوتی مردان بھی آئے۔ اور ہمارا مہمان ہو۔ جماعت احمدیہ مردان نے عبدالاکبر خاں صاحب احمدی ساکن موضع خزانہ پشاور کو جو اُن دنوں مردان میں گرداور تھے۔ قادیان روانہ کیا کہ وہ حضرت احمد علیہ السلام کی خدمت میں یہ درخواست کریں کہ وہ حضرت نور الدین اور باقی برأت کو دو تین یوم ہوتی مردان میں قیام کی اجازت دیں مگر حضرت مولوی سرور شاہ صاحب

کی غلط فہمی سے وفد کا مردان جانا منظور نہ ہوا اور حضرت مولانا نور الدین کا نام وفد سے حضرت احمد علیہ السلام نے خارج کر دیا کہ یہ پشاور نہ جاویں۔اس غلط فہمی کی وجہ سے ایک ضروری بات رُک گئی۔ الخیر فیما وقع

خان بہادر خواجہ خان نے الگ تحفہ جات تیار کرر کھے تھے اور خان بہادر محمد ابراہیم خان نے بھی ایک الگ تحفہ جات تیار کرر کھے تھے مگر عبد الاکبر خان مردان کی جماعت کا فرستادہ ناکام واپس آیا جس کا کل جماعت کو افسوس ہوا۔

شیخ ہدایت اللہ صاحب کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی۔صرف ایک لڑکی تھی۔جو بدورانِ قیام ہوتی آپ نے برادر مرزا اشربت علی خان صاحب احمدی ساکن پشاور کو نکاح کر دی تھی۔اور اس سے عبد الرشید اور عبد القیوم دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔میزا عبد الرشید افغانستان کی ملازمت میں تھے۔اب مفقود الخبر ہے۔اور عبد القویم کبھی بمبئی، کبھی راولپنڈی اور کبھی لاہور میں کوئی کام کرتا ہے۔لڑکی عبد الغنی پسر سیف الرحمٰن صاحب ساکن چارسدّہ پر شادی شدہ تھی۔بیوی اور شوہر دونوں مرضِ سل سے مر گئے کوئی اولاد نہ رہی۔

شیخ ہدایت اللہ صاحب نے صدر بازار میں بوٹ فروشی کی دکان کی اور فوت ہونے تک یہی کام کرتے رہے اور دونوں متصل بازار کے قبرستان میں دفن ہوئے۔بوقت وفات اُن کی عُمر قریباً اسی سال ہوگی۔1920ء کے قریب فوت ہوئے۔

(7) جناب میاں احمد جان ثانی

آپ کے والد کا نام محمد خلیل صاحب تھا۔قوم کے کشمیری تھے۔سرآسیا کشمیری محلہ میں سکونت تھی۔آخری ایام میں اپنے خسر میاں عبد اللہ جان پسر کلاں میاں غلام صمدانی صاحب ٹھیکیدار ساکن محلہ شاہ غاضی نظیم کے مکان میں رہائش تھی۔جس کو فروخت کر کے آپ

قادیان چلے گئے وہیں فوت ہوئے۔

آپ مذہباً اہلحدیث تھے۔ درزیوں کا کام کرتے تھے۔ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب رضی اللہ عنہ کی احمدیت کی وجہ سے آپ کو بھی احمدیت کی طرف توجہ ہوئی۔ اور 1894ء سے قبل داخلِ احمدیت ہو چکے تھے۔ اہل حدیث نے آپ کی بڑی مخالفت کی آپ کی ایک لڑکی تھی۔ جو مفتی محمد ابراہیم صاحب حکیم سر کی دروازہ پر شادی شدہ تھی اور ایک لڑکا تھا مسمی غلام مصطفیٰ جو عالمِ شباب میں مر گیا تھا۔ جس کی موت کا والدین کو سخت صدمہ ہوا۔

آپ مسجد احمدیہ پشاور کی تعمیر کے بعد سالہا سال دروازہ کے قریب دوکان میں درزی کا کام کرتے تھے۔ اور ہماری مسجد کے امام الصلوٰۃ بھی رہے۔ اور تبلیغ احمدیت اور تردید پیغامیت بڑے اخلاص اور جوش سے کرتے رہے۔

آپ نے حضرت احمد علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پھر حضرت نور الدین صاحب خلیفہ اوّل کے زمانہ میں سلسلہ کے سرگرم ممبر رہے۔ خلافت ثانیہ کے قیام پر آپ دونوں فریق سے الگ رہے اور پھر خاکسار کی تحریک سے خلافت ثانیہ سے تجدید بیعت کی اور بڑا اخلاص دکھلایا۔ فوت ہونے سے پہلے وصیت کی۔ دنیا سے بسبب مرگِ پسر دل برداشتہ ہو گئے۔ بیوی اور لڑکی کے فوت ہونے پر 1927ء میں جب کہ خاکسار نے حاجی عبدالواحد ہزاروی جھنڈے والے کو ایبٹ آباد میں مارا تھا وہیں ایبٹ آباد میں تھے اور قادیان میں 1934ء کے قریب فوت ہوئے۔ اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(8) جناب میاں محمد جان ثانی

آپ جناب میاں احمد جان ثانی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور محمد خلیل کشمیری

کے بیٹے تھے۔ آپ کا اکثر حصہ عمر بمبئی میں سیٹھ محمد اسماعیل کے کارخانہ خیمہ جات میں گزرا۔ آپ خیمہ دوزی کا کام کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات کے قریب پشاور میں تھے۔ اور اگست 1914ء تک انجمن احمدیہ پشاور کے بالا خانہ میں مقیم رہے۔ خاموش طبع اور دیندار شخص تھے۔ پشاور میں کام نہ چلا تو واپس بمبئی چلے گئے۔ خاکسار جب نومبر 1894ء میں بمبئی گیا تو آپ وہاں تھے مگر افسوس کے مل نہ سکے۔ بعد ازاں جلد فوت ہو گئے۔ اور بمبئی میں ہی دفن ہوئے کوئی شادی نہ کی اور کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ نے بہ زمانہ حضرت احمد علیہ السلام احمدیت قبول کی تھی اور خلافتِ ثانیہ تک سلسلہ سے وابستہ رہے۔

(9) جناب میاں عبدالرحیم صاحبؓ

آپ نے حضرت احمد علیہ السلام کے زمانہ حیات میں احمدیت قبول کی تھی۔ آپ مذہباً اہل حدیث تھے۔ اور آپ کوٹلہ فیلبان نزد گور گھٹڑی شہر پشاور سکونت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ کے احمدیت کی وجہ سے آپ نے بھی احمدیت قبول کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ تک زندہ رہے۔ اور جن ایام میں حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب سب رجسٹرار تھے۔ آپ دفترِ سب رجسٹرار کی رجسٹریوں کی رسیدات لکھا کرتے تھے۔ اور اپنا روزینہ کماتے تھے۔ آپ بیمار ہوئے۔ فوت ہوئے۔ اپنے رشتہ داروں نے دفن کیا اور جماعت احمدیہ کو ان کی تجہیز و تکفین کی اطلاع نہ دی۔ یہ ایک غریب الطبع اور خاموش انسان تھے۔

(10) مولوی عبدالحنّان دفتری

مولوی عبدالحنان مولوی محمد مرسلین صاحب اہل حدیث کے فرزند تھے۔ آپ کے والد

علاقہ پبّی کے باشندہ تھے۔ اور حضرت سید امیر رحمۃ اللہ علیہ ساکن کوٹھہ مردان کے مرید تھے اور مخالف لوگوں کے ہاتھوں میں بڑی تکالیف برداشت کر چکے تھے۔ اور بلآخر پشاور میں صدر میاں سیٹھ رحمت کے زیر سایہ آ کر رہے۔ اور یہیں فوت ہوئے۔ اس کی وفات کے وقت عبدالحنان کوئی دس بارہ سال کا ہوگا۔ عبدالحنان کی پرورش میاں سیٹھ رحمت اور ان کی اولاد کے ہاں ہوئی۔ صدر بازار میں سکونت رکھتے تھے۔

جب حضرت مولانا غلام حسن خانؓ احمدی ہوئے تو جن اہلحدیث پشاور نے احمدیت کی طرف توجہ اختیار کی۔ ان میں مولوی عبدالحنان بھی تھے آپ 1900ء سے قبل داخل احمدیت ہوئے تھے۔ قرآن کریم اور درثمین کی نظمیں بڑی خوش الحانی سے سنایا کرتے تھے

جب 9 نومبر 1901ء میں پنجاب سے صوبہ سرحد الگ ہوا۔ اور پشاور میں چیف کمشنری قائم ہوئی تو مولوی عبدالحنان صاحب وہاں دفتری مقرر ہوئے۔ اور سالہا سال وہاں دفتری رہے۔ ملازمت کے علاوہ تصویر کشی اور کباڑی کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ بہ زمانہ حضرت احمد علیہ السلام اور حضرت نور الدین مرکز سلسلہ احمدیہ قادیان سے وابستہ رہے۔

جب 1912ء میں خواجہ کمال الدین صاحب بہ حیثیت مبلغ احمدیہ ہندوستان کا چکر لگانے لگے تو مولوی عبدالحنان خان کو بھی خواجہ صاحب نے ایک سال کی رُخصت بلا تنخواہ دلا کر ساتھ لے گئے تھے۔ چونکہ وہ انسانی بدن کے دبانے کے ماہر تھے۔ اس واسطے خواجہ صاحب کو اُن کی ضرورت رہتی تھی۔ خاکسار جب 1914ء میں بمبئی گیا تھا۔ تو خواجہ صاحب خود لندن تشریف لے گئے تھے اور مولوی عبدالحنان کو نواب سید محمد رضوی صاحب احمد ساکن حیدرآباد مقیم بمبئی کے پاس ملازم کر گئے۔ خاکسار کے ساتھ اکثر سیر بمبئی میں حصہ لیتے رہے۔

اختلافِ سلسلہ کے وقت مولوی عبدالحنان صاحب خواجہ کمال الدین اور غیر مبائعین پشاور کی وجہ سے خلافت ثانیہ سے وابستہ نہ ہوئے۔ آخری زمانہ حیات میں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقیم تھے۔ اور نابینا ہو گئے تھے۔ وہیں بیمار ہوئے۔ فوت ہوئے اور لاہور میں دفن ہوئے۔ کئی بیویاں کیں۔ مگر اولاد نہ تھی۔ بڑے خوش طبع اور با مذاق انسان تھے۔ غریب الطبع اور بے شر تھے۔

(11) حضرت قاضی فضل الٰہی صاحب گجراتی رضی اللہ عنہ

آپ ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ اور پشاور میں کسی ویکسی نیشن ڈیپارٹمنٹ میں ابتداً ویکسی نیٹر مقرر ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ سپرنٹنڈنٹ ہو گئے۔ اور پنشن پائی۔ آپ 1901ء سے قبل پشاور میں ڈاک کے ہرکارہ بھی رہے تھے۔ آپ نے 30 ستمبر 1901ء سے قبل احمدیت قبول کی تھی۔ اور اخبار الحکم مورخہ 30 ستمبر 1901ء میں آپ کا نام شائع ہوا۔

اواخر 1901ء میں جب حضرت منشی خادم حسین بھیروی احمدی پشاور میں حمایت الاسلام ہائی سکول پشاور میں میاں عبدالرحیم صاحب رئیس نوشہرہ کی سفارش سے انگریزی کے مدرس مقرر ہوئے کیونکہ آپ مشرف شاہ اور میاں فیروز شاہ پسران میاں رحیم شاہ صاحب کے استاد تھے۔ چونکہ ان کے خالہ زاد بھائی حسین بخش صاحب ایجرٹن ہسپتال پشاور میں کمپونڈر تھے۔ آپ ان کے پاس رہا کرتے تھے۔ اور احبابِ جماعت آپ کے پاس آتے جاتے۔ تو خاکسار نے جنوری 1902ء میں قاضی فضل الٰہی صاحب کو ان کی مجلس اور صحبت میں بار بار دیکھا۔ آپ خوش مزاج، خندہ رو، اور خوش الحان شخص تھے۔ احمدیت کے واسطے بڑی غیرت رکھتے تھے۔ درثمین یعنی حضرت احمد کی نظموں کا مجموعہ اکثر بڑے

سوز اور شوق سے سُناتے اور دلوں پر رقت پیدا کرتے۔

آپ کبھی پشاور کبھی ایبٹ آباد میں مقیم ہوتے۔اور تبلیغ خوب کیا کرتے۔غریب الطبع اور مسکین تھے۔

آپ کو میر مدثر شاہ صاحب ساکن محلہ نو علاقہ ڈبگری پشاور کی معرفت احمدیت کا پیغام پہنچا۔آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت خلافت کی۔اور سختی سے پابند احمدیت رہے۔اور ملازمت کی معیاد پوری کر کے 1936ء کے قریب آپ نے پنشن لی۔اور اب چند سال ہوئے ہیں۔وطن فوت ہوئے۔اور وہیں دفن ہوئے۔

(12) حضرت مرزا محمد رمضان علی صاحب رضی اللہ عنہ

حضرت میرزا محمد رمضان علی خان احمدی خلف ملّا عبدالرزاق صاحب فاروقی ساکن محلہ طاہر دیردی کوچہ رسالدار جہانگیر پورہ شہر پشاور جو قریباً 1865ء میں تولد ہوئے تھے۔ آپ نے میونسپل بورڈ سکول پشاور میں مڈل تک اور گھر پر دینیات اور فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔آپ حضرت مولانا غلام حسن رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔اور 1897ء میں حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کشمیری کے ذریعہ احمدی ہوئے جب کہ وہ ان دنوں پشاور کے مشن کالج میں پروفیسر تھے۔آپ کے توسط تبلیغ اور صحبت صالح سے آپ کے خالہ زاد بھائی محترم نذر علی خان صاحب، میرزا یوسف علی خان صاحب اور میرزا رجب علی خان صاحب پسرانِ مرزا نوروز علی خان صاحب کشمیری ساکنانِ محلہ چڑوہ کوبان پشاور 1902ء میں احمدی ہوئے اور محترم میرزا نذر علی مرحوم شیعہ مذہب کی تردید میں کثرت سے مضامین اور سائل شائع کئے۔آپ کے توسط سے میرزا شیر علی خان خلف میرزا رجب علی خان صاحب ساکن

کوچہ گل بادشاہ شہر پشاور جوسوات لیوی میں جمعدار تھے۔ اور شیعہ سے احمدی ہوئے۔
میرزا محمد سلطان صاحب میرزا محمد شریف خان اور صوفی محمد اسماعیل صاحب احمدی ہوئے۔

حضرت میرزا رمضان علی صاحب فطرتاً نہایت حلیم الطبع، بردبار اور صوفی منش مرنجان انسان تھے۔ تہجد خوان، پرہیزگار، خیرخواہ اور ہمدرد تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت کا بڑا شوق تھا۔ محترم میرزا اندر علی خان بھی خوش الحان اور ذوق وشوق سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں کشوف و رؤیا اور الہام کا تذکرہ رہتا۔ اور خود بھی صاحبِ کشف و الہام تھے۔ اکثر دعاؤں میں لگے رہتے۔ اور مستجاب الدعوات تھے۔

آپ ابتداً ڈپٹی کمشنر پشاور کے دفاتر ضلع میں محرّر تھے۔ اور عرصہ دراز تک باڈر پولیس میں مثل خوان رہے۔ ازاں بعد ضلع میں مثلخوان رہے اور اسی عہدہ سے پنشن پائی۔ پنشن کا زمانہ بھی بڑا طویل پایا۔

خاکسار سے ان کی واقفیت بہ سبب احمدیت ہوئی۔ اور قریباً 1902ء سے آپ سے برادرانہ تعلق رہا۔ خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے۔ خاکسار نے کبھی ان سے دلآزار بات نہیں سُنی۔ خوش طبع، خوش مذاق اور لطیفہ گو بھی تھے۔ آپ نے احمدیت کی وجہ سے گروہ شیعہ کی طرف سے ہر طرح کی اذیت صبر وتحمل سے برداشت کی۔ آپ کو صوفیت اور صوفیا سے اُنس رہا۔ ایک دفعہ عالمِ کشف میں حضرت احمد نے اُن کو فرمایا۔

من نبوت مے کنم برکائنات
منکرم محروم شد در شش جہات

آپ نے ایام جوانی میں شادی کی۔ اور آپ کے تین فرزند اور ایک دُختر تھی۔ لڑکی کی اولاد میں سے عزیزان میرزا نصیر احمد، میرزا آفتاب احمد پسران میرزا نذیر احمد صاحب احمدی زندہ موجود ہیں۔ اور بیٹوں میں سے بڑا لڑکا مسمی برادر عبدالواحد صاحب پشاور سے ہجرت

کر کے 1921ء میں کابل گیا تھا۔ وہاں یہ نوجوان بغیر شادی کے فوت ہوا۔ اور چھوٹا بیٹا عبداللہ جان نوعمر دو افراد کی لڑائی میں خلاصی کراتے وقت مارا گیا۔ وہ بھی نا شادی شدہ تھا۔ دو جوان فرزندوں کی جوان مرگی دیکھی۔ اور صبر و شکر سے کام لیا۔ عزیز میرزا نثار احمد خان منجھلا لڑکا خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ ہے۔ اور شادی شدہ صاحب اولاد ہے۔ اور دفتر انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات سرحد میں سینئر کلارک ہے۔ خدا کرے وہ اپنے والد کا قابل یادگار ثابت ہوا۔ آمین۔ اب انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کے ہیڈ کلرک ہیں۔

محترم میرز رمضان علی خان ضعیف العمر ہو کر فوت ہوئے اور اخیر تک قویٰ درست رہے۔ آپ نے قریباً انانویں (89) سال شمسی اور بیانوے (92) سال قمری عمر پائی۔ اور بروز جمعۃ المبارک 18 جون 1854ء مطابق 16 شوال المعظم 1373ء بوقت ظہر فوت ہوئے۔ نماز جنازہ خاکسار نے پڑھایا۔ اور احمدیہ قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔ آپ کے جنازرے کے ساتھ سنی، شیعہ اور احمدی کثرت سے موجود تھے۔ جو آپ کی ہر دلعزیزی پر گواہ تھی۔ اللھم اغفر وارحمه وارفعه وادخله رحمتك

تاریخ وفات حضرت میرزا رمضان علی احمدی

آہ رمضان علی نیک نژاد	رفت از ماد شد دلم ناشاد
وہ چہ خوش کرد پاک فطرت بور	این چنیں پور مادرے کم زاد
آپ آن سروباغِ احمدیت	در چمن از خزان نجاک افتاد
اشک از چشم من رون آمد	چون مرا آن عزیز آید باد
چون زحق حکم ارجعی بشنید	گفت لبیک اور بہ رب عباد

ادخلی جنتی بشارت یافت	فضل حق جاش در بہشت کناد
احمدی بود قرب احمد یافت	حبذّا مرحبا و مبارک باد
اے خدا دندر اگناہش بخش	روحش از رحمت تو دُور مباد
روز آدینہ بود عند الظہر	پیک مرگش رسید از مرحباد
ہشت وو دہ بود از مہ شوال	سیر زدہ صد زہجروسہ ہفتاد

حائے روحش کشیدہ یوسف گفت

آہ رمضان علی بحق جان داد

رُباعی

الف از سالوصل چُون افتاد	’’رمضان علی بحق جان داد‘‘
داخلش کن بہ قربرحمت خویش	فضل حق جاش در بہشت کناد

(13) حضرت محترم میاں فقیر اللہ صاحب

آپ کومولد شہر پشاور محلہ باز داران ہے۔آپ کے والد کا نام امام بخش صاحب تھا۔اور عرائض نویس تھے۔آپ کا اصل نام امام بخش صاحب تھا۔اور عریض نویس تھے۔آپ کا اصل نام فقیر بخش تھا۔تاریخ پیدائش 24 جون 1876ء۔احمدیت کے بعد فقیر اللہ کر دیا گیا۔آپ نے 1901ء کے قریب انٹرینس پاس کیا۔اور پشاور سے قادیان ہجرت کی۔ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں استاد مقرر ہوئے۔اور ماسٹر فقیر اللہ کہلائے۔آپ حضرت مولانا غلام حسن رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔1896ء میں احمدیت قبول کی۔

جن ایام میں آپ پشاور میونسپل ہائی سکول میں تعلیم پا رہے تھے۔عبدالاکبر خان پسر محمد امیر خان صاحب ساکن موضع خزانہ ضلع پشاور آپ کی تحریک سے داخل احمدیت ہوئے۔ حضرت میاں محمد اسماعیل صوفی بھی آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔

قادیان میں تا وفاتِ حضرت نور الدین قیام پذیر ہوئے۔خلافت ثانیہ کے قیام پر تجدید بیعت کی تھی۔مگر پھر لاہور جا کر مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء میں سرگرم ممبر رہے۔ 10 مارچ 1944ء کے قریب آپ کو خدا نے پھر توفیق دی۔اور آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر تجدید بیعت خلافت کی۔آپ کی مستقل سکونت مسلم ٹاؤن لاہور میں ہے۔مگر آج کل ربوہ میں سکونت رکھتے ہیں۔آپ بڑی خوش الحانی سے تلاوت قرآن کریم فرماتے ہیں۔چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ سے ایّام طفولیت میں تعلیم الاسلام سکول قادیان میں تعلیم پائی ہے۔اس واسطے حضرت میرزا محمود احمد صاحب ان سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔اس وقت آپ کی عمت 83 سال کی ہوگی۔آپ کی اولاد ہے۔اور سب پرہیزگار ہیں۔

(14) میر مدثر شاہ صاحب

آپ کے والد سید میر احمد شاہ صاحب تھے۔جن کا اصل وطن کشمیر تھا۔مگر کچھ عرصہ سے وہ تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ میں بستے تھے۔خود سید میر احمد شاہ ہزارہ سے پشاور آئے۔اور علاقہ سرآسیا محلہ نو متصل ڈبگری دروازہ میں سکونت پذیر ہوئے۔یہ اپیل نویس کا کام کرتے تھے۔اور انجمن حمایت اسلام پشاور کے سرگرم ممبر تھے۔میر مدثر شاہ ان کا بڑلڑکا تھا۔ان کے دو اور بھائی سید محمود شاہ اور سید مقبول شاہ تھے جو دوسری والدہ سے تھے۔میر مدثر شاہ سکول میں انٹرینس تک تعلیم پا چکا تھا۔اور اپیل نویس ہو گئے تھے۔آپ نے شادی گولڑہ

میں پیر مہر علی شاہ صاحب کے قریبی رشتہ داروں میں کی تھی۔ آپ نے میونسپل بورڈ ہائی سکول میں تعلیم پائی تھی اور حضرت مولانا غلام حسنؓ سے تعلق شاگردی تھا۔ اس واسطے احمدیت کی طرف رغبت ہوئی۔ اور بعد مطالعہ کتب 1898ء کے قریب احمدی ہوئے۔ آپ کا والد چونکہ انجمن حمایت الاسلام پشاور کا سرگرم ممبر تھا۔ اس واسطے ان کو میر مدثر شاہ کی احمدیت ناگوار گذری اور اکثر زدوکوب تک نوبت پہنچتی۔ مگر آپ مستقیم الاحوال رہے اور والد کی مخالفت کی پرواہ نہ کی۔

پشاور کے ایک سید خاندان میں آپ کی شادی کی تجویز ہوئی۔ اور اس لڑکی کی جائیداد پدری میں پچاس ہزار روپیہ تھا۔ اگر یہ شادی ہو جاتی تو آپ پچاس ہزار روپے کے مالک ہو جاتے مگر میر مدثر شاہ صاحب کہتے تھے کہ لڑکی والوں نے کہا کہ تم احمدیت سے توبہ کرلو۔ میرے والد نے بہت کوشش کی کہ بظاہر انکار کردو تاکہ یہ نکاح ہو جائے مگر میرے دل میں یہ عقیدہ راسخ تھا کہ حضرت احمد مسیح موعود کا انکار کفر اور جہنم کے برابر ہے۔ اس واسطے مَیں نے نکاح سے انکار کر دیا۔ مگر احمدیت نے انکار نہ کیا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ مولوی محمد علی صاحب نے یہ عقیدہ بنا لینا ہے کہ حضرت احمد نہ مومن ہے اور نہ مدار نجات تو میں کیوں پچاس ہزار روپیہ کا نقصان کرتا۔

حضرت نورالدین صاحب کے ایام خلافت سے وابستہ رہے۔ اور بوقت قیام خلافت ثانیہ قادیان میں تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت خلافت کر لی تھی مگر پشاور آ کر جب معلوم ہوا کہ حضرت مولانا غلام حسن نے خلافت ثانیہ کی بیعت نہیں کی۔ تو آپ بھی غیر مبائعین میں شامل ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب نے ان کو اپنا مبلغ بنا دیا۔ آپ نے اُن کی طرف سے حق مخالفت ادا کر دیا۔ حضرت احمد کی نبوت کے خلاف تقریر اور تحریر کرتے رہے اور اگر کسی مبائع کے سامنے لاجواب ہو جاتے تو ڈھیٹھ ہو جاتے۔ تقریر

میں بے باک اور بدزبان ہو جاتے اشتعال دہ تقریر کرتے جس سے فساد پیدا ہو صوبہ سرحد میں اُس کا کوئی اثر نہ تھا۔

آپ کی ایک ہمشیرہ داتہ ضلع ہزارہ کے پیرزادہ خاندان کے ایک نوجوان سید میر گل شاہ احمدی پر شادی شدہ تھی۔اس کے فوت ہونے پر اس کے بڑے بھائی میر جی حیات علی شدہ صاحب سے اس کا نکاح ثانی ہوا۔آپ کبھی کبھی ایام گرما گذارنے داتہ میں جا کر مقیم ہوتے۔او وہاں اخون زادہ محمد یامین صاحب سے مل کر تبلیغ احمدیت کرتے۔

ایک دفعہ اگست 1904ء میں آپ سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن داتہ نے کہا کہ میں حضرت عیسیٰ ناصری کو فوت شدہ مان لیتا ہوں اور حضرت احمد کو مجدد بھی تسلیم کر لیتا ہوں مگر آپ حضرت احمد کی صداقت صرف قرآن کریم سے ثابت کریں۔میر مدثر شاہ صاحب نے اُن سے اس بات کا تحریری اقرار لیا۔اور پھر قرآن کریم صورہ صف کی آیات سے ثابت کیا۔کہ حضرت احمد ہی اسمہ احمد کے مصداق احمد ہیں اور رسول اللہ ہیں۔اور آپ ہی نے جمیع ادیان عالم پر اسلام کو غالب کرنا ہے۔آپ ہی کا سورہ شوریٰ کے عشق میں مذکور ہے۔ع سے عیسیٰ سے س مراد مسیح اور ق سے مراد قادیان ہے۔اس طرح حضرت احمد کا نام عہدہ اور مقام قرآن کریم سے ثابت کیا۔اخون زادہ محمد یامین صاحب نے یہ مباحثہ تحریر کیا۔اوراخبار الحکم مورخہ 24۔31اگست 1904ء میں شائع کرایا۔

حضرت احمد علیہ السلام کی وفات پر مئی 1908ء لغایت مارچ 1914ء تک پورے چھ سال کامل حضرت نورالدین صاحب کو خلیفۃ المسیح اور مطاعِ کل تسلیم کیا۔مگر مولوی محمد علی صاحب کا مبلغ بن کر نہ حضرت احمد کی نبوت پر ایمان رہا نہ حضرت نورالدین کی خلافت پر قائم رہے۔بلکہ ساری عمر 1914ء کے بعد نبوت کو کُفر اور خلافت کو شرک کہتے رہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرنے پر ان کا جنازہ غیر احمدی امام الصلوٰۃ نے ادا کیا۔اولاد احمدیت

سے محروم ہوگئی اور مرتے وقت خلافت شریعت وصیت کی اور خدا کی شریعت سے بغاوت کر کے مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ کا مجرم ہوا۔ بلآخر مرضِ سل میں گرفتار ہوکر 31 اکتوبر 1947ء مطابق 15 ذوالحجہ 1326 ہجری کو فوت ہو گئے اور ڈبگری کے باہر قبرستان میں دفن ہوئے۔

(15) میرزا محمد سلطان صاحب دہلوی

آپ کا اصل وطن دہلی تھا۔ آپ کی سکونت بچپن سے پشاور میں تھی۔ آپ محکمہ پولیس میں سپاہی کی حیثیت سے داخل ہوئے اور انسپکٹر پولیس ہو کر پنشن پائی۔ آپ حضرت میرزا رمضان علی خان کی صحبت اور تحریک سے داخل احمدیت ہوئے۔ آپ کی بیعت کا اعلان اخبار ''الحکم'' مورخہ 17 فروری 1901ء میں ہوا۔ جب کہ آپ پشاور کوتوالی میں متعین تھے۔ آپ سے ایک چھوٹا بھائی میرزا آغا محمد صاحب ہے جو اس وقت زندہ ہے۔ گھر پر ہے۔ مزاج میں تیزی، خود پسندی غرور کا غلبہ تھا۔ پولیس کی ملازمت نے ''کریلا اور پھر نیم چڑھا'' مصداق بنا رکھا تھا۔ حضرت احمد علیہ السلام کے ایام حیات اور حضرت نورالدین صاحب کے زمانہ خلافت میں یہ قبائح پردہ میں تھے۔ مگر اختلاف کے بعد مولوی محمد علی کے رفقاء میں شامل ہو کر یہ اوصاف نمایاں ہو کر ظہور پذیر ہوئے۔

آپ نے غیر مبائعین کی انجمن کے سیکریٹری ہو کر مستریاں جالندھر مقیم قادیان فضل کریم اور اس کے بیٹے عبدالکریم اور محمد زاہد کے فتنہ میں بڑا حصہ لیا۔ ان کا اخبار ''مباہلہ'' نامی جو سیدنا محمود احمد کے خلاف کذب و بہتان میں مملو ہوتا تھا۔ کی خوب اشاعت کی۔ اور ہمارے جلسہ سیرۃ النبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند کرنے کی غرض سے شہر پشاور منڈی بیری علاقہ یکہ توت میں مفتی عبدالودود خان کے مکان کے سامنے موسم گرما ماہِ جون

1928ء میں ہو رہا تھا۔ ممبران انجمن خلافت اور انجمن اشاعت اسلام پشاور شاخ لاہور نے مل کر گتہ اور گدھے چھوڑ کر گڑ بڑ مچا دی۔ اور مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ہو کر خوش ہوئے؟ بلکہ قبل از جلسہ ایک ٹریکٹ بھی ہمارے خلاف شائع کیا۔ جس کا نام کشف الحقیقت تھا۔ اس طرح خدا تعالیٰ کو ناراض کیا۔ اور خدا نے میرزا محمد سلطان صاحب اور اس کی اولاد پر مرض سِل اور مہلک بیماریاں مسلط کیں۔ بیماری سے قبل مسٹر لاتھر صاحب ڈپٹی کمشنر جنرل پولیس کو خاکسار کے خلاف ڈائری دی کہ چیف کمشنر کا ناظر قاضی محمد یوسف احمدیوں کو گورنمنٹ ہاؤس کا کام دیتا ہے۔ اور سرکاری روپے احمدیوں پر خرچ کر رہا ہے۔ لاتھر صاحب نے آنریبل سرنارمن بولٹن کو لکھا کہ یہ ڈائری نویس غیر مبائعین کا ممبر ہے۔ اور شاخ لاہور سے تعلق رکھتا ہے اور قاضی محمد یوسف ناظر کا تعلق مرکز سلسلہ احمدیہ قادیان سے ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں قاضی محمد یوسف کے خلاف تحقیقات کا حکم دے دوں گا۔ سرنارمن بولٹن نے اپنے انگری پرسنل اسٹنٹ کو کاغذات بھیج کر لکھ دیا۔ کہ فائل کر دو۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے دشمن کے وار سے محفوظ رکھا۔ زان بعد میرزا محمد سلطان صاحب مرض پیچش اور سل امعاء سے بیمار ہو گئے اور لمبا عرصہ بیمار رہے محمود احمد اور منصور احمد (تاریخ وفات 16 جون 1931ء بعمر 18 سال) دونوں بچوں کی جوانا مرگی آنکھوں سے دیکھ کر خود بھی اس کرب و تکلیف سے 15 مارچ 1934ء مطابق 29 ذیقعدہ 1352 ہجری کو فوت ہوئے۔ اور ڈبگری دروازہ کے باہر میر مدثر شاہ کے خاندان کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

(16) عبدالاکبر خان صاحب خزانہ

عبدالاکبر خان پسر محمد امیر خان افغان ساکن موضع خزانہ تحصیل پشاور جو میونسپل بورڈ ہائی سکول پشاور میں جب کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب احمدی کی دوستی اور

تعلق سے داخل احمدیت ہوئے۔ اور ان کی بیعت کا اعلان اخبار الحکم قادیان مورخہ 31 جولائی 1901ء میں ہوا۔ اُس وقت ان کی عمر 17۔18 سال ہوگی۔ ان کے والد نے خاندان کی مخالفت کے ڈر سے عبدالاکبر خان کو گھر سے نکال کر پشاور میں حضرت مولانا غلام حسن خان کے مکان پر سکونت پر مجبور کیا۔ حضرت مولانا ان کی ہر طرح امداد کرتے رہے۔ پہلے ڈپٹی کمشنر پشاور کے دفتر میں امیدوار کلرک ہوئے پھر نائب تحصیلدار کے امیدوار ہوئے اوّل پٹواری رہے۔ پھر گرداور ہوئے آخر نائب تحصیلدار اور پھر تحصیلدار ہو کر پنشن پائی۔

آغازِ احمدیت میں بزمانہ حضرت احمد علیہ السلام تبلیغ کا شوق رہا۔ اور خاکسار کے ساتھ مل کر شاہی باغ میں تبلیغ کیا کرتے پھر بندوبست اراضی میں گرداور ہو کر بنوں تبدیل ہو گئے۔ اور ملازمت میں مصروف ہو گئے۔ حضرت احمد علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت نورالدین کے ہاتھ پر تجدید بیعتِ خلافت کی اور ان کی وفات تک قائم رہے مگر اختلاف سلسلہ کے وقت حضرت مولانا غلام حسن خان کے زیر اثر ہو کر حضرت محمود احمد کی خلافت کے خلاف رہے۔ اور اندھا دُھند مخالفت کی۔ اخبار ''مباہلہ'' کی اشاعت میں کوشاں ہوئے۔ جن ایام میں بانڈہ داؤدشاہ میں تحصیلدار تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اخبار مباہلہ کے بہتانوں کا عملی پھل دیا اور سبق آموز نظارہ دیکھا پنشن پا کر موضع خزانہ میں آ کر رہے۔ اور نہایت ذلیل زندگی بسر کی جن لوگوں کی خاطر احمدیت کی خصوصیات چھوڑ چکے انہوں نے اخیر تک اُن کو مسلمان نہ سمجھا۔ نہ قابل عزت انسان خیال کیا۔ ان کے وجود اور زندگی کا نظارہ مومن کے واسطے موجب ازدیادِ ایمان ہوتا۔

عبدالاکبر خان کا دوسرا بھائی محمد عمر خان ہماری جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر دونوں بھائیوں کی فطرت میں نہ افغانوں کی سی غیرت اور حمیت تھی نہ جرأت اور دلیری وہ دنوں وجُبن اور بُزدلی کا شکار تھے دونوں بھائی عبدالاکبر اور محمد عمر خان فوت ہو چکے ہیں۔

(17) حضرت میاں محمد اسماعیل صوفیؓ

آپ شہر پشاور کوچہ کماچ پزاں کے باشندہ تھے اور میاں عبدالطیف صاحب خلیفہ سلسلہ نقشبندیہ کے خلیفہ تھے۔ اور صالح اور عابد اور زاہد شخص تھے۔ لب باڑہ کی دکانات میں سکونت رکھتے تھے۔ حکمت کا کام کرتے تھے۔ موسم گرما میں جوار کے اُبلے ہوئے سٹے فروخت کرتے۔ اپنی روٹی محنت کر کے کماتے۔ مہمان نواز اور خوددار انسان تھے۔ اکثر دوست جوان کو ملتے ان کو دعوت طعام دیتے۔ کھانا خود پکاتے۔ خاکسار ماسٹر فقیر اللہ صاحب، حضرت میرزا رمضان علی خان صاحب، جناب میرزا انذر علی خان صاحب، حافظ مظفر احمد صاحب، میاں کریم بخش صاحب اور عزیز مختار احمد صاحب پسر حضرت حافظ مظفر احمد صاحب اکثر ان کو جا کر ملتے۔ اور اُن کی صحبت سے مستفید ہوتے۔ صاحب کشف و الہام تھے۔ اور مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت میرزا محمد رمضان علی اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے تعلق کی وجہ سے آپ کو حضرتِ احمد کے دعویٰ کا علم ہوا۔ اور داخل احمدیت ہوئے۔ آپ کی بیعت کا اعلان اخبار الحکم مورخہ 17 جون 1901ء میں ہوا۔

14 مارچ 1914ء کے اختلاف سلسلہ واقع ہونے پر آپ چند سال تک دامنِ خلافت ثانیہ سے الگ رہے۔ مگر اپنی زبان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی مخالفت سے روکے رکھا۔ اور بالآخر خاکسار کی تحریک سے 1927ء کے قریب تجدید بیعتِ خلافت کی اور 1929ء میں بیمار ہو کر فوت ہوئے۔ اور حضرت شیخ حیدر کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ تجہیز، تکفین نماز جنازہ خاکسار نے ادا کیا ساری عمر مجرّد رہے۔

خدا بخشے۔ بہت سی خوبیوں تھیں مرنے والے میں

خاکسار کو آغاز جوانی میں ایک سے زیادہ روٹی کھانے کی عادت تھی۔ نیز بے اختیار ہنسی

آجاتی۔اور نہ رُکتی۔آپ کی توجہ سے دونوں قباحتوں پر قابو پانے کی توفیق ملی۔ایک تو ایک روٹی سے زیادہ کھانا ترک کر دیا۔دوسرے متانت پیدا ہوئی ہوئی اور ہنسی رُک گئی۔

(18) قاضی محمد یوسف فاروقی

خاکسار قاضی محمد یوسف جو 28 شوال 1300 ہجری کو قاضی محمد صدیق صاحب کے گھر بمقام ہوتی تولد ہوا۔

ہمارا خاندان

ہمارا خاندان حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے۔ جو مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکل کر بلخ میں آیا۔ ہمارا جدّ اعلیٰ حضرت سلطان ابراہیم ادہم صاحب رحمہ اللہ ہوا۔اور پھر کابل غزنی کے حکمران رہے۔حضرت احمد معروف بہ فرّخ شاہ بادشاہ کابل ہوئے۔جو بخراب میں درہ فرخ شاہ میں مدفون ہیں۔اوران کی زیارت مرجع خاص وعام ہے۔پھران کی اولاد میں شہزادہ احمد بہ زمانہ چنگیز خان شہید ہوئے اوراُن کے ایک بیٹے شہزادہ محمد شعیب کابل سے لاہور آئے۔اور قاضی لاہور کے ہاں شادی کی۔اور ان کے ہاں تین فرزند ہوئے۔خواجہ جمال الدین سلیمان اورخواجہ عبداللہ اورخواجہ سعد اللہ۔خواجہ عبداللہ کی اولاد میں سے حضرت شیخ احمد سرہند جومجدّد الف ثانی ہوئے۔خواجہ سعداللہ کی اولاد گجرات کاٹھیاور میں ہے۔اورحضرت جمال الدین سلیمان کے تین فرزند حضرت اعزالدین محموداورحضرت فریدالدین مسعود گنج شکراورحضرت نجیب الدین متوکل۔ پہلے دو بزرگ تو پاک پٹن میں مدفون ہیں اور تیسرے مہرولی کے قریب دہلی میں دفن ہے۔

ہمارے جدّ امجد حضرت خواجہ بدرالدین سلیمان خلف الرشید حضرت خواجہ فریدالدین

گنج شکر ہوئے۔ان کی نسل میں سے کوئی بزرگ حضرت سید علی ترمذی۔مدفون بُنیر کے ایام حیات میں پنجاب سے بنیر آ کر موضع لغڑ پور(ملک پور) میں مقیم ہوئے۔ان کی اولاد میں سے قاضی محمد قابل ہمارے خاندان قاضی خیل کے جدّ اعلیٰ بزمانہ نادر شاہ ایران ، ہوتی میں آ کر آباد ہوئے۔اور بزمانہ احمد شاہ درانی حضرت میاں محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش سے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔اور ہمارے خاندان کے گذارہ کے واسطے موضع ہوتی ، گڑھی کپورہ، معیار وطورو اور گوجر گڑھی کے رقبہ میں اراضیات دی گئیں۔

ہمارے پردادا حضرت قاضی میر عبد الصمد حضرت سید احمد بریلوی کے مُرید اور مُعاون تھے۔ہمارے خاندان کے قاضی محمد فیاض عرف باچا کاکا(بادشاہ گل) اور قاضی احمد جی اس وفد کے ممبر تھے۔جو اخوند صاحب سوات کی طرف سے چند سوالات حضرت سید امیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کنڈہ کے جرگہ عُلماء کا خط لے کر گئے تھے۔اور بالآخر حضرت سید امیر کے حق بجانب ہونے کے مقرر ہوئے۔

قاضی محمد خلیل پسرِ قاضی عجیب الدیاں ولد قاضی محمد اکبر صاحب جو ہمارے والد کا ماموں تھا۔جب ہمارے دادا قاضی محمد نور عالم شباب میں فوت ہوئے اور ان کے پانچ نرینہ فرزند باقی رہے تھے۔قاضی محمد خلیل پشاور گئے اور وہاں کوچہ گلباد شاہ کی مسجد میں مقیم ہوئے۔اور پادری ہیوزؔ اور پادری جوکؔ کے ساتھ توریت اور کتب انبیاء پر تحقیقات کرتے رہے۔ہمارے والد قاضی محمد صدیق اور چچا قاضی محمد مستعان کو ساتھ لے گئے۔اور ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔

قاضی محمد خلیل صاحب 1887ء میں فوت ہوئے۔اور ہمارے والد چند سال مسجد گل بادشاہ میں ان کے بعد امام ہوئے۔ہمارے چچا قاضی محمد مستعان نے عبد اللہ خان سوداگر باشندہ قندھار قوم کاکڑ کی لڑکی سے شادی کی۔جو محلہ ریتی میں رہتا تھا۔اور وہ عیال لے

کر ہوتی چلے گئے۔ اور ہمارے والد نے مردان میں اخوندزادہ محمود افغان دیگان خیل کی دُختر سے شادی کر کے پشاور میں 1884ء میں جا مقیم ہوئے۔ جس سال دریائے باڑہ میں سیلاب آیا۔ اور ارباب محمد سرفراز خان ساکن لنڈی ارماماں قوم مہمند دریا برد ہوئے۔ خاکسار اس وقت ایک سال کا تھا۔ یہ جولائی 1884ء کا واقعہ ہے۔

خاکسار کی تعلیم

خاکسار نے والدہ سے کلمات دینیہ اور آخری چند سورتیں نماز سیکھی اور ناظرہ قرآن کریم پڑھا۔ والد سے فارسی کی تعلیم کی کتب۔ پنج گنج۔ تحفہ نصائح۔ گلستانِ سعدی، بوستانِ سعدی، یوسف زلیخا، جامی اور نظامی کا سکندر نامہ بری و بحری پڑھے۔

احمدیت

1896ء میں بارہ سال کی عمر میں مشن ہائی سکول پشاور میں داخل ہوا۔ اور توریت اور انجیل سے واقفیت پیدا کی۔ اور 1901ء میں اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں داخل ہو کر قرآن کریم باترجمہ شروع کیا۔ پانچویں جماعت میں میاں فضل الرحمٰن خلف میاں عبد الرحمٰن صاحب خلف میاں سیٹھ رحمت اہل حدیث کے ذریعہ شحنۂ حق کا چوورقہ نظر سے گذرا۔ جو میرٹھ سے اخبار شحنۂ ہند کا ضمیمہ ہو کر مولوی شوکت کی ادارت میں حضرت احمد علیہ السلام کے خلاف شائع ہوتا تھا۔ اور اس طرح اس میں حضرت احمد کے قصیدہ الہامیہ کا یہ شعر نظر سے گزرا۔

اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم	عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

تالاش سے بذریعہ عبدالاکبر خان ساکن خزانہ ازالہ اوہام نامی کتاب مصنفہ حضرت احمد

میں سے سارا قصیدہ ملاحظہ کیا۔ اور پھر باقی کتاب مطالعہ کی۔ اور حضرت عیسیٰ ناصری کی وفات پر مطلع ہوا۔ سب سے پہلے مولوی صبغۃ اللہ صاحب مدرس دینیات سے پھر مولوی میر عبداللہ صاحب اہلحدیث سے حیات و وفات پر گفتگو ہوتی رہی۔

بیعت احمدیت

15 جنوری 1902ء کو حضرت منشی خادم حسین بھیروی رضی اللہ عنہ بھیروی احمدی کی تحریک سے جو ہمارے انگریزی کے اُستاد تھے۔ حضرت احمد علیہ السلام کے ہاتھ پر بذریعہ خط بیعت کی۔ اور اخبار الحکم مورخہ 28 فروری 1902ء میں میرے نام کا اعلان ہوا۔ سالانہ جلسہ دسمبر 1902ء میں پہلی دفعہ قادیان گیا۔ اور حضرت احمد علیہ السلام کے ہاتھ پر مسجد مبارک میں بیعت کی۔ الحمدللہ

ان ایام میں حضرت عبد اللطیف صاحب رضی اللہ عنہ ساکن سید گاہ ملک خوست افغانستان بمعہ چند رفقا کے مہمان خانہ میں ہمارے بالمقابل کے کمرے میں مقیم تھے۔ اور مسجد مبارک کی نمازوں میں اور صبح سویرے بعد از نماز تلاوتِ قرآن کے وقت ان سے ملاقات ہوتی۔

حضرت احمد کا جہلم کا سفر

حضرت مولانا غلام حسن اور خاکسار 3۔4 جنوری 1903ء کو واپس پشاور آئے۔ اور حضرت احمد علیہ السلام مقدمہ مولوی کرم دین جہلمی کے سلسلہ میں 15 جنوری 1903ء کو قادیان سے جہلم تشریف لائے۔ اور قریباً دس ہزار افراد جہلم کے سٹیشن پر بغرض زیارت موجود تھے۔ اور یہ دورانِ قیام ایک ہزار افراد نے بیعت کی۔ محمد عجب خان ساکن زیدہ جو

ضلع ہزارہ تحصیل مانسہر میں۔ان دنوں نائب تحصیلدار تھے۔حضرت احمد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی غرض سے مانسہرہ سے جہلم آئے۔اورحضرت سید عبد اللطیف جہلم کے سفر سے واپس ہوکر قادیان تک پھر گئے۔اوروہاں سے رخصت لے کر براہ لاہور کاکل پور،کوہاٹ، ٹل خوست گئے۔بلآخر 14 جولائی 1903ء کو بحکم امیر حبیب اللہ خان بادشاہِ کابل بجرم احمدیت شہید ہوئے۔

احمدیت کی تشہیر

خاکسار نے پشاور آکر اپنے مدرسہ میں تبلیغ شروع کر دی۔ وہاں سے تمام شہر میں خاکسار کی شہرت ہوگئی کیونکہ تمام شہر کے لڑکے اسلامیہ ہائی سکول میں تعلیم پاتے تھے۔ شاہی باغ میں اسلامیہ ہائی سکول،مشن ہائی سکول،میونسپل بورڈ ہائی سکول،نیشنل ہائی سکول کے فٹ بال گراؤنڈ تھے۔اورقریب قریب تھے۔طلباء اسلامیہ کے ذریعہ باقی سکولوں کے طلبا کو بھی خاکسار کی احمدیت کا علم ہوگیا۔اورشاہی باغ کے ایک چمن تبلیغ احمدیت کا اکھاڑہ بن گئے۔

تبلیغ احمدیت

گویالندن کے ہائڈ پارک کی طرح مذہبی مباحثات کا دنگل۔اس شاہی باغ کی تبلیغ سے میرزا شربت علی صاحب احمدی ہوئے۔امیرخسرو برادرِکلاں میرزا شربت علی خان اور کئی اور دوست اور بلآخر محمد یعقوب خان بابڑی اے ساکن پیر پیائی ضلع پشاور۔جو آج کل لاہور مسلم ٹاؤن میں مقیم ہیں۔اوراخبار ’’لائٹ کے ایڈیٹر ہیں اورمسلم ہائی سکول لاہور کے ہیڈ ماسٹر رہ چکے ہیں۔احمدی ہوئے۔

قادیان آنا جانا

حضرت احمد علیہ السلام کے زمانہ حیات میں خاکسار کئی دفعہ قادیان گیا۔ دسمبر 1904ء کے جلسہ پر گیا۔ پھر جون جولائی 1904ء کے ایام میں قادیان اور گورداسپور گیا۔ وہاں پندرہ روز قیام کیا۔ پھر ستمبر 1904ء میں لاہور کے جلسہ 3 ستمبر 1904ء پر گیا۔ اور وہاں سے حضرت احمد کے ساتھ گورداسپور گیا۔ اس دفعہ جماعت پشاور کے قریباً افراد ساتھ تھے۔ وہاں زائد ایک ہفتہ قیام رہا۔ پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رخصتانہ کے موقعہ پر پشاور سے قادیان مئی 1906ء میں گیا۔ پھر نومبر 1907ء میں وہاں پندرہ دن رہا۔ پھر مئی 1908ء کو حضرت احمد علیہ السلام کی وفات پر احباب پشاور کے ساتھ گیا۔

خلافتِ اوّل کا قیام

اور 28 مئی 1908ء کو مسجد مبارک میں بعد از نماز ظہر حضرت نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بہ حیثیت خلیفۃ المسیح اوّل بیعت کی۔ حضرت مولانا غلام حسن صاحب رضی اللہ عنہ بھی اس بیعت میں شامل تھے۔ پھر دسمبر 1908ء کو جلسہ سالانہ پر گیا۔ پھر قریباً ہر سال جاتا رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی دعا

حضرت نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاکسار سے بڑی محبت تھی۔ دسمبر 1912ء میں خاکسار نے پشتو کتب کا مجموعہ ’’ ابلاغ حق‘‘ پیش کیا۔ بڑے خوش ہوئے۔ خاکسار نے تحریری درخواست دعا کے واسطے لکھ کر دی۔ اس پر تحریر فرمایا کہ

''انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔ آپ خود بھی دعا کریں۔ ایک رؤیا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایران برباد ہوگئی۔ گو مجھے تبرا کرتے ہیں۔ مگر اس کی پرواہ نہیں۔ میں اب فوجیں تیار کرتا ہوں۔ اللہ کرے تم بھی افسرِ فوج ہو جاؤ۔''

مولوی محمد علی کا اختلاف

یہ تحریر خاکسار کے پاس محفوظ ہے۔ 14 مارچ 1914ء کو حضرت نورالدین صاحب فوت ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب نے بغاوت کا علم بلند کیا۔ خاکسار نے بھی جولائی 1914ء تک مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے حصہ لیا۔ جس پر ہزار افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ اگست میں خاکسار اس افتراق پر پشیمان ہوا۔ اور ستمبر سے قادیان بھی چندہ ارسال کرنا شروع کیا۔ نومبر 1914ء میں بمبئی بغرض استقبال خواجہ کمال الدین کا جب کہ وہ لندن سے واپس آ رہے تھے۔ لاہور کے پہلے جلسہ سالانہ پر لاہور گیا پھر وہاں سے قادیان گیا۔

تجدید بیعت

قادیان میں 30 دسمبر 1914ء کو حضرت میرزا محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعتِ خلافت کی اور جماعت احمدیہ میں پھر شامل ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

یکم جنوری 1915ء پشاور میں غیر مبائعین نے خاکسار کے بائیکاٹ کا مشورہ پاس کیا۔ خاکسار نے بالا خانہ میرزا عبدالرحیم صاحب احمدی واقع بازار جہانگیر پورہ شہر پشاور میں جو دسمبر 1912ء میں ہمارے قبضہ میں تھا۔ علیحدہ انجمن احمدیہ پشاور قائم کی۔ اور پشاور شہر میں کوئی مبائع احمدی موجود نہ تھا۔

تعمیر مسجد احمدیہ پشاور

خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ اور ہماری جماعت آہستہ آہستہ بڑھنی شروع ہوئی۔ اور ہم کو 1920ء میں ایک مسجد احمدیہ کی تعمیر کی تجویز کرنی پڑی۔ جولائی 1919ء میں کوچہ گلبادشاہ میں ایک مرہونہ جائیداد میں سے ایک حصہ خریدنے کا موقعہ ملا۔ 1921ء تک کل جائیداد خرید لی۔ جو ساڑھے سات مرلے زمین تھی اور 1923ء تک مسجد احمدیہ مردانہ ومہمان خانہ دار الفضل مکمل ہو گیا۔ 1923ء میں دار الرحمت میں بھی مکمل ہو گیا۔ 1938ء میں زنانہ مسجد احمدیہ بھی بن گئی۔ 1934ء میں وسیع قطعہ قبرستان کا بھی خرید کیا گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

جماعت احمدیہ کی ترقی

ہم خدا کے فضل سے صوبہ سرحد میں بڑھتے گئے۔ اور غیر مبائعین مٹتے گئے یہاں تک کے حضرت مولانا غلام حسن خان ؓ بھی خاکسار کی تحریک سے 1940ء میں شامل خلافت احمدیہ ہو گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك۔

حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کے ساتھ ہمارے تعلقات قدیم سے تھے۔ میں بیعتِ احمدیت کے بعد اکثر ان کے درسِ قرآن میں شامل ہوتا رہا۔ اور قرآن کریم کا علم اُن سے اور حضرت نور الدین اور حضرت احمد علیہ السلام سے حاصل ہوا۔

طلبا میں تبلیغ

خاکسار نے تبلیغ کا سلسلہ میونسپل بورڈ ہائی سکول مشن ہائی سکول۔ مشن کالج پشاور اور

اسلامیہ کالج پشاور میں مسلسل جاری رکھی۔ اور کثرت سے طلبا نے احمدیت قبول کی۔ اضلاع ہزارہ، پشاور، مردان، کوہاٹ بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے طلبا تک احمدیت کا پیغام پہنچا یا۔ اور قریباً ایک سو بیس افراد میرے ذریعہ براہ راست یا میرے احمدیوں کے ذریعہ سے اوروں تک احمدیت پہنچی۔ اور داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

تالیف وتصنیف

صوبہ سرحد میں سب سے پہلے خاکسار کو خدا تعالیٰ نے پشتو، فارسی، اُردو زبان میں زائد از ایک سو کتب رسائل اور چوورقے اشتہارات اور مختلف مضامین پر شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اور کثرت سے مضامین نظم ونثر میں اخبار الحکم، بدر، فاروق، الفضل اور ریویو آف ریلیجنز اردو میں لکھے۔ کثرت سے مباحثات میں خود حصہ لیا۔ اور علماء سے گفتگو کی اور وفات حضرت عیسیٰ ناصری اور آیت خاتم النبیین پر تبادلہ خیالات کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم کو فتح دی۔ الحمد للہ۔ آیت **جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة** کا نظارہ مشاہدہ کرتے رہے۔ (1) انجمن اشاعت اسلام پشاور (2) اکاذیب مساسٹر نظام الدین گجراتی (3) مولوی کفایت حسین شیعہ (4) اہلحدیث پشاور (5) انجمن غیر مبائعین پشاور ولاہور (6) مجلس احرار پشاور کی تردید میں مضامین ورسائل تحریر کئے۔

قاتلانہ حملہ

9 جون 1935ء کو پشاور بازار قصہ خوانی میں عبدالعزیز احراری نے خاکسار پر پستول سے حملہ کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اس آتشی موت سے نجات دی۔ اور حضرت احمد علیہ السلام کا الہام ’’ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ میری غلام بلکہ غلاموں کی غلام

ہے۔'' یہ غلام حضرت احمد قادیانی نہ صرف دشمن کے حملہ سے بچا بلکہ خدا نے اُن کو توہین رسول کے غلط الزام میں جھوٹا ثابت کیا۔ اور قاتل 9 سال کی سزا پا گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

تعمیر مساجد

خاکسار نے صوبہ بھر میں مساجد احمدیہ کی تعمیر کے واسطے کوشش کی۔ (1) پشاور شہر میں مردانہ وزنانہ مسجد تعمیر ہوئی۔ (2) سول کوارٹرز پشاور میں ایک خوبصورت اور ہوا دار مسجد بمع دو گھر اور آٹھ دوکانات بنائی گئیں۔ (3) قبرستان مل گیا۔ (4) مردانہ بکٹ گنج میں مردانہ مسجد میاں محمد یوسف صاحب کے ذریعہ اور زنانہ خاکسار کے ذریعہ سے بن گئی۔ (5) ہوتی میں خاکسار نے اپنے ہاں سے تین ہزار روپیہ خرچ کر کے مردانہ مسجد اور مہمان خانہ تعمیر کیا۔ (6) ضلع ہزارہ، ایبٹ آباد میں مسجد احمدیہ کی تعمیر کی اور اپنی اراضی میں سے 6 مرلہ برائے نام قیمت پر اور ساڑھے تین مرلہ قیمتی اکیس صدر روپیہ مفت دیا۔ (7) کوہاٹ میں میری تحریک اور کوشش سے مسجد احمدیہ بن گئی۔ (8) ڈیرہ اسماعیل خان میں خاکسار کی تحریک سے 12 کنال زمین بغرض تعمیر خرید لی گئی۔ ایک مسجد بن گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالك۔

اُمرا کو تبلیغ

خاکسار سالہا سال سے امیر جماعت ہائے احمدیہ سرحد رہا۔ اور صوبہ کے ہر گوشہ میں خیر وشر پر پہنچتا رہا۔ خاکسار نے سر شجاع الملک مہتر چترال کو خود حاضر ہو کر تبلیغ احمدیت کی۔ اور کتب سلسلہ پیش کیں۔ ہز ہائینس ناصر الملک مہتر چترال کو اکثر بغرض تبلیغ ملتا رہا اور اس

کے خیالات اہلحدیث سے احمدیت کی طرف مائل کر دئے۔

اور خاندان مہتر چترال کو اسلامیہ کالج پشاور میں تبلیغ کی گئی۔

خاکسار نے سردار محمد یوسف خان والد اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کو تبلیغ کی۔ پھر خود سردار محمد نادر خان کو جب کہ وہ سفیر فرانس ہو کر فرانس جا رہا تھا۔ ایک وفد پیش کر کے تبلیغ کی۔ پھر شجاع الدولہ گورنر ہرات کو ڈین ہوٹل پشاور میں تبلیغ کی۔

حکامِ وقت کو تبلیغ

خاکسار نے ہر چیف کمشنر صوبہ سرحد کو ڈپٹی کمشنران اضلاع صوبہ سرحد اور دوسرے افسروں کو بذریعہ خطوط و کتب و رسائل تبلیغ کی۔ اور آنریبل سر الف گرفتھ۔ آنریبل کرنل کین کو زبانی مل کر تبلیغ اسلام کی۔ الحمد للہ علی ذالك

مباحثات

قصبہ ہوتی میں مولوی عبد الحنان اور دوسرے علماء شہر مردان میں مولوی محمود امام مسجد خان بہادر محمد ابراہیم خان نے موضع سفید ڈھیری میں مولوی بہرام اور دوسرے علمائے احناف سے۔ پشاور شہر میں مسجد کوٹلہ فیلبانان میں مولوی بہرام اہلحدیث سے مباحثات کئے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور میر مدثر شاہ کا خاکسار نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوا۔

انعامات الٰہیہ

خدا تعالیٰ نے حضرت احمد کی دعاؤں اور حضرت نور الدین اور حضرت محمد احمد صاحب کی

توجہ خاص کی برکت سے علم قرآن دیا۔ ہدایت دی۔ صحت دی۔ دو بیویوں دیں۔ چار نرینہ اولاد۔ پانچ لڑکیاں دیں۔ جو زندہ ہیں۔ اور پانچ لڑکے اور چھ لڑکیاں دیں جو فوت ہو گئے کل اولاد 20 افراد دئے۔ کشادہ رزق عطا کیا۔ کسی کا محتاج نہ رکھا۔ **انی مھین من اراد اھانتك** کا الہامی وعدہ ہمارے ساتھ بھی پورا کرتا رہا۔ اگر کسی نے خاکسار کے طرف بنظر عناد یا فساد یا بدنیتی دیکھا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس کو قابل عبرت سزا دی۔ اور ہمارے ساتھ **انی معین من اراد اعانتك** ہر طرح پورا ہوتا نظر آیا۔ **الحمد لله علیٰ ذالك**

سیر و سیاحت

خاکسار نے کثرت سے سفر و سیر کئے۔ اور کابل، کشمیر، کوئٹہ، مستونگ، کراچی، آگرہ، بمبئی، کلکتہ، شملہ، دہلی اور علی گڑھ بار بار دیکھے۔ اور پنجاب کے اکثر شہر دیکھے۔

امارت سرحد

حضرت نورالدین صاحب کی دعا میرے حق میں اس طرح پوری ہوئی کہ ایران سے مراد جماعت احمدیہ ہے جس میں مولوی محمد علی نے علم بغاوت بلند کیا۔ حضرت محمود احمد ظل عمرؓ ثابت ہوئے۔ جس نے بغاوت کے مقابلہ میں دفاع کیا اور خاکسار کو صوبہ سرحد میں امیر جماعتہائے احمدیہ یا بقول حضرت نورالدین صاحب افسر فوج مقرر کیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

خلیفۃ المسیح کا ورود سرحد۔

خاکسار کی تحریک سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپریل 1948ء میں صوبہ سرحد

تشریف لائے اور کامیاب دورہ فرمایا۔ اور کئی توہمات کو غلط ثابت کر گئے۔

ملازمت حکومت

خاکسار نے 3 ستمبر 1906ء لغایت 1934ء حکومت صوبہ سرحد میں، دفتر چیف کمشنر میں ملازمت کی۔ جس میں سے چار سال 1913 لغایت 1917ء دفتر کمانڈنٹ فرنٹیر کنسلیٹری میں سیکنڈ کلارک رہا۔ اور اپریل 1920 لغایت جولائی 1922ء ہیڈ کلارک دفتر سپرنٹنڈنٹ سینس صوبہ سرحد رہا۔ اور جنوری 1909ء لغایت دسمبر 1910ء نائب ناظم وقائم مقام ناظم گورنمنٹ ہاؤس رہا۔ اور نومبر 1925ء لغایت جون 1932ء ناظر گورنمنٹ ہاؤس رہا بالآخر دفتر گورنر میں اسسٹنٹ جنرل، اسسٹنٹ پولیٹیکل ایک سال رہا۔ اور پھر چند ماہ آخر میں چیف ایکزامینر رہا۔ اور بخار اور درد گردہ سے لاچار ہو کر 27 سال ملازمت کر کے ستمبر 1934ء میں میڈیکل بورڈ نے پنشن کی سفارش کی۔ اور ملازمت سے سبکدوش ہوا۔

تغیرات سیاسی کا نظارہ

میں خدا کے فضل سے ستمبر 1934ء لغایت 31 دسمبر 1959ء پنشن پا رہا ہوں اور پورے 24 سال ہو گئے۔ اس وقت میری عمر قمری حساب سے پورے 78 سال اور شمسی حساب سے قریباً 76 سال ہے۔ احمدیت پر کامل 57 سال گذر گئے۔ ہندوستان پر ملکہ وکٹوریہ قیصر ہند۔ ملک معظم ایڈورڈ ہفتم۔ ملک معظم جارج خامس، ملک معظم ایڈورڈ ہشتم اور ملک معظم جارج سادس کا زمانہ پایا۔ اور ہمارے سامنے دولت خداداد پاکستان قائم ہوا۔ اور قائداعظم محمد علی اور اس کے جانشین خواجہ ناظم الدین وغیرہ کا زمانہ دیکھا۔

افغانستان پر امیر عبدالرحمٰن خان ۔امیر حبیب اللہ خان ۔سردار نصر اللہ خان ۔امیر امان اللہ خان ۔امیر عنایت اللہ خان ۔امیر حبیب اللہ معروف بچہ سقہ۔محمد نادر شاہ اور محمد ظاہر شاہ کا زمانہ دیکھا۔

میرے اہل بیعت

میری زندہ نرینہ اولاد میں سے اس وقت پہلی بیوی کے بطن سے محمد احمد اور محمود احمد ہیں ۔اور دوسری بیوی کے بطن سے بشیر احمد اور مسعود احمد ہیں ۔خدا تعالیٰ ان کو عمرِ دراز صحتِ بدن صحتِ ایمان اور اعمال صالحہ اور رزقِ حلال عطا کرے اور احمدیت کی برکات سے مستفید کرے ۔ آمین ۔ خدا تعالیٰ خاکسار کو اس وقت تک زندہ رکھے جب تک کہ زندگی میرے واسطے مفید ہو ۔اور اس وقت موت دے جب کہ موت میرے واسطے مفید ہو ۔اور طالب مرگ ایاك نعبد و ایاك نستعین کی دعا اور عمل کی توفیق دے ۔عاقبت محمود کرے ۔آمین

میرے داماد محمود احمد خان بن امیر اللہ خان ساکن اسماعلیہ اور خلیل احمد خان اور بشیر احمد خان پسران محمد خواص خان ساکن غلہ ڈھیر ہیں ۔خدا تعالیٰ ان سب کو مخلص ،مومن اور باعمل احمدی رکھے اور دنیا وآخرت کے حسنات سے نوازے ۔آمین ۔

فہرست احباب جو خاکسار کی تبلیغ یا ذریعہ سے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے

بزمانہ حضرت احمد علیہ السلام

(1) بابو دلاور خان صاحب ولد محمد امیر خان صاحب ساکن اسماعلیہ ضلع مردان۔ اخبار الحکم مورخہ 31 جولائی 1903ء مقیم پشاور کوچہ گل بادشاہ (2) محترم خان زادہ امیر اللہ خان صاحب خلف خداداد خان اسماعلیہ ضلع مردان۔ (3) حضرت مولوی عطاء اللہ شہید ساکن اسماعیلیہ 1904ء (4) بابو محمد عالمگیر خان صاحب اوورسیر 1905ء ساکن اسماعلیہ (5) میرزا شربت علی خان صاحب خلف محمد عمر خان ساکن کوچہ بھوانی داس جہانگیر پورہ شہر پشاور ہیڈ کلرک ترناب فارم 1904ء (6) امیر خسرو صاحب وحید علی خان صاحب پسران محمد عمر خان صاحب کوچہ بھوانی داس 1904ء (8) الفدین صاحب متبنیٰ عبدالکریم ٹھیکدار منڈی بیری طالب العلم اسلامیہ ہائی سکول پشاور (9) خان زادہ محمد یوسف خان خلف خاوی خان ساکن زیدہ ضلع مردان طالب علم اسلامیہ ہائی سکول پشاور 1904ء (10) خان محمد ارشاد علی خان خلف خان محمد ابراہیم خان ساکن زیدہ ضلع مردان مقیم ہری پور 1906ء (11) حضرت مولوی مظفر احمد صاحب حافظ قرآن ساکن کلانور مقیم ملاکنڈ پے حوالدار سوات بوی 1904ء محترم خان بہادر سعد اللہ خان صاحب خٹک صوبیدار میجر سوات لیوی ملاکنڈ۔ ساکن امیر و تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور بذریعہ حافظ مظفر احمد۔

بزمانہ حضرت نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ وحضرت میرزا محموداحمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ؓ

(1) خان زادہ گل محمد خان خلف شاہ محمد خان ساکن زیدہ بزمانہ طالب العلمی مقیم پشاور حال ایڈووکیٹ صوابی ضلع مرادان 1910ء(2) خانزادہ علی بہادر خان (3) خانزادہ عبد العزیز خان اور (4) خانزادہ عبدالقیوم خان پسران رسالدار میجر عبدالقادر خان صاحب ساکن زیدہ ضلع مردان 1910ء طلباء مشن ہائی سکول پشاور (5) ملک فیض محمد خان خلف شادمحمد خان ساکن زیدہ ضلع مردان 1910ء(6) خانزادہ محمد دلاورخان۔خان بہادر خلف خان بہار عبدالقادر رئیس ساکن جھنڈا ضلع مردان (7) بہادر شیر خان خلف سمندر خان ساکن زیدہ طالب علم مشن ہائی سکول پشاور (8) شیر افضل خان خلف عبدالقادر خان ساکن جھنڈا طالبعلم مشن ہائی سکول پشاور (9) ملک محمد ایوب خان صاحب نمبردار شیخ محمدی ضلع پشاور 1911ء (10) عبدالرؤف خان پسر کلان محمد ایوب خان شیخ محمدی 1911ء (11) اُستاد صاحب گل صاحب ساکن شیخ محمدی (12) احمد گل صاحب برادر استاد صاحب گل صاحب شیخ محمدی (13) عبدالاحد صاحب پوسٹ مین شیخ محمدی (14) فقیر محمد خلف محمد امیر صاحب مدرس مڈل سکول زیدہ طالب العلم مشن ہائی سکول پشاور (15) فیض احمد صاحب میناری ساکن محلہ خویشگی گھنٹہ گھر پشاور (16) محمد عمر خان افغان ساکن شیر شاہی سمت مشرقی افغانستان (17) صاحبزادہ عبدالمطلب ساکن لنڈی اخون احمد ضلع پشاور (18) نورگل خان ساکن نودہ ضلع مردان ملازم خان محمد اسلم خان صاحب برہ خان خیل مردان 1912ء (19) میاں شہاب الدین صاحب مشن کالج پشاور خلف میاں شفیع

الدین صاحب سُرخ ڈھیری ضلع مردان 1912ء (20) اخوندزادہ فضل خالق صاحب ساکن میاں عیسیٰ شب قدر ضلع پشاور 1912ء مشن کالج پشاور (21) قاضی عبد الخالق صاحب خلف قاضی نصیر الدین صاحب ہری پور ہزارہ مشن کالج پشاور 1912ء (22) شیخ عبد الخالق صاحب نومسلم کمپونڈر مشن ہسپتال پشاور حال مقیم ربوہ ضلع جھنگ 1913ء (23) سالومن کرسچن نومسلم کالج پشاور 1913ء (24) صاحبزادہ محمد ہاشم جان صاحب مجدّدی ساکن شیر شاہی افغانستان مقیم تیراہی ضلع پشاور 1913ء (25) محمد صفدر جان پٹواری خلف الرشید استاد محمد جہانگیر خان عزی خیل ہوتی 1911ء (26) قاضی محمد عمر صاحب خلف الرشید قاضی عبد الحق صاحب قاضی خیل ہوتی ضلع مردان پٹواری 1911ء (27) قاضی محمد شفیق صاحب خلف قاضی محمد صدیق صاحب قاضی خیل ہوتی ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ مردان دسمبر 1912ء بزمانہ طالب العلم اسلامیہ کالج پشاور (28) محمد یعقوب خان صاحب ہابڑا ساکن پیر پیائی ضلع پشاور بی اے بی ٹی دسمبر 1912ء ایڈیٹر اخبار لائٹ لاہور (29) کرنل صاحبزادہ احمد خان خلف سید لطیف صاحب خلف حضرت سید امیر صاحب رحمۃ اللہ ساکن کوٹھا ضلع مردان بزمانہ طالب العلمی مشن کالج پشاور 1912ء (30) محمد شریف صاحب کہنہ دوز ساکن اخوان محمد لنڈی پشاور 1913ء (31) مولوی عبد الحیٔ خاں صاحب کلرک میونسپل بورڈ پشاور خلف مولوی عبد الرحیم صاحب پنشازی اے۔سی ساکن شاہی بالا۔ ضلع پشاور 1912ء (32) ملتان خان صاحب ساکن شاہی بالا مقیم اچینی پابان 1912ء (33) محمد عجب خان صاحب خلف خواجہ محمد صاحب ساکن اسماعیلیہ کلرک دفتر کمانڈنٹ فرانٹیر کانسٹبلری سرحد مقیم پشاور (34) بابو نصر اللہ خان صاحب خلف میرزا نظیف اللہ خان صاحب ساکن طورو۔ ضلع مردان 1912ء (35) بابو گل بادشاہ صاحب ساکن پیر پائی ضلع پشاور 1912ء پوسٹ

ماسٹر(36) قاضی عبد الرؤف صاحب خلف قاضی نصر اللہ خان صاحب ساکن لنڈی اربابان ضلع پشاور 1914ء(37) مولوی عبد القیوم صاحب سواتھی ایڈووکیٹ مانسہرہ بزمانہ طالب العلم اسلامیہ کالج پشاور 1918ء(38) قاضی مظہر الحق صاحب خلف مولوی منہاج الدین صاحب ساکن کوٹ نجیب اللہ ہزارہ بزمانہ طالب العلمی اسلامیہ کالج پشاور 1918ء(39) بابو غلام محمد صوفی ساکن ڈیرہ اسماعیل خان بزمانہ طالب العلمی اسلامیہ کالج پشاور(40) محمد رستم خان صاحب خلف صوبہ دار محمد دلاور خان صاحب ساکن جلوزائی ضلع پشاور بزمانہ طالب العلمی اسلامیہ کالج پشاور(41) محمد نجیم خان صاحب ساکن پنج پیر ضلع مردان بزمانہ طالب العلمی اسلامیہ کالج پشاور(42) محمد سرفراز خان صاحب خلف محمد شریف ساکن موچی پورہ شہر پشاور 1917ء(43) منشی غلام محمد خان صاحب بلوچ محرر دفتر چیف کمشنر صاحب سرحد پشاور ساکن بستی سوری لنڈاں ضلع غازی خان۔(44) سکندر خان صاحب بلوچ برادر منشی غلام محمد خان صاحب(45) مختار احمد صاحب ایم اے اور افتخار احمد صاحب ایم اے اور(46) افتخار احمد صاحب پسران حضرت حافظ مظفر احمد صاحب مرحوم پشاور(47) میاں بہادر دین ساکن چمکنی ضلع پشاور سوداگر جفت چرم کوچہ گلبادشاہ شہر پشاور(48) میاں عبد اللطیف صاحب شفق بی۔اے(49) میاں عبد الرفیق صاحب(50) میاں عبد الرشید صاحب(51) میاں عبد اللہ جان(51) میاں عبد الحمید صاحب پسران میاں بہادر دین صاحب موصوف(52) حضرت میرزا محمد رمضان علی خان صاحب خلف ملا عبد الرزاق صاحب کوچہ رسالدار شہر پشاور(53) مولوی غلام رسول صاحب ریڈر سیشن جج پشاور ساکن پنڈی لالہ ضلع گجرات مقیم پشاور(54) میرزا اشربت علی خان صاحب 1936ء(55) میاں احمد جان صاحب خیاط پسر محمد خلیل صاحب پشاور(56) حضرت محمد اسماعیل صوفی 1925ء کوچہ کاچ پڑاں پشاور(57) بابو نصر

اللہ خان صاحب طورو 1915ء (58) خان زادہ تاج محمد خان خلف خان خداداد خان آف اسماعیلہ ضلع مردان۔ (59) خانزادہ امیر زادہ خان صوبہ دار (60) خان زادہ عبد الرحمٰن خان (61) خان زادہ محمود احمد خان (62) خان زادہ عزیز احمد خان (63) خان زادہ عبد الرحیم خان پسران امیر اللہ خان ساکن اسماعیلہ ضلع مردان (64) امیر محمد خان خلف شیر محمد خان بذریعہ عموش امیر احمد خان ساکن اسماعیلہ ضلع مردان (65) میاں اعراف اللہ صاحب کا کاخیل ساکن دھوبیان ضلع مردان پنشنر پوسٹ ماسٹر 1923ء (66) میجر جنرل احیاء الدین صاحب خلف خان بہادر میاں وسیع الدین صاحب سُرخ ڈھیری۔ ضلع مردان بزمانہ طالب العلمی 1924ء (67) محترمہ قانتہ بیگم صاحبہ بذریعہ میجر جنرل احیاء الدین صاحب برادر (68) والدہ صاحبہ میاں فضل ہادی سُرخ ڈھیری بذریعہ پشتو کتب (69) میاں فضل ہادی صاحب بی اے بی ٹی کا کاخیل سرخ ڈھیری ضلع مردان ہیڈ ماسٹر مدارس سرحد (70) محترم خان صاحب میاں فضل حق صاحب بی اے رئیس نزئے ضلع مردان صدر جماعت ہائے احمدیہ سرحد (71) میاں فضل رحیم صاحب خلف صاحب شاد میاں کا کاخیل ساکن سُرخ ڈھیری کلرک انہار (72) خان بہادر میاں وسیع الدین خلف میاں برہان الدین ساکن سُرخ ڈھیری ضلع مردان (73) اخوانزادہ محمد شاہ صاحب خلف اخون زادہ حضرت شاہ صاحب ساکن دوبیان ضلع مردان بزمانہ ڈرل ماسٹری مشن ہائی سکول پشاور 1923ء (74) محمد نوشاد خان خلف حضرت شاہ ساکن دوبیان ضلع مردان افسر محکمہ حیوانات سرحد (75) سمندر خان صاحب ساکن کیری۔ ہزارہ 1917ء (76) مولوی عبد الرحمٰن صاحب ساکن کیری بذریعہ سمندر خان کیری ہزارہ (77) میر حبیب اللہ شاہ صاحب ساکن داتہ ضلع ہزارہ 1920ء (78) پیر احمد زمان شاہ خلف میر حبیب اللہ شاہ صاحب داتوی بزمانہ طالب علمی مشن ہائی سکول پشاور 1920ء (79)

کرامت اللہ خان صاحب خلف سعد اللہ خان بابڑ ساکن پیر سپائی ضلع پشاور ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر بذریعہ پیر احمد زمان بہ زمانہ طالب العلمی مشن ہائی سکول پشاور 1926ء (80) ملک چراغ شاہ صاحب موضع اچینی پایان ضلع پشاور (81) محمد جمشید خان صاحب موضع بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ پشاور ساکن اچینی پایان (82) مقبول شاہ بی اے ہیڈ کلرک فرانٹر کور سرحد ساکن اچینی پایان پشاور (83) اسرار حسین صاحب خلف ملک صندل خان نمبردار اچینی پایان (84) میمون شاہ صاحب (85) محمد اکبر شاہ صاحب پسران چراغ شاہ صاحب اچینی پایان پشاور (86) مہر دل خان صاحب ساکن اسپانڈو ضلع پشاور (87) ملک کندل خان صاحب سفید ڈھیری بذریعہ خاکسار احمدیت کی طرف مائل پھر بذریعہ مباحثات 1926ء (88) فقیر محمد خان صاحب سفید ڈھیری (89) فیض محمد خان صاحب مرحوم سفید ڈھیری بذریعہ مباحثات 1926ء (90) ملک عبد القیوم خان خلف ملک ایوب خان صاحب ساکن شیخ محمدی۔ ضلع پشاور (91) رحمت اللہ خان صاحب جدون موضع شیخاں انڈی 1928ء (92) ڈاکٹر محمد رمضان صاحب ترک نملی ہزارہ 1928ء (93) محمد صادق صاحب ترک (94) محمد رفیق صاحب ترک برادر زادگان ڈاکٹر محمد رمضان صاحب بذریعہ ڈاکٹر صاحب۔ (95) گل زمان خان ساکن ہوتی بذریعہ پشتو کتب (96) عبد الکریم بابا صاحب اہل حدیث اچینی پایان۔ (97) ارباب محمد عجب خان صاحب بی اے ساکن تہکال بالا ضلع پشاور (98) ملک وحید الزامان صاحب خلف مولوی عبد الرحمٰن صاحب ساکن تیمور کہولہ ہزارہ کمپونڈر لیڈی رنگ ہسپتال پشاور (99) ملک نور احمد صاحب نمبردار شیخ محمدی پشاور (100) ملک عبد لغنی خان صاحب صدر جماعت احمدیہ شیخ محمدی پشاور (101) استاد صاحب گل صاحب شیخ محمدی۔ (102) صاحبزادہ خلیل الرحمٰن خان صاحب بازید خیل ضلع پشاور (103) صاحبزادہ سیف الرحمٰن خاں

صاحب بذریعہ خان بہادر محمد دلاور خان صاحب بازید خیل پشاور (104) میرزا یوسف علی خان (105) میرزا رجب علی خان پسران نوروز علی خان ساکن چڑوہ کوہان شہر پشاور (106) میرزا اندر علی خان ساکن پشاور (107) خان صاحب شیخ خدا بخش صاحب پنشنر آئی اے سی پشاور (108) مستری میاں محمد صاحب مکی (109) میجر عبد الحمید صاحب خلف راجہ سید اکبر خانصاحب اور اس کا والد راجہ سید اکبر خان پنشنر محرر سیشن ججی پشاور ساکن کہوٹہ ضلع جہلم (110) حضرت اللہ مہمند ساکن عمرے بانڈے پشاور بذریعہ گل زمان خان (111) شاہپور خان صاحب بذریعہ محمد صفدر جان صاحب غزنی خیل ہوتی (112) محمد الطاف خان صاحب باجوڑی کلرک محکمہ انہار بذریعہ گل زمان خان صاحب احمدی ساکن ہوتی (113) حضرت خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب رضی اللہ عنہ تجدید بیعت خلافت۔

ان لوگوں کے علاوہ اور بہت سے لوگ ہیں جو خاکسار کی تبلیغ سے احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔ موضع سفید ڈھیری کے اکثر غیر مبائعین یا جو غیر مبائع سے پھر احمدی ہوئے۔ اُن کے ذریعے سے جو لوگ ہائے یا جو لوگ میرے ذریعہ احمدی ہوئے یا غیر مبائع سے مبائع ہوئے۔ ان کی اولاد پشتو کتب پڑھ کر بلوچستان، قندہار، کوئٹہ، برما، حیدر آباد دکن اور کابل کے بعض افراد داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔

نوٹ: اس فہرست میں جو نام دوبارہ آئے ہیں اس تجدید بیعت خلافت ثانیہ مراد ہے۔

تحریرات کی یادداشت

قلمی جہاد

(1) خاکسار نے اُردو ریویو آف ریلجنز جنوری 1919ء اور جون 1921ء میں مضامین شائع کئے۔

(2) اخبار الحکم قادیان میں نثر اور نظم میں 1905ء اور اس کے بعد مضامین شائع کئے۔

(3) اخبار ''بدر'' قادیان میں نثر اور نظم میں جنوری 1908ء اور اس کے بعد بھی مضامین شائع کئے۔

(4) اخبار ''فاروق'' قادیان میں نثر اور نظم 1915ء اور اس کے بعد مضامین شائع کئے۔

پشتو زبان میں

(1) وفات المسیح ناصری صفحات 52۔(2) آثار قیامت صفحہ 72

(3) نزول المسیح صفحہ 142، 1942ء(4) عقائد احمدیہ صفحہ 72، 1912ء

(5) خروج دابۃ الارض۔صفحہ 12، 1911ء

(6) خروج الدجال 1912ء(7) خروج یاجوج ماجوج صفحہ 80۔1912ء

(8) تحفۃ النبوّۃ صفحہ 80، 1912ء

(9) ضمیمہ تحفۃ النبوّۃ صفحہ 52 کل مجموعہ کا نام ابلاغ حق

(10)الاسلام صفحہ 80، 1912ء (11)التبلیغ نمبر 1، 1913ء پشتو نظم صفحہ 8

(12)دلائل قرآنیہ بروفات عیسیٰ ناصری صفحہ 16

(13)التبلیغ نمبر 3 دلائل وفات عیسیٰ ناصر از سلف صالحین صفحہ 24، 1913ء

(14)تردید دلائل حیات عیسیٰ ناصری صفحہ 26، 1913ء

(15)حقیقۃ المہدی صفحہ 432، 1913ء

(16)تذکرۃ النبی منجانب رضاء اللہ

(17)تذکرۃ النبی منجانب خان بہادر محمد دلاور خان صفحہ 240

(18)دُرعدن پشتو صفحہ 96 بطرز نظم

(19)حقیقۃ الیسوع (20)حقیقۃ المسیح (21)النبوۃ فی القرآن

(22)الموعود فی القرآن صفحہ 56 (23)تفسیر خاتم النبیین وسلف صالحین صفحہ 34

(24)مطاع نبی (25)مطالبات برہانیہ صفحہ 28 (26)عذاب اور رسول صفحہ 12

(27)التبلیغ نمبر 1 صفحہ 80 (28)پشتو لغایت غیر مطبوعہ (29)تفسیر القرآن چار جلد غیر مطبوعہ (30)پشتو دیوان احمدی صفحہ 408

(31)آہ! نادرشاہ َ شہ (32)احمدیت اور افغانستان (33)احسن الحدیث (34) تاریخ بنی اسرائیل قلمی (35)پشتو ضرب الامثال (36)قواعد پشتو (37)افغانستان اور احمدیت (38)پشتو کا قاعدہ (39)درمیہی کتاب (40)دویم کتاب

فارسی کتب

(1)دُرعدن فارسی نظم (2)احمد موعود (3)انسان کامل (4)آیت خاتم النبیین وتفسیر سلف صالحین (5)وفاتِ حضرت عیسیٰ ناصری (6)عقائد احمدیہ (7)خطاب بہ بنی اسرائیل غیر مطبوعہ (8)فضیلت سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر جمیع انبیاء (9)عقائد

احمدیہ فارسی منظوم

اُردو کتب ورسائل وچوورقہ ہا

(1) النبوۃ فی القرآن صفحہ 432 (2) النبوۃ فی الوحی والالہام (3) النبوۃ فی الاحادیث (4) چیلنج انعامی یک صدروپیہ دربارہ نبوت (5) درعدن نظم اُردو (6) کتاب الحیات (7) مولوی محمد علی کا موجودہ مذہب خلافِ احمد زمان (8) امتیاز (9) احمدی جری اللہ (10) احمد مدعی نبوت (11) احمد مدارِ نجات (12) اسمہ احمد (13) احمد کے دعویٰ کی بنیاد (14) تذکرۃ الحسن (15) ایک غلط فہمی کا ازالہ صفحہ 32 (16) اناجیل کا یسوع اور قرآن کا عیسیٰ (17) صیانۃ الصالحین (18) احمد کی پاکیزہ زندگی (19) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات مقدسہ (20) مجھے میرا مذہب کیوں پیارا ہے۔ (21) وفاتِ حضرت عیسیٰ ناصری (22) تنقید براشتہار یوم الدعا (23) آنے والا مسیح آ گیا۔ (24) دودرجن چیلنج (25) سیدنا حضرت محمد اور قیام امن (26) عاقبۃ المکذبین حصہ اوّل افغانستان (27) عاقبۃ المکذبین حصہ دوئم قلمی (28) یسوع اور آسمان (29) یسوع اور صلیب (30) کیا یسوع خدا تھا؟ (31) کیا یسوع خدا کا بیٹا تھا۔؟ (32) کیا یسوع نبی تھا۔؟ (33) کیا یسوع بے گناہ تھا۔؟ (34) عیسائیت کی اصلیت نمبر 1 (35) عیسائیت کی اصلیت (36) یسوع اور تثلیث (37) خالق الطیور (38) عالم الغیب (39) محی الموتی (40) کلمۃ اللہ (41) روح اللہ (42) روح القدس (43) عیسائیوں کے نام ایک خط (44) عیسیٰ در کشمیر (45) کُھلا خط بنام مولوی ثناء اللہ (46) فتح مبین (47) ماسٹر نظام الدین کے نام چیلنج (48) ماسٹر نظام الدین کے نام دوسرا چیلنج (49) کھلا خط بنام مولوی محمد علی (50) میر مدثر شاہ کا مذہب خلاف حضرت احمدیہ علیہ السلام (51)

میر مدثر شاہ کے دو مذہب(52) مولوی محمد علی صاحب کے دوسوالوں کا جواب(53) اشتہارات تردیدغیر مبائعین در بارہ توہین رسالت(54)اشتہارات تردیدمولوی کفایت حسین شیعہ(55)اشتہارتردیدانجمن اشاعتِ پشاور(56) قاطع الانف الشیعہ (57) عقائداحمدیہ(58) خواجہ کمال الدین کے پانچ سوالوں کا جواب(اخبارالفضل 11 مارچ 1915ء)(59)مختصرتاریخ احمدیت سرحد قلمی(60)ظہوراحمدموعود

(19)محمد دلاورخاں اسماعیلوی

بابو محمد دلاورخان خلف محمد امیرخان ساکن شیرہ غونڈہ ہیں۔ان کے تربوزوں نے ان کے والدکوقتل کردیا۔اوروہ یتیم ہوکر بمعہ ہمشیرہ خودموضع اسماعیلہ ضلع مردان میں اپنی رشتہ دار بہن کے ہاں مقیم ہوگئے۔ یہاں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اور پشاور آکر حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے زیرسایہ حضرت مولانا غلام حسن رضی اللہ عنہ کے مکان پر مقیم ہوئے۔اور 1892ء سے پشاور میں پہلے صرف انگریزی تعلیم حاصل کی مڈل اورانٹرس پاک کرکے 1900ء میں ایجٹرن ہسپتال میں کلرک ہو گئے۔مگر وہاں ہندو ہیڈ کلکر سے بہت تنگ تھے پھر 1914ء سے دفتر سپرنٹنڈنٹ آرکیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ میں خان بہادرمیاں وسیع الدین صاحب مرحوم نے خاکسار کی سفارش اورکوشش سےان کوکلارک رکھ لیا۔اوربلآخرتیس سال سروس کرکے 1946ء میں محافظ عجائب گھرپشاور سے پنشن یاب ہوگئے۔اس وقت تک بقید حیات ہیں مگرنرینہ اولادکوئی نہیں۔

جب خاکسار نے جنوری 1902ء میں احمدیت کی بیعت کر لی تو پھر دلاور خاں صاحب کوتبلیغ احمدیت شروع کی۔اور خدا کے فضل سے جلد ہی جولائی 1903ء

میں بیعت کر لی۔اخبار الحکم مورخہ 31 جولائی 1903ء میں ان کے نام کا اعلان ہوا۔
آپ قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ فارسی نظم بھی خوش آواز سے سنایا کرتے۔ ہمدرد،خوش اخلاق،خوش مذاق اور یار شاطر ہیں۔اگر ایک طرف مزاج میں بخل ہے تو دوسری طرف غُر با سے ہمدرد اور محتاجوں کی امداد میں ضرور حصہ لیتے ہیں۔اگر چہ حکمت طب با قاعدہ نہیں پڑھی مگر حضرت میزا محمد اسماعیل صاحب قندہاری کی صحبت کی وجہ سے شوق طب کا بھی ہے۔اور مفید نسخہ جات جمع کر رکھے ہیں۔
نہایت افسوس ہے کہ ساری عمر قادیان تک نہ دیکھا۔البتہ خاکسار نے ان کو 3 ستمبر 1904ء کے جلسہ پر لاہور جانے پر مائل کیا۔اور وہاں سے گورداسپور گئے اور اس طرح حضرت احمد علیہ السلام کی زیارت اور چند روزہ صحبت کا موقعہ ملا اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کی صحبت سے بھی مستفید ہوئے۔یہ لاہور اور گورداسپور جانا ایک دفعہ نصیب ہوا۔
بعد از وفات حضرت احمد علیہ السلام،حضرت مولانا نورالدین صاحب کو خلیفۃ المسیح مانا۔ اور ان کی وفات تک خلافت سے وابستہ رہے۔مگر جب حضرت مولانا غلام حسن خان نے خلافتِ ثانیہ سے بیعت نہ کی۔تو آپ بھی خلافت سے روگران ہوئے اور احمدیت کی رسی بھی ڈھیلی چھوڑ دی۔ بظاہر مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء میں شریک رہے مگر قاضی یار محمد کے دلدادہ ہوئے۔کبھی مولوی فضل خان چنگوی کے۔اور پھر مولوی عبد اللہ تیماپوری کے مرید ہو گئے مگر اس کو بھی تا مرگ ملنا گوارا نہ کیا۔اور اب مولوی محمد علی کے گروہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔اسوقت ان کی عمر قریباً 83 سال ہو گی۔اعضا درست ہیں مگر نظر میں فرق آ گیا ہے۔حضرت محمود خلیفۃ المسیح الثانی سے سُنی سنائی باتوں کے بنا پر للہ بغض ہے۔جس کا گناہ مفتریوں کی گردن پر ہے۔ جو اپنے مشن کے فروغ کے واسطے جھوٹ کہنا اور بہتان باندھنا کار ثواب جانتے ہیں۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین

حضرت میرزا محمد اسماعیل صاحب کی صحبت کی وجہ سے صوفیا سے اُنس رہا۔ اور حضرت امام محمد غزالی کی کتاب کیمائے سعادت کا مطالعہ کرتے رہے۔ جب حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے اختلاف رکھا تو وہ محمد دلاور خان کے اُستاد اور مُرشد تھے۔ مگر جس دن سے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعتِ خلافت کی تو پھر محمد دلاور خان صاحب استاد بن گئے۔ اور حضرت مولانا کی غلطیاں نکالنے لگے اور تمام حسنِ ظن ختم ہوگیا۔

خدا تعالیٰ نے احمدیت کی برکت سے آپ کو نیست سے ہست کر دیا۔ مگر محمد دلاور خان صاحب نے احمدیت کی رسی ڈھیلی کر کے خود کو ہست سے نیست کر لیا۔ آہ مقام عبرت ہے۔

آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی للہ بغض کا بہت بُرا پھل پایا اگر چشم بصیرت وا ہوتی۔ تو اس کا علاج توبہ اور خلافت سے وابستگی تھی۔ جن لوگوں سے آپ وابستہ رہے۔ ان میں بھی کوئی عزت حاصل نہ کی بلکہ اکثر مبغوض رہے۔ ہمیں ان سے دلی ہمدردی ہے۔ اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اُن کو اصلاح حال کی توفیق دے۔ آمین

بابو محمد دلاور خان صاحب کی کوشش سے خاکسار کو تبلیغ کا موقعہ ملا۔ اور خانزادہ امیر اللہ خان اسماعیلہ اور مولوی عطاء اللہ صاحب ساکن اسماعیلہ اور عالمگیر خان صاحب احمدی اور لفٹنٹ تاج محمد خان آف اسماعیلہ جماعت احمدیہ سے وابستہ ہوئے۔ اور محمد عجب خان مرحوم خلف خواجہ محمد صاحب ساکن اسماعیلہ احمدی ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

بابو عبدالحلیم صاحب بی۔ اے ولد سیف الرحیم صاحب عرف مثال خان ساکن چارسدہ ضلع پشاور اور عبدالرشید نیازی خلف عبدالحمید خان صاحب نیازی آپ کے داماد ہیں۔ بابو عبدالعلیم صاحب کی بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

(20) حضرت حافظ مظفر احمد کلانوری

آپ کا وطن کلانور ضلع گورداسپور تھا۔ آپ کے قریبی رشتہ دار مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی نظیر حسین صاحب پشاور شہر کوچہ گل بادشاہ میں رہتے تھے۔ جو کلانور کے باشندے تھے۔ اور پشاور میں انگریزوں کے منشی تھے۔ یعنی ان کو اُردو پڑھاتے تھے۔ انہوں نے موضع تہکال میں یکے بعد دیگرے دو بہنوں سے شادی کی۔ اور ایک کی اولاد عبداللہ جان اور عبدالرحمٰن اور فاطمہ اور زہرا تھیں۔ اور دوسرے کی اولاد عبدالعزیز اور چند لڑکیاں تھیں۔ جب حافظ صاحب پشاور تشریف لائے اور یہاں قیام اختیار کیا۔ تو آپ کا پہلے نکاح مسماۃ فاطمہ سے ہوا۔ جس سے مختار صاحب ایم۔اے اور ایک لڑکی شیریں پیدا ہوئی۔ بالآخر فاطمہ فوت ہوگئی۔ اور اس کی دوسری بہن زہرا سے نکاح ہوا۔ اور اس سے افتخار احمد، نذیر احمد اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

خاکسار نے کچھ دن حضرت حافظ مظفر صاحب سے قرآن کریم کا ناظرہ دہرایا تھا۔ اور اس طرح وہ میرے اُستاد بن گئے۔ آپ ابتداً چند ماہ مدرس رہے۔ پھر مالاکنڈ میں سوات لیوی میں شہزادہ محمد نادر جان صاحب ساکن کوچہ گلبادشاہ کی معرفت ''پے حوالداری'' پائی اور ساری عمر وہاں گذار دی۔ آپ وہاں 1901ء کے قریب ملازم ہوئے اور 1904ء میں رخصت پر پشاور آئے۔ خاکسار کی تبلیغ اور ترغیب سے احمدیت قبول کی۔ اور اسی سال بیمار ہوئے۔ اور پیٹ پر ایک خطرناک پھوڑا نکلا۔ اچھے ہوئے۔ اس گمان غالب پر کہ وہ ملا کنڈی لیوی سے موقوف ہو گئے ہوں گے۔ خاکسار کی تحریک سے خان محمد عجب خان پولیٹیکل تحصیلدار ٹوچی نے ان کو میران شامیں مدرس کرا دیا۔

وہاں تنگ ہو گئے۔ پھر رخصت پر پشاور آئے۔ خاکسار نے تحریک کی کہ وہ ملاکنڈ

میں جا کر دریافت کریں۔شائد موقوف نہ ہوئے ہوں۔چنانچہ بہ دریافت حال رخصت بلا تنخواہ ثابت ہوئی اس طرح دوبارہ ''پے حوالدار'' ہو گئے۔دوران رخصت میں زوجہ اوّل فوت ہو گئیں۔اور دوسری شادی کر لی۔بہ زمان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے وابستہ ہوئے

آپکی صحبت اور نیک نمونہ نے جناب خان بہادر سعد اللہ خان صاحب خٹک رئیس امیر علاقہ نظام پور جو ملاکنڈ میں سوات لیوی کے صوبیدار تھے۔1912ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّ سے بیعت احمدیت کی۔اور حضرت مولوی مظفر احمد خلافت ثانیہ کے زمانہ میں چند سال آپ مولوی محمد علی صاحب کے رفقا میں شامل رہے۔مگر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حق میں مخالفت سے اجتناب کیا۔اور پھر 1922ء کے بعد خاکسار کی تحریک سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت کی۔عزیز مختار احمد ایم اے نے بھی خلافت ثانیہ سے تجدید بیعت کر لی۔اور افتخار احمد اور نذیر احمد نے بھی تجدید بیعت کر لی۔اور ان کی ہمشیرہ کی شادی میاں عبدالرشید پسر میاں بہادر دین صاحب احمدی سے ہوئی۔

حضرت مولوی مظفر احمد صاحب بعد از اختتام ملازمت پشاور آئے اور موچی پورہ میں آپ نے سکونت اختیار کی۔آپ کو مرض ذیابطیس لاحق ہو گئی۔اور اسی مرض سے بیمار ہو کر پاؤں پر پھوڑا۔نکلا جس سے آپ جمعہ کے دن 27 ذوالحجہ 1353 ہجری بمطابق 1965ء میں فوت ہوئے۔اور آپ کا جنازہ خاکسار نے پڑھا۔اور احمدیہ قبرستان میں سب سے پہلے آپ دفن ہوئے۔

عزیز مختار احمد صاحب ایم۔اے فاروق گنج لاہور میں رہائش رکھتے ہیں۔اور دفتر کنٹرولر آف ملٹری پنشنز میں معزز عہدہ پر ملازم ہیں۔اور زمانہ جنگ یورپ (1939ء تا 1944ء) میں مصر ہو کر آئے۔

حضرت حافظ مولوی مظفر احمد صاحب کی ایک بیوی کلانور میں بھی تھی۔جس سے بابوفضل

حق صاحب پیدا ہوئے۔جس کا لڑکا نثار احمد احمدی فاروق لاہور میں ہے اور فضل حق صاحب مختار احمد کے پاس رہتے ہیں۔ باقی اولاد افتخار احمد اور نذیر احمد پشاور میں سکونت رکھتے ہیں۔

آپ خاموش طبع، خوش مذاق، صالحانہ زندگی رکھنے والے تہجد گذار باحیا کم گو انسان تھے۔ خاکسار سے بڑی محبت تھی۔ اور خاکسار کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ احمدیت اور پھر خلافت ثانیہ سے تجدید خاکسار کی تحریک پر اختیار کی۔

حضرت میاں محمد اسماعیل صاحب صوفی سے خود بھی صحبت رکھتے تھے۔اور عزیز مختار احمد بھی صوفی صاحب سے عقیدت رکھتے تھے۔حضرت حافظ مظفر احمد کی بڑی لڑکی خواہر مختار احمد جناب میرزا نذر علی صاحب احمدی کے بڑے بیٹے غلام رضا کے ساتھ شادی ہوئی۔ یہ شادی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے قریب واقع ہوئی۔جس پر خاکسار ناراض تھا۔اور جناب میرزا نذر علی صاحب سے سالہا سال گفتگو نہ کی کیونکہ اس کا لڑکا احمدی نہ تھا۔ اور یہ لڑکی ایک مخلص احمدی کی اولاد تھی۔نتیجہ وہی نکلا جو خاکسار کہتا تھا۔یعنی سب خاندان غیر احمدی شیعہ ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت حافظ مولوی مظفر احمد کلانوری

اندریں خاک آنکہ مدفون است	دہ چہ خوش مومن موحد بود
عامل و حافظ کلام مجید	جان نثار رہ محمد بود
مرد شب خیز و عابد و ساجد	خوش یکے ز اصحابِ احمد بود
سبع عشرین شہر دوالحجہ	شام یوم الخمیس اسعد بود

جان بہ جاناں سپرد و شد خاموش	روحِ پاکش ز جسم البعد بود
چون قضا شد نماز اوینہ	جسم پاکش سپرد مرقد بود

سال تاریخ رحلتش یوسفؔ

گفت ہاتف مظفر احمد بود

(21) حضرت میاں محمد صاحب مکّی

آپ کا اصل موضع چمکنی پشاور ہے۔ جو حضرت میاں محمد عمر رحمہ اللہ کے مدفن کی وجہ سے مشہور مقام ہے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ بچپن میں مکہ معظّمہ گئے اور وہاں رہے۔ ان کا والد بغرض حج گیا تھا۔ اور چند سال وہاں مقیم رہے۔ اس واسطے آپ مکّی کہلاتے تھے۔ آپ کا پیشہ نجّاری تھا۔ اور اپنے فن میں ماہر استاد تھے۔ میز کرسی اور گھر کی ضروریات عمدہ اور خوبصورت تیار کرتے۔ پشاور صدر میں کاؤس جی کی عمارت میں دکان تھی۔ بڑے ڈاک خانہ کے بالمقابل اور میاں سیٹھ رحمت کی اولاد سے تعلقات تھے۔ اہلحدیث نہ تھے۔ مگر ان کی مسجد میں نماز ادا کرتے۔ آپ نے میرزا محمد سلطان صاحب کے میل ملاپ سے احمدیت کی طرف توجہ کی اور احباب جماعت کی وجہ سے احمدیت قبول کی۔ آپ کی بیعت کا اعلان اخبار الحکم مورخہ 10 ستمبر 1899ء میں ہوا۔ میرزا محمد سلطان صاحب بیعتِ احمدیت میں آپ کے بعد تھے۔ البتہ میر مدثر شاہ صاحب آپ سے مقدم تھے۔ آپ کا مطالعہ اچھا تھا۔ قرآن کریم کا شوق تھا۔ آپ عمدہ استاد شاعر تھے۔ اور ''خالص'' تخلص تھا۔ احمدیت میں مخلص تھے۔ خوش طبع، خوش مذاق تھے۔ یارِ شاطر تھے۔ خاکسار سے بڑی محبت تھی اور اخلاص تھا۔ بہ زمانہ اختلاف بھی باوجود بائیکاٹ ملتے رہے۔ اسی تعلق اور محبت نے ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت کا موقعہ دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

باوجود یہ کہ کثرت غیر مبائعین بمقام پشاور نے اپنے آپ کو خلافت ثانیہ سے مارچ 1914ء لغایت 1938ء الگ رکھا۔ مگر آپ ساری عمر حضرت احمد کو نبی اور رسول یقین کرتے رہے اور مولوی محمد علی کے انکار نبوت سے اتفاق نہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے بلآخر بیعتِ خلافت کی توفیق دی۔

آپ کو تبلیغ احمدیت کا ضرور شوق تھا۔ آپ ہی کی تبلیغ سے ہی حاجی عبداللہ مستری اور احمدیت کے مخالف کا بیٹا مستری خدا بخش صاحب احمدی ہوئے۔ اور پھر اس کے ذریعہ بابو عبدالحمید صاحب پسر میاں غلام محی الدین صاحب احمدی ہوئے۔

مستری مکی صاحب قادیان جایا کرتے تھے۔ حضرت احمد علیہ السلام اور حضرت نورالدین صاحب کے زمانہ میں بار بار گئے مگر خلافت ثانیہ میں موقعہ نہ ملا۔ آپ نماز میں غیر احمدیوں کی اقتدا کے قائل نہ تھے۔ آپ منگل کے دن بیمار ہوئے۔ اور بُدھ کی صبح 4 دسمبر 1940ء مطابق 11 شوال 1359 ہجری کو فوت شدہ پائے گئے۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ کثرت سے احباب احمدی و غیر احمدی اور غیر مبائعین موجود تھے۔ احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔ اور خاکسار نے نماز جنازہ ادا کی۔ مستری محمد یعقوب صاحب آپ کی یادگار رہے۔ اور چند لڑکیاں بھی تھیں

(22) حضرت میرزا انذر علی صاحبؓ

آپ میرزا نورز علی صاحب کشمیری کے فرزند کلان تھے۔ آپ کا سگا بھائی میرزا احمد علی جان کلرک دفتر چیف کمشنر تھا اور دوسری والدہ سے برادر میرزا یوسف علی صاحب احمدی اور میرزا رجب علی صاحب احمدی تھے۔ آپ کوچہ چڑوا کو بال چوک ناصر خان میں رہتے تھے۔ آپ احمدیت سے قبل شیعہ تھے۔ آپ کی والدہ حضرت میرزا محمد رمضان

علی خان کی والدہ باہم بہنیں تھیں۔ آپ کو حضرت میرزا محمد رمضان علی صاحب اور حضرت منشی خادم حسین صاحب بھیروی احمدی کی صحبت نے احمدیت کی طرف مائل کیا۔ آپ نے 1902ء میں احمدیت قبول کی۔ اور قبول احمدیت سے چند ماہ قبل جب حضرت احمد نے ''دافع البلاء'' شائع کی۔ تو لاہور سے شیعہ مجتہد سید علی صاحب حائر نے ''تبصرۃ العقلا'' نامی رسالہ اس کے جواب میں طبع کیا۔ اس پر میرزا نذر علی صاحب نے ''وسیلۃ المبتلا'' لکھا۔ جو حضرت احمد نے پسند کیا۔ اور اپنی کتاب نزول المسیح کے حاشیہ پر سارے کا سارا نقل فرمایا۔ حضرت میرزا نذر علی نے لکھا کہ حضرت تو فرماتے ہیں کہ میں خدا سے ہمکلام ہو کر اس کے حکم سے دعویٰ کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں سید علی حائری کہتے ہیں کہ ملا برغانی نے یوں لکھا ہے۔ اور ملاّ برغانی یوں کہتے ہیں خدا کے کلام کے آگے زرغانی و برغانی کون ہوتے ہیں۔ اور کیا حقیقت رکھتے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ سید علی کہتے کہ خدا نے مجھے یوں فرمایا مگر سید علی کو یہ ہمت کہاں نصیب تھی؟

حضرت مرزا نذر علی صاحب نے تردید شیعیت میں ساری عمر گذاری۔ علاوہ اُن مضامین کے جو اخبار الحکم و پیغام صلح لاہور میں شائع ہوتے رہے۔ چند رسائل بھی تحریر کئے مثلاً محرم، حدیث الثقلین، فدک، نذر علی۔ البشریٰ وغیرہ

آپ خوش پوش، خوش وضع، خوش اخلاق، بامذاق لطیفہ گو خوش الحان تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت بڑے جوش اور شوق سے کرتے۔ اور رقیق القلب انسان تھے۔ تہجد خوان اور علم دوست شخص تھے۔ شیعہ کتب پر عبور تھا۔ مہمان نواز تھے۔ ہر موسم سرما میں خاکسار کو کشمیر بھتہّ پر دعوت دیا کرتے۔ آپ ابتدا میں محرر اور مثل خوان رہے۔ بعد ازاں عرائض نویس ہوئے اور قابل عرضی نویس تھے۔

عزیز میرزا یوسف علی جان کو 1900ء کے قریب بغرض تعلیم قادیان بھیجا۔ جس نے

وہاں حضرت میرزا انذر علی سے قبل حضرت احمد کے ہاتھ پر بیعت کی۔آپ کی بیوی شیعہ تھی۔اس واسطے اولاد شیعہ والدہ کے زیر سایہ ہونے سے احمدی ثابت نہ ہوئی۔ بعد از وفات حضرت احمد، حضرت نورالدین اعظم کو خلیفۃ المسیح تسلیم کیا۔اور وفاتِ نورالدین پر مولوی محمد علی کے رفقا میں حضرت مولانا غلام حسن کے تعلق کی وجہ سے خلافتِ ثانیہ سے نہ صرف الگ رہے۔ بلکہ خلافت اور نبّوت کے خلاف مضامین بھی لکھتے رہے۔اور اکثر خاکسار ان کا جواب نظم ونثر میں دیتا رہا۔

بالآخر آپ پر غیر مبائعین کے رویّہ کا کھوکھلا پن کُھل گیا۔خاکسار، جو حضرت میرزا انذر علی سے ان کے فرزند غلام رضا کی شادی کی وجہ سے ناراض تھا۔اور سالہا سال گفتگو نہ کی تھی۔عزیز میرزا یوسف علی صاحب کی ایک فوجداری مقدر میں ضمانت کرنے پر پھر راضی ہوئے۔اور سلسلہ گفتگو اور آمد و رفت جاری کیا۔ایک دفعہ خاکسار کی تحریک سے جلسہ سالانہ 1920ء پر قادیان بھی گئے۔اور واپسی پر امرتسر کی سیر کرنے اُترے۔حضرت میرزا انذر علی مسجد خیرالدین ہال بازار میں نماز ادا کرنے گئے۔وہاں کے خادمِ مسجد نے شور مچایا کے ایک میرزائی مولوی مسجد خراب کر رہا ہے۔اور نماز پڑھنے میں مانع ہوا۔حضرت میرزا انذر علی نے تکلیف سے نماز ادا کی۔اور سیدھے ریلوے سٹیشن پر آ گئے۔ہم بھی قبل از روانگی ٹرین، ریلوے سٹیشن پر آ کر مل گئے۔آپ نے سارا واقعہ نماز کا سُنایا۔اور فرمایہ کے درحقیقت یہ غیر احمدی کافر ہیں۔میں نے ہنس کر کہا۔اُونچی آواز سے نہ کہیں۔کہیں کوئی غیر مبائع سن کر مولوی محمد علی صاحب کو نہ کہہ دے کہ حضرت میرزا انذر علی صاحب بھی آپ کے ہاتھ سے نکل گئے۔آپ نے پھر کہا کہ صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کلمہ کی وجہ سے ہم انکو مسلمان کہتے ہیں ورنہ پکّے کافر ہیں۔

تعمیر مسجد احمدیہ کی اراضی کی خرید میں آپ نے قانونی مشورے دیئے، اور ہر طرح

مددگار رہے۔ خاکسار اس وقت پشاور سے باہر تھا۔ جب کہ آپ کی وفات ہوئی۔ نماز جنازہ شیعہ لوگوں نے بھی ادا کیا۔ اور بیرونِ یکہ توت دروازہ آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ یہ واقعہ 1923ء کا ہے۔

آپ کی وفات دردِ گُردہ سے ہوئی۔ پیشاب بند ہوگیا۔ اور بدن میں زہر سرایت کر گیا۔ اور اچانک فوت ہوئے۔

(23) میرزا یُوسف علی صاحب

آپ میرزا نذر علی صاحب کی دوسری والدہ سے بھائی تھے۔ جن ایّام میں (1900ء) کے قریب میرزا نذر علی صاحب تحصیل صوابی میں محرّر تھے۔ آپ نے میرزا یوسف علی کو بغرض تعلیم تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان میں داخل کیا۔ جس نے وہاں 1901ء کے قریب حضرت احمد علیہ السلام سے بیعت کر لی۔ اس طرح اپنے بڑے بھائی پر سبقت فی الایمان حاصل کی۔ آپ خاکسار کے ہم عمر اور مدرسہ میں ہم سبق تھے۔ خوش اخلاق، بامذاق اور جری الطبع انسان تھے۔ انگریزوں کو اردو، فارسی پڑھایا کرتے۔ اور قالین فروشی کرتے۔ مستعدِ نوجوان تھے۔ آپ کے دل میں احمدیت کے واسطے غیرت تھی۔

ایک دفعہ 1920ء کے قریب جان محمد شیعہ نے جو میرزا یوسف علی کے ساتھ ایک محلہ میں سکونت رکھتا تھا۔ اور گھر پر جوّا کھلایا کرتا تھا۔ اور میرزا یوسف علی صاحب اُسکے اِس فعل کے خلاف تھے۔ اس نے میرزا یوسف علی کے سامنے بغرض اشتعال حضرت احمد علیہ اسلام کو گالی دی۔ میرزا یوسف علی صاحب نے اسی طرح جواب دیا۔ جس پر جان محمد نے میرزا یوسف علی پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ مگر میرزا یوسف علی نے وار بچا کر اس کو خنجر سے زخمی کر

دیا۔ میرزا یوسف علی کو خفیف اور جان محمد کو شدید زخم آیا۔ میرزا یوسف علی صاحب گرفتار ہو کر تھانہ کابلی دروازہ کے حوالات میں تھے۔

حضرت میرزا اندر علی صاحب نے بوقتِ درسِ قرآن بعد از نمازِ شام میرزا یوسف علی کی ضمانت کے واسطے غیر مبائعین سے ضامن طلب کیا۔ کسی غیر مبائع نے حامی نہ بھری۔ کیونکہ میرزا یوسف علی مبائع احمدی تھا۔ حضرت میرزا اندر علی صاحب غُصّہ سے اُٹھ کر چلے آئے اور راستہ میں خاکسار کو آواز دی۔ میں اُس وقت نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر سونے کو تھا۔ خاکسار نے جواب دیا کہ مَیں حاضر ہوا۔ نیچے اُترا۔ تو میرزا اندر علی صاحب کو کھڑا پایا واقعہ سُن کر لباس پہن کر ساتھ ہوا۔ تھانہ کابلی میں ساتھ گیا۔ اور وہاں محمد دلاور خان ولد شیخ محمد امیر خان ساکن پری چہرہ متصل دروازہ کوہاٹی تھانہ دار تھا۔ خاکسار کا مشن سکول کی طالب علمی کے زمانہ سے واقف تھا۔ پانچ ہزار روپے کی ضمانت دے کر میرزا یوسف علی خان کو حوالات سے نکالا۔ تھانہ سے جب باہر نکلے تو مولوی عبدالرحمٰن پسر حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب اور مثال خان غیر مبائع کو لے کر بغرض ضمانت آرہے تھے۔ میرزا اندر علی صاحب نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اب ضمانت کی ضرورت نہ رہی۔ ہم (خاکسار اور میرزا اندر علی خان) جو باہم 1913ء لغایت 1920ء ناراض تھے۔ عزیز میرزا یوسف علی صاحب کی ضمانت کے بعد پھر ایک دوسرے کے گہرے دوست بن گئے۔ میرزا یوسف علی جان صاحب مہمان نواز اور خوش اخلاق شخص تھے۔ عمر کے آخری حصّہ میں خوب پابند صوم صلوٰۃ رہے۔ اور تہجد خوان تھے۔ وفات سے چند دن قبل حضرت خلیفۃ المسیح کی ملاقات کو قادیان گئے۔ مگر افسوس کے پرئیوایٹ سیکریٹری کی لاپرواہی سے مل نہ سکے۔ اور واپس چلے آئے۔ گھر آ کر جلدی اچانک بیمار ہوئے۔ دردِ جگر لاحق ہوا۔ اور دوسرے دن فوت ہو گئے۔ خاکسار اُن دنوں ہوتی ضلع مردان میں مکان تعمیر کرا رہا تھا۔ یہ واقعہ جون 1936ء

کا ہے۔ جب کہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب احمدی ہوتی آئے۔اور یہ سانحہ بیان کیا۔ خاکسار اسی وقت پشاور روانہ ہوگیا۔احباب جماعت اور غیر احمدی جنازہ کے ساتھ قبرستان تک گئے۔وہاں پہلے نماز جنازہ شیعہ امام الصلوٰۃ سید فرزند علی شاہ نے ادا کیا اور پھر خاکسار نے پڑھایا۔

تعجب اس بات پر ہے کہ باشندگان پشاور شہر میں سے جو بھی احمدی ہوا جب تک زندہ رہا۔وہ احمدی رہا۔اور غیر احمدیوں کے نزدیک کافر رہا۔مگر جونہی فوت ہوا۔تو وہ مسلمان ہو گیا۔یعنی غیر احمدی رشتہ دار نماز جنازہ پر مُصر ہوئے۔اس طرح دل کو تسلی دے دی کہ ہم نے ایک احمدی کی احمدیت مشتبہ کر دی مگر ان کو یہ خیال نہیں کہ خدا تعالیٰ سمیع و علیم و بصیر ہے اور اس کی نظر انسانوں کے دلوں پر ہے۔

میرزا یوسف علی صاحب آبائی قبرستان میں یکہ توت دروازہ کے باہر دفن ہوئے۔ان کی نرینہ اولاد نہ تھی۔

آپ کی پیدائش قریباً 1884ء تھی اور وفات 1936ء میں ہوئی۔کل عمر قریباً 54 سال شمسی تھی۔

اے خدا۔تو اس کو مغفرت کر اور اپنا قرب نصیب فرما۔آمین

(24) میرزا شیر علی صاحب

جناب میرزا شیر علی صاحب احمدی خلف الرشید میرزا رجب علی صاحب قزلباش سائن محلہ گلبادشاہ شہر پشاور کے تھے۔حضرت محمد رمضان علی کی صحبت سے حضرت احمد علیہ السلام سے بیعت کی۔آپ نے غالباً 1904ء میں احمدیت قبول کی۔آپ نیک اور جوان صالح تھے۔صوفی منش،تنہائی پسند اور تہجد گذار تھے۔

آپ نے پشاور میں شادی کی۔اوراس سے عبدالرب نامی لڑکا پیدا ہوا۔جواب تک زندہ ہے۔اورموچیوں کا کام کرتا ہے۔مگر وہ احمدی نہیں ۔اور نہ اس نے والد کی صحبت کا زمانہ پایا پہلی بیوی فوت ہوگئی۔تو دوسری شادی علاقہ ادین زئی سوات میں کی کیونکہ آپ سوات لیوی میں جمعدار تھے۔اور چکدرہ میں مقیم تھے۔

آپ کا ایک اور بھائی عبدالعلی تھا۔جواب فوت ہوگیا ہے۔وہ احمدی نہ تھا۔آپ کا آبائی مذہب بھی شیعہ ہی تھا۔آپ شیعہ سے احمدی ہوئے۔آپ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی بیعت میں بھی شامل ہوئے۔اور حضرت نورالدین کی حیات کے آخری زمانہ میں بمقام چکدرہ فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(25) میرزا امیر خسُرو صاحب

میرزا میر خسرو صاحب خلف الرشید میرزا محمد عمر صاحب سوداگر، کوچہ بھوانی داس، جہانگیر پورہ شہر پشاور نے خاکسار سے بذریعہ برادرخود میرزا شربت علی صاحب احمدی ملاقات کی ۔خاکسار نے اس کو تبلیغ کی وہ حضرت غلام حسنؓ کے درس قرآن میں آنے لگے۔اور 1904ء میں حضرت احمد علیہ اسلام کے دست مبارک پر بذریعہ خط بیعت کی۔ مجھے یادنہیں کہ وہ کبھی قادیان گئے ہوں۔آپ محکمہ انہار میں پنسال نویس تھے۔دیندار، تہجّد گذار، خوش مذاق، دل کھول کر 1/3 حصّہ تنخواہ کا چندہ ماہواری دیا کرتے ۔مسکین طبع اور پیادہ چلتے پھرتے، مضبوط وجود اور محنت کش انسان تھے۔

آپ کی بیوی شیعہ تھی۔جوان تھی۔رسم ورسوم کی پابند تھی۔امیر خسرو صاحب کو بیزار کر رکھا تھا۔ایک دفعہ حضرت مولانا غلام حسن صاحب نے درس قرآن کے دوران میں فرمایا۔کہ جنّت میں مومن نہ مرد ہونگے نہ عورتیں۔افزائشِ نسل کی ضرورت نہ رہے گی۔وہ

دارالجزا ہے نہ کہ دارالعمل۔ امیر خسرو صاحب سُن کر بطور خوش طبعی فرمانے لگے۔ میری بیوی شیعہ ہے۔ میں ساری عُمر اس سے ناک دم رہا ہوں میں نے خیال کیا۔ جنّت میں کوئی عمدہ بیوی مل جائے گی۔

مولانا جب وہاں نہ کوئی مرد ہوگا۔ نہ کوئی عورت ہوگی تو میری تو وہاں بھی بیوی ملنے سے امید منقطع ہوگی۔ میری نمازیں اور تہجد تو گئے۔ مگر میرے چندے مجھے واپس دیئے جاویں۔

میں ایسے جنت میں جا کر کیا کروں گا۔ تمام حاضرین درس مسکرائے۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپ نے یہ سب خدا کی رضا کے واسطے نہیں بلکہ صرف جنت میں بیوی کے واسطے کر رہے ہیں۔

آپ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں خلافت اُولیٰ سے وابستہ رہے۔ اختلاف واقعہ ہونے پر خلافت ثانیہ سے الگ رہے۔ کیونکہ پشاور کے سارے احمدی حضرت مولانا کی وجہ سے غیر مبائع رہ گئے تھے۔ جب یکم جنوری 1915ء کو خاکسار کو بسبب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تجدید بیعت کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ تو ایک دن امیر خسرو صاحب قصہ خوانی بازار سے آ رہے تھے۔ زور کا پیشاب آیا۔ بالا خانہ پر جہاں ہماری انجمن تھی۔ چڑھ آئے۔ اشارہ سے سلام کیا۔ اور کوٹھہ پر چڑھ گئے۔ فارغ ہو کر نیچے آئے۔ اور کہا کہ مجھے زور کا پیشاب آ رہا تھا۔ اس واسطے مَیں جلدی میں اُوپر چڑھ گیا۔ اگرچہ دوستوں نے آپ کو بائیکاٹ کیا ہوا ہے۔ مگر میں مجبور تھا۔ میں نے سُن کر کہا کہ آپ اُن سے جا کر کہہ دیں کہ آپ نے تو صرف بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ مگر میں تو ان کی انجمن میں پیشاب بھی کر آیا۔ وہ بہت ہنسے اور غیر مبائعین سے یہ واقعہ جا کر بیان کیا۔ اور کہا۔ خواہ آپ لوگ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔ مَیں اس کے بعد قاضی محمد یوسف کو ہرگز بائیکاٹ نہ کروں گا۔

نومبر 1918ء میں صوبہ سرحد میں سخت انفلوئنزا پھوٹ پڑا۔اور قریباً ایک لاکھ انسان تین ماہ میں ضائع ہو گئے۔امیر خسرو صاحب بھی بیمار ہوئے۔دودھ کی ضرورت ہوئی۔تو بحالتِ بیماری خود بازار چلے آئے۔خاکسار نے دودھ خرید کر دیا۔اور گھر چلے گئے۔مگر دوسرے دن اُسی مرض سے فوت ہو گئے۔انا اللّٰہ و انا الیہ راجعون۔بہت نیک اور مخلص انسان تھے۔خدا تعالیٰ مغفرت کرے۔آمین۔

آپ کے دو فرزند باقی ہیں۔عاشق حسین اور خادم حسین سودگران میوہ جات۔بازار قصّہ خوانی۔مگر وہ والدہ کے زیر اثر رہے۔اور احمدیت کی نعمت سے محروم رہے۔

(26) میرزا حیدر علیؓ

میرزا حیدر علی صاحب برادر میرزا اشربت علی خان احمدی مرحوم تھے۔اور اُن سے بڑے اور امیر خسرو سے چھوٹے تھے۔غالباً 1880ء کے قریب پیدا ہوئے تھے اور معمولی تعلیم تھی۔دفتر چیف کمشنر سرحد میں دفتری تھے۔پہلی بیوی فوت ہوگئی۔اس سے عبد اللہ جان نامی لڑکا بطور یادگار رہا۔اور دوسری بیوی سے تین فرزند تھے۔اس دوسری بیوی سے آخر عمر میں تنگ آ گئے اور طلاق دے دی۔گنج میں رہتے تھے۔میرزا اشربت علی خان کے بعد احمدیت قبول کی۔اور پابند نماز تھے۔طبیعت میں گرمی تھی۔غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔محلہ بھوانی داس جہانگیر پورہ میں والد کا مکان امیر خسرو برادر کلاں پر فروخت کر دیا تھا۔قریباً ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔اور لاہوری دروازہ کے باہر دفن ہوئے۔آپ نے حضرت احمد علیہ السلام کے زمانہ 1904ء کے قریب بیعت کی تھی۔مگر قادیان کبھی نہ گئے۔مبائعین میں سے تھے۔

(27) میرزا شربت علی صاحب

میرزا شربت علی خان صاحب خلف میرزا محمد عمر خاں صاحب سوداگر کوچہ بھوانی داس، شہر پشاور۔ان کی پیدائش قریباً 1882ء ہوگی۔آپ میرزا امیر خسرو صاحب اور میرزا حیدر علی صاحب سے چھوٹے تھے۔جب خاکسار مشن ہائی سکول پشاور میں بغرض تعلیم داخل ہوا۔تو 1896ء میرزا شربت علی صاحب پانچویں جماعت میں پڑھا کرتے تھے۔وہیں سے انٹرینس پاس کیا۔اور دفتر ریونیو کمشنر میں کلرک ہو گئے۔وہاں سے پھر تر ناب فارم کے قیام پر فارم میں ہیڈ کلرک ہو گئے۔اور آخر تک وہاں پر ملازم رہے۔چونکہ طبیعت میں تیزی اور نکتہ چینی زیادہ تھی۔اپنے انگریز افسر کو ناراض رکھتے آخر اُسی سے پنشن پر قبل از اختتامِ ملازمت مجبُور کیا۔آپ پنشن یاب ہو کر کابلی دروازے کے باہر عرضیاں ٹائپ کیا کرتے۔

اپنا حصّہ مکان امیر خسرو پر فروخت کر دیا تھا۔اور خود گنج میں ایک مکان میں جا رہے۔جو میرزا حیدر علی کی ملکیّت تھا۔اوراس نے میرزا شربت علی صاحب کو ہبہ کر دیا تھا۔

آپ نے پہلی شادی شیخ ہدایت اللہ صاحب کی لڑکی سے 1905ء میں کی۔اوراس کے فوت ہونے پر اس سے ایک لڑکا عبد الرشید اور ایک عبد القیوم اور ایک دولڑکیاں باقی رہیں۔ایک کسی خانساماں نے کی۔اور دوسری عبدالغنی پسر مثال خاں صاحب غیر مبائع نے کی۔دوسری شادی ایک افغان عورت سے کی جس سے ایک لڑکا عبد الرحمٰن پیدا ہوا۔اور ایک خورد سالہ بچہ۔دونوں فوت ہوئے۔اور دولڑکیاں ایک شادی ہو کر مر گئی۔دوسری زندہ ہے۔اور شادی ہوگئی ہے۔

آپ کو تحصیل علم کا خوب شوق تھا۔گھر پر ایک مختصر سی لائبریری بنا رکھی تھی۔مطالعہ کیا

کرتے۔نمازوں،روزوں اور تہجد پر خوب زور دے رکھا تھا۔قابلِ رشک نماز اور دُعائیں کرتے۔حضرت میرزا نذر علی خاں سے خاص اخلاص تھا۔خاکسار سے چونکہ سکول فیلو تھے۔اور اس وقت سے باہم واقفیت تھی۔شاہی باغ کو شام کے وقت ضرور سیر کو جاتے خاکسار سے شاہی باغ کی تبلیغ کے ایام میں احمدیت کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔اور جولائی 1904ء میں حضرت احمد علیہ السلام سے بذریعہ خط بیعت کی اور احمدیت میں اخلاص بڑھتا گیا۔

حضرت احمد کے ایّامِ حیات میں قادیان آتے جاتے رہے۔اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے بیعتِ خلافت کی۔مگر اختلاف واقع ہونے پر آپ نے بھی غیر مبائعین کا ساتھ دیا۔چونکہ خاکسار سے اخلاص رکھتا تھا۔بالآخر خاکسار کی تحریک سے 1928ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت کی۔درد گردہ اور کثرتِ پیشاب آنے سے صحت بگڑ گئی۔بالآخر لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل ہوئے۔اور وہیں فوت ہوئے۔یہ واقعہ جولائی 1940ء کا ہے۔خاکسار نے تجہیز وتکفین کا انتظام کیا۔کوئی اولاد بوقتِ وفات موجود نہ تھی۔خاکسار نے نمازِ جنازہ ادا کیا اور احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔

جب خاکسار اگست 1934ء میں کابل گیا۔تو میرزا عبدالرشید خلف الرشید میرزا شربت علی صاحب وہاں ملے۔میری واپسی پر وہ بھی پشاور آئے۔اور اس کے بعد پھر پشاور میں نظر نہ آئے۔آپ خوش اخلاق،مہمان نواز،متواضع اور مباحثات کے شائق تھے۔مگر بعض اوقات تیز ہو جاتے۔اور غصہ غالب آکر مغضوب الغضب ہو جاتے۔ایک عرصہ دراز پہلی بیوی کے فوت ہونے پر تربیتِ اولاد پر شیخ ہدایت اللہ صاحب سے مقدمات گئے۔ان مقدمات میں محض ضد مزاج پر غالب آئی۔ورنہ شیخ صاحب بہتر تربیت کرتے۔جو میرزا شربت علی صاحب مزاج کی سختی کی وجہ سے نہ کر سکے۔سب اولاد تتّر بتّر ہوگئی۔

(28) خان بہادر شیخ رحمۃ اللہ

محترم شیخ رحمت اللہ صاحب اوران کے بھائی شیخ اللہ بخش صاحب اور برادر خورد شیخ محمد بخش صاحب کے والد احمدی تھے اور شہر سونی پت آپ کا اصل وطن تھا۔ مگر کچھ عرصہ سیالکوٹ میں بھی رہے۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو محترم شیخ رحمت اللہ سے سیالکوٹ میں تعلق پیدا ہوا تھا۔ موسم گرما 1904ء میں جب حضرت مولانا عبدالکریم صاحب پشاور تشریف لائے۔ تو خاکسار کو فرمایا کہ پشاور صدر بازار میں شیخ رحمت اللہ سب اوورسیر کو تلاش کر کے بلوالو۔ چنانچہ حسب فرمائش حضرت مولانا خاکسار نے صدر بازار جا کر قاضی محمد آمین جاں اس کے محلہ میں ان کے گھر کا پتہ لگایا اور شیخ رحمت اللہ بھی اسی وقت دفتر سے سائیکل پر گھر آئے اور ان کے مکان کے دروازہ پر ملاقات ہوئی۔ اور حضرت مولوی صاحب کا پیغام دیا کہ وہ تشریف لائے ہیں۔ اور آپ کو حضرت مولانا غلام حسن کے مکان پر شہر میں یاد کیا ہے۔

1904ء کے بعد تا زمانہ پنشن اُن سے دوستانہ، برادرانہ اور محبتانہ تعلق رہا۔ اور بڑے اخلاص سے پیش آتے رہے۔

بدوران ملازمت ایم۔ای۔ایس۔ سب اور سیر ایس۔ ڈی او اور انجینئر اور ایجنسی مین رہے۔ خان صاحب اور خان بہادر کا خطاب پایا۔ آپ پشاور، مردان، لنڈی کوتل اور ملاکنڈ اور چکدرہ میں رہے۔ اور قلعہ شاگئی خیبر میں اور پانچ پل پشاور چارسدہ روڈ پر بنائے۔ اور درہ کڑ کڑ پر پختہ سڑک بونیر پر گذری آپ کو پنشن 1938ء کے قریب ملی۔ اور قادیان میں ایک خوبصورت مکان بنا کر رہائش اختیار کی۔

آپ حضرت احمد علیہ السلام کے عہد میں 1900ء سے قبل کے احمدی تھے۔ اور

سلسلہ احمدیہ کی امداد میں دل کھول کر حصہ لیا کرتے تھے۔ خلافت اولیٰ کے زمانہ میں پشاور صدر احاطہ سیٹھ رحمت میں مکان کرایا پر لیا ہوا تھا۔ مردان میں بکٹ گنج میں مسجد احمدیہ سے مشرقی کوچہ کے شمالی جانب ایک احاطہ خرید کر وہاں تین بڑے مکانات اور دس چھوٹے مکانات کرایہ کے واسطے تعمیر کر دیئے تھے۔ جو پنشن کے بعد (33000) ہزار روپے میں ہندوؤں پر فروخت کر دیئے تھے۔ قادیان بورڈنگ ہوس کے قریب ایک بڑا خوبصورت مکان اور باغیچہ بنا رکھا تھا۔ مسجد احمدیہ پشاور شہر میں دار الرحمۃ کا مکان خان بہادر شیخ رحمت اللہ نے اپنے خرچ سے بنا کر رہائش اختیار کی۔ یہ مکان 1923ء میں تعمیر کیا اور چند سال کے بعد انجمن کو دے دیا۔ مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار کرایہ میں اخراجات تعمیر مجرا کر لئے۔ جو باقی رہے وہ چندہ میں محسوب کر گئے۔ انجمن کو مکان بنا کر سپرد کر دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔ 1936ء میں ملاکنڈ اور چکدرہ میں قیام تھا۔

شیخ اللہ بخش صاحب ساری عمر آپ کے گھر کا انتظام کرتے رہے۔ 1917ء میں گجرات شہر میں رحمت اللہ صاحب نامی کی لڑکی سے نکاح کیا۔ خاکسار بھی گجرات اس تقریب پر گیا تھا۔ مگر یہ بیوی مرض سل کا شکار ہو کر فوت ہوگئی۔ اور تیسری شادی شیخ فتح محمد صاحب احمدی جموں کی دفتر کلاں سے ہوئی۔ جس کی اولاد اس وقت موجود ہے قادیان سے ہجرت کے بعد 1947ء میں ماڈل ٹاؤن لاہور میں مکان ملا۔ یہیں بیمار ہوئے۔ اور بلاآخر 4 دسمبر 1955ء مطابق 18 ماہِ ربیع الثانی 1375 ہجری اتوار کے دن فوت ہوئے۔ اور لاہور میں دفن ہوئے۔ آپ کی یادگار چار فرزند نرینہ موجود ہیں۔ بڑا لڑکا وکیل ہے۔

شیخ اللہ بخش صاحب پر جوش احمدی تھے اور خلافت ثانیہ کی تائید میں بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے۔ خان بہادر کی وفات کے بعد وہ ماڈل ٹاؤن سے سُنا ہے کہیں چلے گئے۔

(29) میرزا محمد شریف خاں صاحب

میرزا محمد شریف خان صاحب ولد محمد اکبر خاں ساکن نوشہرہ ضلع پشاور اوران ہندستانی النسل لوگوں میں تھے جو انگریزی فوج اور افسروں کے سرحد میں آکر مقیم ہونے پر بیرے اور خانساماں ہوکر آئے تھے۔ آپ کی اصل سکونت نوشہرہ صدر بازار کی تھی۔ آپ کے ایک چچازاد بھائی محمد اکرم خان جو گائیڈ فوج میں جمعدار تھے۔ بکٹ گنج میں رہتے تھے۔ ایک سگا بھائی ولی محمد ان کے پاس پشاور میں رہتا تھا۔ آپ پشاور صدر احاطہ چاند خان کالی باڑی میں سکونت پذیر رہے۔ بعد از فرغتِ تعلیم باڈر ملٹری پولیس پشاور میں ''پے حوالدار'' تھے۔ اس کے بعد مسٹر گریسن سپرنڈنٹ پولیس پشاور نے خاص کام کے دوران میں سب انسپکٹر پولیس مقرر کر کے ان کو خلیج فارس میں بھیجا کہ وہاں نگرانی کریں۔ کہ کن ممالک سے اسلحہ آکر ساحلِ بلوچستان کے آس پاس اُتر کر فروخت ہوتا ہے اور سرحدی اقوام لاتے ہیں۔ وہاں سے کامیاب واپس آکر سرحدی اقوام لاتے ہیں۔ وہاں سے کامیاب واپس آکر صوبہ سرحد کے مقامی پولیس میں تھانیدار مقرر ہوئے۔ بالآخر مرضِ ذیابطیس سے بیمار ہوکر 1926ء میں فوت ہوگئے۔

آپ حضرت میرزا محمد رمضان علی کے ذریعہ احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔ پہلے 1902ء کے قریب بذریعہ خط بیعت کی۔ پھر 3 ستمبر 1904ء کے لیکچر میں پشاور سے جماعت کے ساتھ لاہور گئے۔ اور میاں معراج الدین صاحب احمدی کے مکان میں جہاں حضرت احمد علیہ اسلام ٹھہرے ہوئے تھے 4 ستمبر کو جماعت کے ساتھ حضرت احمد کی زیارت کی اور وہیں پر بیعت بھی کی۔ حضرت نورالدین صاحب کے زمانہ خلافت میں خلافت سے وابستہ رہے۔ اور اختلاف واقع ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید

بیعت تو کر لی ۔ مگر حضرت مولانا غلام حسن اور خواجہ کمال الدین صاحب سے تعلق توڑ نہ سکے ۔ انجمن احمدیہ پشاور کے برائے نام صدر تھے ۔ اور نمازیں حضرت مولانا کے ساتھ جا کر پڑھا کرتے تھے ۔

مزاج میں خوش مزاقی، ظرافت، تمسخر، خوداری، مہمان نوازی ضرور تھی ۔ بہ سبب پولیس کی ملازمت کے یا صدر کی سکونت کے زبان پر قابو نہ تھا ۔ بے تحاشا زبان سے گالی نکل جاتی ۔ احباب کی عندالضرورت مدد کرتے ۔ اور قرض حسنہ دیا کرتے ۔ آپ کی بیوی کا سابقہ شوہر نور محمد ولد نور محمد سے ایک بچہ میرزا نذیر احمد صاحب تھا ۔ میرزا نذیر احمد ولد نور محمد ولد فقیر محمد سے ایک ساکن بکٹ گنج مردان ۔ مولوی محمد علی اور ڈاکٹر عبدالحکیم احمدی کا بھتیجا تھا جن کے پسر نصیر احمد اور آفتاب احمد موجود ہیں ۔ جو سول کواٹرز میں سکونت پذیر ہیں ۔ جو نیک اور صالح انسان تھا ۔ جن ایام میں خاکسار انٹرنس میں تعلیم حاصل کر رہا تھا ۔ تو 1905ء میں وہ بھی اسلامیہ سکول میں داخل تھا ۔ مسٹر گریسن صاحب نے اس کو بھی سب انسپکٹر پولیس مقرر کر کے خلیج فارس بھیجا تھا ۔ واپسی پر پولیس چھوڑ کر سول کورٹس میں محرّر مقرا ہوا ۔ ساری عمر سول میں گذاری ۔ آخری عمر میں صحت خراب ہوئی ۔ اور بیمار ہوئے ۔ اور فوت ہو گئے ۔ اس کی یادگار میرزا نذیر احمد اور میرزا آفتاب احمد ہیں ۔ میرزا نذیر احمد حضرت میرزا رمضان علی صاحب کے داماد تھے ۔ اور مولوی محمد علی صاحب احمدی کا سگا بھتیجا تھا ۔ نور محمد کی بیوہ میرزا محمد شریف خان نے کی تھی ۔ میرزا محمد شریف خان کا ایک لڑکا میرزا بشیر احمد ہے جو قادیان میں تعلیم السلام سکول میں پڑھا کرتا تھا ۔ والد کے فوت ہونے پر نوشہرہ جا کر رہا ۔ جہاں اس نے خانساموں میں شادی کی ۔ اور احمدیت سے بیگانہ ہو گیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

1926ء میں میرزا محمد شریف خان گڑھی حبیب اللہ خان تھانیدار تھے ۔ وہاں بیمار ہو

کر رخصت لی۔ اور پشاور لائے گئے۔ یہاں آکر فوت ہو گئے۔ پشاور صدر کے قبرستان نودہ میں دفن ہوئے۔

(30) میر احمدی شاہ صاحب

میر احمدی شاہ صاحب غالباً میاں فیض احمد صاحب کی معرفت احمدیت سے واقف ہوئے ۔آپ حضرت مولانا غلام حسن صاحب کے درسِ قرآن میں آنے جانے لگے ۔ خاکسار نے لطیفہ کے طور پر ایک دن کہا کہ میر احمدی شاہ! اور لوگوں کو تو شاید کسی بڑی تبلیغ اور دلائل کی ضرورت ہوگی ۔مگر آپ کا تو والدہ نے نام ہی احمدی شاہ رکھا ہے (پشتو زبان میں جس کے معنی ہیں ''احمدی ہوجا'') تو آپ کو اپنی والدہ کی نصیحت پر عمل کرنا چاہئے ۔ چنانچہ انہوں نے پشاور سے بذریعہ خط 14 جولائی 1907ء کو بیعت حضرت احمد کو تحریر کر دی ۔ اور دسمبر 1907ء میں قادیان بھی گئے مگر اپنے ساتھی میر مدثر شاہ صاحب کی بدسلوکی سے شاکی رہے۔آپ کا نام اخبار بدر مورخہ 19 جولائی 1907ء میں شائع ہوا۔سکونت علاقہ گنج (پشاور) میں تھی۔

آپ میونسپل کمیٹی پشاور میں محرّر چونگی تھے۔اور خلافتِ اُولیٰ میں خلافت سے وابستہ رہے۔اور خلافتِ ثانیہ میں جماعت سے کنارہ کش رہے۔ خاموش طبع مگر ڈرپوک مزاج تھے۔

(31) حافظ محمد علی صاحب

حافظ محمد علی صاحب ساکن محمد ڈھلاں شہر پشاور کے باشندے تھے۔ اور میاں غلام حیدر صاحب ٹھیکیدار ساکن رام پورہ دروازہ شہر پشار کے بھائی تھے۔آپ حافظ قرآن کریم

تھے۔ نیک اور غریب الطبع بے آزار انسان تھے۔ حضرت مستری میاں محمد صاحب مکیؓ احمدی کے ساتھ شناسائی تھی۔ آپ کی تحریک اور تبلیغ سے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئے مجھے معلوم نہیں۔ کیا کام کرتے تھے۔ گذارہ تنگ تھا۔ عبادت اور ریاضت میں کوشاں تھا۔ زیادہ تر تنہائی میں وقت گذارتے۔ آپ نے اختلاف واقعہ ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے تجدید بیعت کی۔ اور 1935ء میں فوت ہوئے۔

آپ کا ایک لڑکا نثار احمد صاحب ہے۔ جو احمدیت سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اور جنگ یورپ میں 1944-39ء میں مصر، شام اور فلسطین ہو آئے۔

(32) قاضی عبدالخالق صاحب

قاضی عبدالخالق صاحب پشاور شہر کے مشہور خاندان قاضی خیلوں سے تھے۔ ان کے تین بھائی اور تھے۔ قاضی شاہ محمد صاحب اور قاضی سربلند صاحب جو ان سے بڑے تھے۔ اور ایک بھائی قاضی محمد امین صاحب ان سے چھوٹے تھے۔ آپ کوٹلہ فیلباناں شہر پشاور میں سکونت رکھتے تھے اور حضرت مولانا غلام حسنؓ سے تعلق شاگردی تھا۔ آپ حضرت مولانا کی وجہ سے احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔ آپ کا نام اخبار الحکم مورخہ 30 اپریل 1903ء فہرست مبائعین میں شائع ہوا۔

آپ صالح نوجوان اور کم گو انسان تھے۔ آپ کوئٹہ بلوچستان میں تھانیدار تھے۔ عمر کا اکثر حصہ بلوچستان میں گذارا۔ خاکسار جب 1924ء کوئٹہ گیا تھا۔ تو وہاں سول ہسپتال میں درد گردہ کی وجہ سے زیر علاج تھے۔ مگر خاکسار کے پشاور آنے پر وہ جلد فوت ہو کر کوئٹہ میں دفن ہوئے۔ جنازہ جماعت احمدیہ نے ادا کیا۔

آپ کے بھائیوں کی کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف آپ کے چار فرزند تھے۔ جن میں سے

بڑا جوان مرگ فوت ہوا۔اور باقی تین بیٹے زندہ ہیں۔مگر احمدیت سے کوئی رغبت نہ رہی۔ اگرچہ احمدی ان کو ہر طرح مدد دیتے رہے۔

آپ نے حضرت کے ایّام حیات میں احمدیت قبول کی۔اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ خلافت میں خلافت سے وابستہ رہے۔مگر اختلاف واقع ہونے پر حضرت مولانا غلام حسن صاحب کی وجہ سے خلافت ثانیہ سے الگ رہے۔مگر جب پشاور تشریف لائے اور خاکسار نے تحریک کی۔تو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے تجدید بیعت کر لی۔اور مبائع ہو کر فوت ہوئے۔انا للہ وَ انا الیہ راجِعُون

(33) میاں فیض احمد صاحب

آپ محا خویشکی بالمقابل گھنٹہ گھر بازار کلاں شہر پشاور میں رہتے تھے۔اور تمام شہر میں چکر لگاتے اور پرانی زری اور طلہ کے کلاہ اور کپڑے خرید کر جلا کر اس سے سونا اور چاندی نکالتے۔اور فروخت کرتے۔اور رزق حلال کماتے۔خوش مذاق ،خوش مزاج اور غریب الطبع انسان تھے۔چادر میں اپنے پاس ''عسل مصفٰی'' نامی کتاب رکھتے۔اور جہاں موقع ملتا۔احمدیت کا کوئی مسئلہ دوستوں سے چھیڑ دیتے۔آپ کو غالباً میاں محمد صاحب مکی احمدی نے میاں غلام حسین صاحب مسگر کی دکان (واقع کوچہ رسالدار پشاور) پر ملاقاتوں میں احمدیت کی طرف مائل کیا۔آپ نے حضرت احمد علیہ السلام سے 1907ء میں بیعت اور خلافت اولیٰ میں خلافت سے وابستہ رہے۔خلافتِ ثانیہ کے آغاز میں فوت ہو گئے۔ یعنی 1914ء میں۔اور جماعت احمدیہ نے تجہیز و تکفین کی۔غریب تھے۔مگر نڈر تھے اور کھلی تبلیغ کرتے رہتے۔

(34) حضرت منشی خادم حسین صاحب بھیروی

آپ کا مولدار وطن شہر بھیرہ تھا۔ آپ نوشہرہ ضلع پشاور میں میاں رحیم شاہ صاحب رئیس نوشہرہ کے دو فرزندوں خان بہادر میاں مشرف شاہ اور خان بہادر میاں فیروز شاہ صاحب کے اتالیق تھے۔ اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں مفتی غلام رسول صاحب ساکن شادیوال ضلع گجرات کے مستعفی ہونے پر اسلامیہ ہائی سکول میں 1902ء میں استاد مقرر ہوئے۔

آپ نے پشاور میں آ کر اپنے خالہ زاد بھائی میاں حسین بخش صاحب کمپونڈر ایجرٹن ہسپتال کے پاس ہسپتال میں ڈیرہ لگایا۔ اور چونکہ علم دوست انسان تھے۔ آپ کے پاس ہر روز بعد از عصر اور کبھی کبھی جمعہ کے دن صبح کے احباب جمع ہو جاتے۔ جن میں حکیم غلام محی الدین صاحب احمدی ساکن چکوال۔ قاضی فضل الٰہی صاحب ساکن ضلع گجرات۔ حضرت میرزا رمضان علی اور حضرت میرزا نذر علی اور میر مدثّر شاہ صاحب اور حضرت مستری میاں محمد صاحب ملکی عبد الاکبر خان اور خاکسار اور حضرت میاں محمد اسمٰعیل صاحب صوفی وغیرہ اکٹھے ہوتے۔ کوئی اپنا الہام یا کشف سناتا۔ کوئی قرآن کریم کا کوئی نکتہ بیان فرماتا۔ کوئی دعائے قنوت پر گفتگو کرتا۔ کوئی کسی مولوی کا اعتراض پیش کرتا۔ اور جواب سناتا۔ الغرض آپ کی صحبت ایک علمی محفل اور از دیادِ علم اور از دیاد ایمان کا موجب ہوئی۔ خاکسار نے بھی 15 جنوری 1902ء کو آپ کی تحریک سے حضرت احمد علیہ السلام سے بذریعہ تحریر بیعت کی۔ خاکسار اس وقت جماعت ششم کا طالب علم تھا۔ اور اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں پڑھتا تھا۔

آپ کو شیعہ مذہب کے کتب کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ اور کوئی حوالہ قید تحریر میں نہ

لاتے ۔ جب تک خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ نہ کرتے ۔ آپ نے ایّام حیات میں واقعاتِ کربلا اور تذکرۃ الذاکرین اور رسائل لکھتے اور تشحیذ لاذہان میں اور اخبار الحکم میں شیعہ مذہب کے خلاف مضامین لکھے اور شائع کئے حضرت میرزا نذر علی کو اس وجہ سے ان سے بڑا لگاؤ تھا۔

اسلامیہ ہائی سکول پشاور سے آپ نے ترک ملازمت کی تو سفیر افغانستان مقیم کلکتہ سردار محمد اسمٰعیل خان (خلف سلطان محمد خان طلائی جو کبھی افغان گونر پشاور تھے) کے میر منشی مقرر ہوئے۔اور سالہا سال اس کے ساتھ رہے۔جب سفیر صاحب ملازمت سے سبکدوش ہوکر کوئٹہ میں قیام فرما ہوئے۔تو حضرت منشی خادم حسین صاحب بھیرہ آکر مقیم ہوئے۔آپ خلافت ثانیہ تک زندہ رہے۔اور عرصہ دراز کے بعد فوت ہوئے۔بھیرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی کوئی نارینہ اولاد باقی نہ تھی۔صرف ایک لڑکی تھی۔

آپ خلیق اور حلیم الطبع، بردبار انسان تھے۔اور ہر مخالف کی سختی کا جواب نرمی اور دلائل سے دیا کرتے۔اور جذبات پر قابو رکھتے خدا تعالیٰ ان کی روح پر رحمت اور برکت اور نازل کرے۔احباب پشاور نے آپ سے بڑا علمی فائدہ حاصل کیا۔

ایک واقعہ

حضرت خادم حسین صاحب نے ایک دفعہ فرمایا کہ دھنی کے علاقہ میں کالا باغ کے سادات کی وجہ سے اکثر سُنّی جاہل عوام شیعہ ہو گئے۔میں نے ایک مسئلہ جو سُنّی شیعہ میں مابہ النزاع تھا۔پر ایک ایسی حدیث تلاش کی۔جو اس مسئلہ پر لا جواب حل پیش کرتی تھی۔اور شیعہ مولوی اس کا کوئی جواب نہ دے سکتے تھے۔اگرچہ میرے ہاتھ میں اس وقت ایک کامیاب ہتھیار تھا۔مگر میں نوجوان اور ناتجربہ کار تھا۔اور شیعہ سیّد تجربہ کار تھا۔اتفاق سے وہ

سیّد ایک گاؤں میں سے آنکلا۔ اور وہاں قیام کیا۔شیعوں نے شکایت کی کہ مولوی خادم حسین صاحب کے پاس فلاں مسئلہ پر ایک ایسی حدیث ہے کہ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ۔سیّد موصوف نے ان شیعوں کو کہا کہ جاؤ۔اس کو بلوا لاؤ۔ان میں سے ایک صاحب میرے پاس آئے ۔اور کہا کہ آپ وہ حدیث ہمارے سیّد صاحب کے پاس لا دیں۔مَیں خوشی خوشی ساتھ ہولیا۔

پہلا امر یہ ناگوار پیش آیا۔جب سیّد صاحب کی قیام گاہ پہنچے تو سیّد صاحب خود ایک چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔اور مجھے فرش پر بیٹھنا پڑا۔گویا مساوات نہ دی گئی۔

دوسرا ناگوار امر یہ تھا۔کہ سید صاحب گفتگو میں اس طرح ''اے لونڈیا۔تو اپنی بغل دے دچہ کی بڑی کتاب دبائی پھرنا ئیں''۔یعنی حقارت سے مجھے لونڈا کہا۔اور کتاب جو آپ کی بغل میں ہے''یہ کیا ہے؟اس کتاب کی تحقیر کی۔میں نے کہا۔یہ حدیث کی کتاب ہے۔اور ایک حدیث آپ کو دکھانے لایا ہوں۔اور تیسرا امر جو ناگوار پیش آیا۔یہ تھا کہ سیّد صاحب نے کہا کہ ذرا حدیث کی کتاب مجھے دکھا دو۔جو میں نے تجربہ کاری سے اس کے ہاتھ میں دے دی۔اور سیّد صاحب کو جان چھڑانے کا موقعہ مل گیا۔سیّد صاحب نے جب حدیث کو پڑھا اور کوئی جواب سمجھ میں نہ آیا۔تو کتاب میرے ہاتھ میں دے کر کہنے لگے۔کہ مولوی صاحب حدیث پڑھو۔جو ہی مَیں نے پڑھا رُوِیَ عَنْ فُلاَنٍ تو سیّد صاحب نے جھٹ کہا۔کہ مولوی صاحب رُوِیَ کیا صیغہ ہے۔میں نے کہا ماضی مجہول ۔تب تو سیّد صاحب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔اور فرمانے لگے۔کہ دیکھو یہ مولوی صاحب ہمارے مقابل میں مجہول باتیں پیش کرنے آیا ہے۔پنجابی میں مجہول لغویات کو کہتے ہیں۔جو معقول نہ ہو۔اور عام لوگوں نے ترجمہ نہ سُنا۔نہ سیّد صاحب نے ترجمہ کرنے دیا۔اور اسی بات میں میری دلیل کو اڑا دیا۔حضرت منشی خادم حسین صاحب فرمایا کرتے کہ دشمن (مخالف) سے

بات کرتے ہوئے ہر بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ اہل حق ہو کر بعض اوقات زک اٹھانی پڑتی ہے۔

(35) میاں سُلطان محمد صاحب

آپ شہر پشاور علاقہ یکہ تُوت کے باشندے تھے۔ اور کوئٹہ بلوچستان میں عرائض نویس تھے۔ ساری عمر کوئٹہ میں گذری۔ آپ حضرت مولانا غلام حسن خاں صاحب کے شاگرد تھے۔ اور انہی کی وجہ سے احمدیت کی طرف رغبت ہوئی۔ حضرت احمد علیہ السلام کے زمانہ میں داخل احمدیت ہوئے۔ کبھی کبھی جب پشاور آتے۔ تو حضرت مولانا کو ملنے آتے۔ حضرت نور الدین کے زمانہ خلافت میں بھی بقید حیات تھے۔ اختلاف کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کہاں فوت ہوئے۔ مگر بظاہر خاموش طبع اور صالح انسان معلوم ہوتے تھے۔ غالباً کوئٹہ میں فوت ہوئے مزید حالات معلوم نہیں۔

(36) جناب میرزا عبدالرّحیم صاحب

آپ محلہ قاضی خیلاں۔ بازارکلان پشاور کے باشندے تھے۔ اور محکمہ انہار میں اہلمد تھے۔ 1912ء میں مردان میں مقیم تھے۔ آپ کی توجہ جناب الحاج محمد رمضان صاحب احمدی کوہاٹی نقشہ نویس محکمہ انہار کی وجہ سے احمدیت کی طرف راغب ہوئی۔ اور جناب میاں محمد یوسف صاحب کی تبلیغ اور تحریک سے داخلِ احمدیت ہوئے۔

آپ نے 14 فروری 1913ء کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے ہاتھ پر بذریعہ خط احمدت قبول کی۔ قبول احمدیت کے بعد آپ پشاور تشریف لائے۔ اور حضرت مولانا غلام حسن خان کے مکان پر آپ سے ملاقات ہوئی۔ ان دنوں ہم کو بازار جہانگیر پورہ میں ایک

بالا خانہ کی تلاش تھی۔آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا۔کہ بازار داروگراں۔جہانگیر پورہ میں مسجد حاجی عبدالحکیم اصاحب کے سامنے میرا بالا خانہ ہے۔آپ وہ لے لیں۔اور اس میں دارالکتب احمدیہ اور مہمان خانہ اور درس القرآن جاری کریں۔میں یہ بالا خانہ وقف کر دیا دیتا ہوں۔اور کوئی کرایہ نہ لوں گا بلکہ بالا خانہ انجمن کا ہوا۔ایک تحریر بھی لکھ دی۔جو رجسٹرڈ نہ تھی۔

ہمارا دفتر انجمن احمدیہ اُس بالا خانہ میں 1913ء لغایۃ 1924ء رہا۔اور بالا خانہ ہم نے اس وقت چھوڑا۔جب مسجد احمدیہ پشاور بمعہ تمام ضروریات تعمیر ہو کر تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔یہ سب خدا کا فضل وکرم تھا۔ورنہ جب خاکسار نے یکم جنوری 1915ء کو اس بالا خانہ پر انجمن احمدیہ پشاور کا بورڈ لگایا۔اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کی شاخ دوبارہ قائم کی۔تو ہمارے پاس اس بات کے واسطے کوئی اور جگہ موزوں سردست موجود نہ تھی۔

حضرت مولانا غلام حسن اور غیر مبائعین نے چاہا۔کہ کسی طرح یہ بالا خانہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاوے۔محمد عجب خان صاحب تحصیلدار ساکن زیدہ نے میرزا عبدالرحیم صاحب کو بہت سمجھایا کہ یا تو مکان ہم (غیر مبائعین) کو دیدو۔یا خود رکھ لو اور کرایہ پر دے دو۔مگر قاضی یوسف محمد کو مت دو۔میرزا صاحب نے سختی سے جواب دیا کہ خان صاحب! میں نے یہ بالا خانہ قاضی صاحب کو اس وقت دیا تھا۔جب کہ وہ غیر مبائع تھا۔اور میں بائع احمدی تھا۔اب تو وہ بائع ہو کر ہمارے ساتھ مل گیا ہے۔تو میں کیوں مَنّاع لّلخیرِ بنوں۔مجھے کسی کرایہ کی ضرورت نہیں۔خدا نے مجھے بہت کچھ دیا ہے۔مَیں کرایہ کا محتاج نہیں۔قاضی محمد یوسف صاحب یہاں درس قرآن دیتا ہے۔احمدی مسافروں کو شب باش کرتا ہے۔تبلیغ کرتا ہے اور نمازیں پڑھتا اور پڑھاتا ہے۔کیا یہ کام بُرا ہے کہ مَیں روک لُوں؟ اور جوٗا بازوں کو دے دو کہ وہ یہاں جوٗا کھیلا کریں۔

اس کے بعد خان بہادر غلام صمدانی خان افسر مال خان بہادر سکندر خان مثل خوان ڈپٹی کمشنر پشاور اور خان بہادر مولوی غلام حسن خان نے مل کر میرزا عبدالرحیم صاحب کے خلاف پولیس کو رپوٹ لکھ دی کہ یہ پاگل ہے۔ اور ضرر رسان ہے۔ اس کو پاگل خانہ میں ڈالا جاوے۔ قاضی محمد یوسف نے جو دفتر چیف کمشنر کا کلرک اور انجمن احمدیہ کا سیکریٹری ہے اُس نے اس کے بالا خانہ پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ اس کو بالا خانہ سے بیدخل کیا جاوے۔

خاکسار مسٹر بولٹن ڈپٹی کمشنر پشاور کی ملاقات کو گیا۔ اور اس کو کہا کہ میرزا عبدالرحیم صاحب احمدی ہے۔ معمّر انسان ہے۔ اس کو تبلیغ کا شوق اور مذہبی مینیا (جنون) ہے۔ وہ نہ پاگل ہے۔ اور نہ ضرر رساں ہے۔ اس کو محض اس واسطے پاگل بنایا گیا ہے۔ کہ اس نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اغراض کے واسطے اپنا بالا خانہ وقف خانہ وقف کیا ہے۔ جس کا میں آنریری سیکریٹری ہوں۔ اور حضرت مولانا غلام حسن صاحب بالمقابل مخالف فریق کے لیڈر ہیں۔ اور خان بہادر غلام صمدانی خان ان کا شاگرد اور دوست ہے۔ اور سکندر خان کا آپ کا مثل خوان اور میرزا غلام صمدانی کا رشتہ دار ہے۔ اور تینوں نے مل کر یہ تجویز کی ہے کہ کسی طرح صدر انجمن احمدیہ قادیان کی شاخ یہاں بند ہو جائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ کیا آپ ضمانت دیتے ہیں کہ میرزا صاحب ضرر نہ پہنچا دے گا؟ میں نے کہا۔ ہاں میں ضمانت دیتا ہوں۔ مسٹر بولٹن صاحب نے حکم دے دیا کہ میرزا صاحب کو فوراً چھوڑ دیا جائے۔ اِدھر لالہ نندلال سپرنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر پشاور نے خاکسار کو ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ تین بجے میرزا صاحب جیل سے رہا ہوں گے۔ اِدھر میرزا غلام صمدانی خاں اور سکندر خان ٹانگہ لے کر جیل خانہ پہنچے۔ اور میرزا صاحب کو نکال کر اُن کے مکان پر پہنچا دیا۔

مکان پر اُس کے لڑکے عبدالحکیم نے اس کے ہاتھ اور پاؤں میں زنجیر ڈال کر باندھ دیا اور گھر میں بند رکھا۔ اور باہر نکلنے نہ دیا۔ مگر جب میں بمعہ دو تین افراد ان کے مکان پر

پہنچا۔ تو عبدالحکیم موجود نہ تھا۔ میرزا صاحب نے کہا کہ آپ انجمن والے بالا خانہ جاویں میں عنقریب آجاؤں گا۔ آپ نے سوہان لیا اور زنجیر کاٹ کر بالا خانہ انجمن کو چلے آئے۔ تھوڑی دیر بعد عبدالحکیم گھر میں آیا والد کو نہ پا کر بالا خانہ چلا آیا۔ میں نے سخت جواب دیکر اس کو بالا خانہ سے نیچے اُتار دیا۔ اور اس طرح میرزا عبدالرحیم صاحب آزاد ہو گئے۔ جب آپ گھر سے نکل کر بازار کلان اور قصہ خوانی سے ہوتے ہوئے انجمن احمدیہ میں آتے تو بلند آواز سے کہتے۔ کہ حضرت میرزا غلام احمد خدا کا نبی اور رسول ہے۔ جو اس کو نہ مانے گا وہ مجرم ہے۔ اس سے باز پرس ہوگی۔

ایک دفعہ ہماری مسجد نوتعمیر کی چھت پر چڑھ کر زور زور سے بلند آواز کے ساتھ یہ فقرے دہرائے۔ آپ فیاض طبع، جری، صاف گو، تہجد گذار اور باہمت انسان تھے۔ قریباً پچاسی سال عمر تھی۔ آپ 20 اگست 1925ء کو بیمار ہو کر فوت ہوئے۔ اور دروازہ گنج کے باہر دفن ہوئے۔ جنازہ پہلے غیر احمدی حضرات نے اور بعد ازاں جماعت احمدیہ نے ادا کیا۔ الھم اغفرہٗ و ارحمہ ۔ ان کے فوت ہونے کے بعد بالا خانہ ان کے بیٹے عبدالحکیم صاحب کے قبضہ میں چلا گیا۔ جو ماہِ شعبان 1328ھ میں جل کر خاک سیاہ ہو گیا اور اب هِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا کا مصداق ہے۔

(37) میاں محمد یُوسف صاحب ککّے زَئی

میاں محمد یُوسف صاحب ککے زئی پسر میاں غلام سرور صاحب ککے زئی ساکن محلہ کوٹلہ فیلباناں شہر پشاور اس مباحثہ میں موجود تھے۔ جو جنوری 1924ء میں مسجد اہلحدیث ساکن سفید ڈھیری خطیب مسجد کے ساتھ جناب خان صاحب قاضی فقیر احمد صاحب سابق ای۔ اے سی نے کرایا۔ خدا تعالیٰ نے ایک جماعت کی موجودگی میں مولوی محمد بہرام

صاحب کو حیاتِ حضرتِ عیسیٰ کے مسئلہ پر لا جواب کرایا۔ اور دہلی کے ایک مولوی عبد السّلام صاحب جو اہلحدیث تھے ۔ وہ بھی اپنے دلائل میں فَبُهِتَ الَّذِی کَفَرَ کے مصداق ہو گئے ۔ حاضرین پر جماعت احمدیہ کا رعب طاری ہو گیا ۔ اور سید عبد اللہ شاہ صاحب میونسپل کمشنر علاقہ بول اُٹھے کہ جب تم لوگ قادیانیوں کے دلائل کی تردید کے اہل نہیں ہو۔تو ہم کو کیوں گمراہ کرتے ہو۔اسی مباحثہ کا اثر تھا کہ میاں محمد یوسف صاحب اہل حدیث احمدی ہو گئے ۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بیعت کر لی ۔ اور میر عبد الرحیم صاحب احمدی جو اس وقت میرے ساتھ تھے۔ بہت ہی خوش ہوئے۔

محترم قاضی فقیر احمد صاحب نے ایک دفعہ خاکسار کا اور سید سکندر شاہ رعنا بہائی کا مقابلہ کرایا۔ اس گفتگو میں جو قاضی صاحب کے مکان کی ڈیوڑھی میں ہوئی ۔ اہل محلہ میں سے دس افراد اور موجود تھے ۔سکندر شاہ صاحب جس طرح زِچ ہو کر بھاگ اُٹھے ۔ اس کا اثر معجزانہ رنگ میں ظاہر ہوا۔ خدا تعالیٰ نے اس کو لا جواب کر دیا کہ گھبرا کر کہنے لگا۔ کہ آپ مجھ کو لوگوں سے قتل کرانا چاہتے ہیں ۔ اور چلا گیا۔ اس نظارہ کا بھی میاں محمد یوسف صاحب پر کافی اثر ہوا۔

میاں محمد یوسف صاحب اگرچہ خود مذہبی تعلیم سے ناواقف ہیں ۔مگر کچھ عرصہ اہلحدیث کے ساتھ گذار شرک اور بدعات سے بیزار ہو چکے ہیں اور احمدی ہو کر حضرت احمد کی کتب کا مطالعہ کر کے اَن پڑھ عالم اور مبلّغ ہو گئے ہیں ۔ آپ کا وجود میر مدثر شاہ صاحب کے واسطے سانپ کے منہ میں نسوار بن گیا تھا۔ مدثر شاہ صاحب حضرت صاحب کی کتب سے عبارتیں یاد کر کے فی البدیہہ سنایا کرتے ۔ اور موقعہ بہ موقعہ تحریف کرتے ۔ سامع کو دھوکا دیتے ۔ میاں محمد یوسف نے بالمقابل حضرت صاحب کی نبوت کے بارہ میں اکثر تحریرات یاد کیں ۔ اور ایسا برجستہ جواب دیتے ۔ کہ اُن کو آگ لگ اٹھتی ۔ اور لڑنے پر اُتر آتے ۔

گفتگو اور تبلیغ میں نڈر ہے۔ مگر بعض اوقات بے محل بات کر دیتا ہے۔ جس کا اثر اچھا نہیں پڑتا۔ نظم ونثر دونوں شوق سے سناتا ہے۔ خاکسار کی اُردو یا فارسی نظم اپنی طرف سے منسوب کر دیتا ہے۔ اور اکثر لوگ جو خاکسار سے ناواقف ہیں۔ وہ اُسی کو قاضی محمد یوسف کہنے لگتے ہیں۔ افسوس ہے۔ اس کا صرف ایک بیٹا ہے۔ میاں محمد اشرف جو صراف ہے اور دین سے غافل ہے۔ میاں محمد یوسف صاحب کی عمر اس وقت قریباً ساٹھ سال سے زاید ہوگی۔

(38) میاں غلام محی الدّین صاحب صدّیقی

آپ شہر پشاور محلہ سار باناں کے باشندہ تھے اور موچی لڑہ میں جفت فروشی کرتے تھے۔ آپ کے والد کا نام خان جہان تھا۔ آپ نے بزمانہ حضرت نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل احمدیّت قبول کی۔ آپ کو تحریک غالباً بذریعہ صاحبزادہ چراغ الدین صاحب مرحوم ہوئی۔ آپ دو دفعہ قادیان گئے۔ دوسری دفعہ جانے پر حضرت نورالدین صاحب کی وفات واقع ہوئی۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت خلافت کی۔ آپ کا ایک فرزند عبداللطیف صاحب بھی جو جوان تھا۔ قادیان میں نومبر 1915ء میں مرضِ سل سے فوت ہو گیا۔ اور وہیں دفن ہوا۔ آپ نہ صرف قادیان گئے بلکہ وصیت بھی کر دی تھی۔ آخری عمر میں قادیان میں ہی رہے۔ اور 25 جنوری 1916ء کو 58 برس کی عمر میں وہیں فوت ہوئے۔ اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

آپ کی یادگار عزیز عبدالوکیل صاحب احمدی ہیں۔ جو ایک نوجوان صالح اور ہوشیار اور معاملہ فہم سخن ہیں۔ دینوی کاروبار میں نہایت سمجھدار اور دین کے کاموں میں تقویٰ شعار ہیں۔ اور تبلیغ کرنے موقع اور محل شناس ہیں۔ ٹھوس دلائل سے کام لیتے ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ عبدالجلیل جو صالح جوان ہیں۔ اور کاروبار میں میاں عبدالوکیل کے دستِ راست ہیں۔ خدائے تعالیٰ باپ کو ہمت، استقامت اور برکت دے۔ اور بچّوں کو عمر، اقبال اور صالحانہ زندگی اور صلاحیت دے۔

آمین ۔ آپ کا دوسرا فرزند محمد میاں انیس احمد ہے جو اپنے بھائی کی طرح فرماں بردار ہے ۔ نمازوں میں باقاعدہ ہیں ۔آجکل کراچی میں سکونت ہے۔اورعبدالجلیل نوشہرہ ملز میں ملازم ہے۔

(39) حضرت حکیم غلام محی الدّین صاحب رضؓ

آپ موضع چکوال کے باشندے تھے۔حکمت ان کا پیشہ تھا۔نوشہرہ میں اکثر متعین ہوتے اور سرکاری ملازم تھے۔حضرت نورالدین رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح اوّل سے قدیمی تعلق تھا۔اہلحدیث پشاور سے بھی میل جول تھا ۔آپ حضرت احمد علیہ السّلام کے زمانہ میں 1901ء میں احمدی تھے۔حضرت مولانا غلام حسن اور حضرت منشی خادم حسین صاحب کی صحبت میں حاضر ہوا کرتے ۔ آپ صوفی منش انسان تھے۔آپ کو بُھلے شاہ کی کافیاں اور نہ دِتّے شاہیوں کے قصّے اور حضرت سلطان باہو کی رباعیات یاد تھیں ۔آپ کا ایک فرزند تھا۔مولوی حافظ جمال احمد صاحب جو پشاور میں مولوی عبد القادر صاحب اہلحدیث کے پاس رہا کرتا تھا۔ اور پھر قادیان جا کر حضرت نورالدین کے زیرسایہ رہا۔اورحضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت عبیداللہ پسر حضرت حافظ غلام رسول وزیرآبادی کےفوت ہونے پر جزیرہ ماریشس کا مبلّغ مقرر کیا۔اورعرصہ تک وہاں قیام پذیر رہا۔اور وہیں فوت ہوکر دفن ہوئے۔

حضرت حکیم غلام محی الدین صاحب میونسپل کمیٹی پشاور کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر قادیان چلے گئے ۔اور قادیان میں فوت ہوکر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے ۔آپ عندالوفات قریباً نو کے برس کے ہونگی۔

(40) حضرت مولوی غلام رسُول صاحب

جناب مولوی غلام رسول صاحب جو جناب مولوی غلام نبی صاحب احمدی کے چھوٹے اور

جناب مرزا غلام حیدر صاحب احمدی وکیل نوشہرہ سے بڑے تھے۔ موضع پنڈی لالہ ضلع گجرات کے باشندہ تھے۔ اور خاکساران کے بھائی حضرت مولوی غلام نبی سے اُس زمانہ سے واقف تھا۔ جب کہ وہ گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی میں عربی فارسی کے مدرّس تھے۔ اور جناب خاں غلام محمد خان صاحب احمدی ان دنوں وہاں ہیڈ ماسٹر تھے۔ یعنی 1910ء سے۔

جناب مولوی غلام رسول صاحب پشاور میونسپل بورڈ ہائی سکول میں 1911ء میں مدرّس ہوکر آئے۔ اس واسطے اکثر لوگ آپ کو ماسٹر صاحب بھی کہا کرتے تھے۔ مگر جلد مدرّسی ترک کر کے دفتر سیشن جج پشاور میں ترجمہ پر مقرر ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے سیشن جج کے مثل خوان مقرر ہوئے۔ جب مسٹر فریزر صاحب جوڈیشل کمشنر مقرر ہوئے۔ تو اس نے فوجُون خان مثلخوان کے مصنف مقرر ہونے پر آپ کو جوڈیشل کورٹ کا مثل خوان مقرر کر دیا۔ مگر آپ نے ایک طرف ہر کام بڑی محنت اور دیانت داری سے کیا۔ دوسری طرف اپنی صحت خراب کر دی۔ آپ ایک دیانت دار مثلخوان تھے۔ اور افسروں کی نظروں میں دیانت اور محنت کی وجہ سے قابل احترام تھے۔ کثرتِ کار کی وجہ سے اور صحت کی خرابی کے سبب مزاج میں خشکی پیدا ہوگئی تھی۔ ورنہ خوش مذاق اور آزاد طبع دوست تھے۔ دیندار، عابد، زاہد اور تہجد گذار اور دُعا کرنے کی مشین تھے۔ آپ کو جو کچھ ملا۔ دعاؤں سے ملا۔

آپ کی بیوی صاحبہ ہر کار خیر میں آپ کے ساتھ برابر کی حقدار تھی۔ خاکسار نے جب 1911ء میں پشتو زبان میں 'ابلاغ حق' نامی مجموعہ پشتو میں شائع کیا۔ اور پھر ''حقیقۃ المہدی'' کی ضخیم کتاب لکھی۔ اس وقت ایک پیسہ میرے ہاتھ میں نہ تھا۔ جناب مولوی غلام رسول صاحب سے ذکر آیا۔ آپ نے گھر جا کر بیوی صاحبہ سے ذکر کیا کہ قاضی محمد یوسف نے ایک بڑی مفید کتاب پشتو میں لکھی ہے۔ مگر اشاعت کے واسطے کو روپیہ نہیں ہے۔ یہ سن کر اس نے ہاتھ کے کڑے اتار کر دے دیئے کہ یہ فروخت کر کے کتاب میں لگا دیں۔ دوسرے دن صبح مولوی

صاحب تشریف لائے اور یہ واقع سنایا۔ اور مبلغ ساٹھ روپے مجھے دیئے اور کتاب کی کتابت شروع کر دی۔ اے خدا تو مولوی صاحب اور اس کی بیوی صاحبہ کو اجر عظیم اس اخلاص کا عطا کر۔ آمین۔

کسی بدمنش انسان نے دراندازی کی اور خاکسار کے متعلّق مولوی صاحب موصوف کو تعمیر مسجد پشاور کے بارہ میں بدظن کیا کہ گویا میں مسجد کو اپنی ملکیت بنانا چاہتا ہوں۔ ورنہ ان کو مجھ سے بڑی محبّت تھی۔ اور ہمیشہ تبلیغی کاموں میں معاون رہتے تھے۔

آپ نے بدورانِ تعلیم کالج 1907ء میں حضرت احمد علیہ اسلام سے قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ خلافت میں خلافت سے وابستہ رہے۔ پشاور میں رہنے کی وجہ سے حضرت مولانا غلام حسن صاحب کے اثر سے اختلاف واقع ہونے پر مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء میں شامل ہو گئے۔ تاہم خاکسار اور منشی محمد دلاور خان صاحب ساکن اسماعیلیہ اور مولوی غلام رسول صاحب کا عہد تھا کہ ہم سے جو شخص بھی پہلے خلافت ثانیہ کو قبول کرے گا۔ دوسرے اس کا ساتھ دیں گے۔ جب خاکسار نے 30 دسمبر 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت کر لی تو خاکسار نے آپ کو بھی وہ عہد یاد دلایا۔ اور میل ملاپ کی تحریک کی کیونکہ جماعت غیر مبائعین خاکسار کو بائیکاٹ کر چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے بِلا لیت ولعل میل جول شروع کر دیا۔ اور جلد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت کر لی۔ غالباً یہ 1914ء تھا۔ اُس کے بعد آپ مخلص مبائع احمدی رہے۔ چندوں میں نمایا حصّہ لیتے اور غیر مبائعین کا ناطقہ بند کرتے۔ میر مدثر شاہ کو خوب کڑا جواب دیا کرتے۔

آپ کی یادگار پانچ فرزند زندہ ہیں۔ مولوی عبد الحفیظ۔ میرزا عبد اللہ جان۔ مولوی منظور احمد۔ میرزا مقصود احمد اور میرزا بشیر احمد۔ پہلا فرزند ایڈووکیٹ ہونوشہرہ میں۔ دوسرا سیشن جج ہے۔ تیسرا گورنمنٹ کالج کا ایبٹ آباد میں پروفیسر ہے۔ اور چوتھا انجینئر ہے پشاور میں۔ اور

پانچواں زیرِ تعلیم ہے۔ بڑی لڑکی برادرزادہ عبدالرحمٰن پر شادی شدہ ہے۔ اور چھوٹی لڑکی مولوی بشارت الرحمٰن پروفیسر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی بیوی ہے۔

مولوی صاحب کو دردِ گردہ اور اپنڈے سائیٹس کی تکلیف رہتی تھی۔ اور بالآخر اچانک بیمار ہوکر بُدھ کے دن 15 اکتوبر 1949ء مطابق 12 ذوالحجہ 1368ھ کو فوت ہو گئے۔ اور احمدیہ قبرستان پشاور میں دفن ہوئے۔ آپ کا جنازہ میرزا غلام حیدر صاحب برادرِ خورد نے پڑھایا۔ اور آپ کے جنازہ کے ساتھ احمدی، غیر احمدی اور غیر مبائعین سب موجود تھے۔ خاکسار نے اُن کے کتبہ کے واسطے مندرجہ ذیل نظم لکھّی۔

محترم مولوی غلام رسول	مومن و متّقی دکانِ عقول
عابد و زاہد و تہجّد خوان	بو برنفسِ خود ظلوم و جہول
عمرِ اوصاف شدبہ ذکر للہ	مُجتنب بدُ زِبحث قال اقُول
گاہ در خانہ گاہ در مسجد	دیدنش خلق در دُعا مشغُول
پیرو احمد و مو حّد بُود	داشت ہر حکم حق بجان قبول
آہ آن مرد نیک آخرت	اے خدا رُوحِ او مبادملوں
ماہِ ذوا لحجہ دہ دو دو تاریخ	کر دو رقرب کر د گارِ نزول

سن رحلش بجم اے یوسف
سَرِ اللہ باغلام رسُول

13-ھ-69

تاریخ وفات۔15 اکتوبر 1949ء مطابق 13 شہر ذوالحجہ 1369ھ

(41) مولوی امام الدین صاحب بٹالوی

آپ بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے اور مشن ہائی سکول پشاور میں مدرس تھے۔آپ معمّر اور بزرگ انسان تھے۔مشن سکول میں ہمارے استاد بھی رہے۔ان کے دولڑکے منشی فیروز الدین اور ولی محمد تھے۔موخر الذکر میرا ہم سبق تھا۔آپ انگریزوں کو اُردو بھی پڑھایا کرتے۔منشی فیروز الدین صاحب ان کا لڑکا بھی یہی کام کرتا تھا۔آپ 1896ءلغایت 1912ءتک پشاور میں رہے۔آپ عام طور پر اپنی احمدیت کا اظہار نہ کرتے مگر حضرت مولانا غلام حسن خان کے مردانہ مکان میں عام نمازوں میں اور نماز جمعہ میں اور درس قرآن کریم میں تشریف لایا کرتے تھے۔آپ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں ہری پُور چلے گئے۔جہاں وہ ولی محمد پسر خود کے ہاں مقیم ہوئے۔اور وہیں فوت ہوئے۔

(42) میاں محمد صاحب اور میاں ولی محمد صاحب

یہ دونوں افراد ساکنان پشاور۔کوئٹہ بلوچستان میں سکونت پذیر تھے۔اور وہاں سے انہوں نے حضرت احمد علیہ السلام کے دستِ مبارک پر احمدیت قبول کی اور ان کے ناموں کا اخبار الحکم مورخہ۔10 فروری 1900ءمیں اعلان ہوا۔اس سے زیادہ اُن کا حال معلوم نہ ہوسکا۔

(43) حاجی شاہ عبد القادر صاحب

رام پور کی ریاست میں پشاور کے کوئی صاحب حاجی شاہ عبد القادر صاحب چشتی قادری نظامی رہتے تھے۔انہوں نے حضرت احمد علیہ السلام سے بیعت کی دیکھو اخبار الحکم مورخہ 30 نومبر 1901ءمیں اِن کے نام کا اعلان ہوا۔اس سے زیادہ ہم کو علم نہ ہوسکا کہ وہ صاحب کس محلہ یا

موضوع کے باشندے تھے۔اب زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔

(44) محترم مولوی عبدالکریم صاحب

آپ کا اصل مولد و مسکن جلالپور جٹاں ضلع گجرات ہے۔آپ ایک عرصہ شہر بنّوں میں جناب شیخ الہٰ بخش صاحب احمدی کے تعلق کی وجہ سے قیام پذیر رہے۔شیخ الٰہ بخش صاحب کا تعلق ہم سے 1919ء میں ہوا تھا۔میرے والد 1900ء میں بنوں آئے تھے۔اور میں 1901ء کے ابتدا میں بعمر چھ سال بنوں آیا تھا۔(عبدالکریم) آپ حضرت نور الدّین اعظم کے زمانہ میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب آف راجیکی کے مباحثات بمقام جلال پور جٹاں ضلع گجرات سے احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔اور 1913ء میں احمدیت قبول کی۔آپ نے سرائے نورنگ ضلع بنوں میں خوست کے مہاجر ملّا محمد صاحب احمدی کی دختر نیک اختر سے شادی کی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے گنگا جمنی اولاد دی۔یعنی والد پنجابی اور والدہ افغان اور اولاد اِنڈو افغان ہے۔خدا تعالیٰ نے اولاد بھی کثیر دی۔اور ان کی ضروریات زندگی کا ہمیشہ خدا خود کفیل رہا۔اس وقت وہ محکمۂ رفاہِ عامہ میں ورک منشی ہیں۔

آپ نے بدورانِ قیام بنوں بھی خوب تبلیغ احمدیت کی اور پشاور میں جس قدر عرصہ سے قیام پذیر ہیں۔کھلی تبلیغ کرتے ہیں اور دوستوں اور واقفوں کی نگاہ میں قابل قدر ہستی ہیں۔غریب الطبع حلیم مزاج غیور اور پیغامِ حق کے پہنچانے میں جری اور دلیر ہیں دوستوں کا حلقہ وسیع ہے۔ہر مضمون پر مدلّل گفتگو کر لیتے ہیں۔تردید پیغامیّت، بہائیت، عیسائیت اور غیر احمدیت سے خوب واقف ہیں۔جزاہ اللہ احسن الجزا۔

خاکسار کو ان سے ان کے کاموں اور اخلاق کی وجہ سے دلی اُنس اور محبّت ہے۔آمد کم اور خرچ زیادہ ہونے کے باوجود مہمان نواز اور دوست پرور ہیں۔کتابوں کے مطالعہ اور عام واقفیت

پیدا کرنے کا قلبی شوق ہے۔ ہر قسم کی کتب کی مختصر سی لائبریری جمع کر رکھی ہے۔خوش طبع ،خندہ رو اور مخلص انسان ہیں ۔آپ کی تبلیغ سے بہتوں کو ہدایت نصیب ہوئی ۔میاں محمد یوسف صاحب سکنہ زئی سے دلی لگاؤ ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور مرکز سلسلہ سے خاص اُنس ہے۔اللہ تعالیٰ بڑی عمر اور برکت دے اور کسی کا محتاج نہ کرے۔آمین۔

(45) محترم میاں حیات محمد صاحب بھیروی

آپ کا اصل وطن شہر بھیرہ ہے۔آپ نے ایام طالب العلمی میں 1906ء میں حضرت احمد علیہ السلام سے بیعت کی۔اور حضرت اقدس کے ایام حیات میں دو سال کا زمانہ پایا۔آپ نے حضرت نور الدین خلیفۃ اوّل کے زمانہ میں بیعتِ خلافت بھی کی۔اور خلافت ثانیہ کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصر العزیز کے ہاتھ پر تجدید بیعتِ خلافت کی۔

آپ کو صوبہ سرحد میں محکمۂ انہار میں ملازمت کا موقعہ ملا۔اور علاقہ یوسف زئی اور ہشت نگر میں کئی سال برسرِ کار رہے۔آپ ایک قابل اور لائق افسر رہے۔اور ایگزیکٹو انجینئر ہو کر پنشن پائی۔آپ نے ہمیشہ جماعت کے کاموں میں دل کھول کر حصّہ لیا۔نیک کاموں میں سابق بالخیرات رہے۔اور ہمارے رسائل اور تحریرات کی اشاعت میں آپ نے اکثر سب سے زیادہ خرچ اپنے ذمہ لیا۔رسالہ ''کتاب الحیات'' اور ''مولوی محمد علی کا مذہب خلافِ حضرت احمد ہے'' اور ''عیسیٰ در کشمیر'' اور ''پشتو درِّ عدن'' کی طباعت میں وافر حصّہ لیا۔جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

آپ کی زوجہ محترم بھی نیک کاموں میں آپ سے کچھ کم نہیں رہیں۔مسجد احمدیہ پشاور کا کنواں اور زنانہ مسجد احمدیہ کا قریباً کل خرچ جو قریباً ہزار روپے ہے۔اس نے اور اس کی اولاد نے ادا کیا۔جناب میاں صاحب اس کی تعمیر پر نگران رہے۔آپ کا بڑا صاحبزادہ میجر محمد انور احمد اشاعتِ تبلیغ میں بڑی دلچسپی لیتا رہا۔باقی اولاد بھی قرآن کریم با ترجمہ پڑھے ہوئے ہیں۔اور دین سے دلچسپی

رکھتے ہیں۔

آپ کو آخری عمر میں عزیز محمد ظفر (تاریخ وفات 22 ستمبر 1944ء مطابق 3 شوال 1363 ہجری) اور محمد قمر اور عزیز ناصرہ کی وفات سے آپ کو سخت صدمہ پہنچا۔ مگر سب خاندان نے ان صدمات کو جوانمردانہ طریق سے برداشت کیا۔ یہ تینوں بچے احمدیہ قبرستان پشاور میں آرام فرما ہیں۔

محترم میاں حیات محمد صاحب کو خاکسار 20 جنوری 1953ء تندرست چھوڑ کر ہوتی مردان آیا۔ میرے رخصت ہونے پر 21 جنوری 1953ء صبح کو چائے پی کر نماز ادا کی۔ ڈاکٹر نے انجکشن کیا۔ ذیابطیس مرض تھا۔ اسی وقت بیہوش ہوئے اور فوت ہو گئے۔ اسی دن شام تک دفن ہوئے۔ کیا قابل قدر انسان تھے۔ **اللھم اغفرہ وارحمہ**

آپ ایک حلیم الطبع، بردبار، ملنسار اور ہمدرد طبیعت کے انسان تھے۔ آپ نے ایّامِ ملازمت میں غریب پروری کی۔ آپ نے محتاجوں کو عندالضرورت بڑی بڑی رقمیں بطور قرضِ حسنہ دیں۔ بعض افراد نے قرض لے کر واپسی میں لیت ولعل سے کام لیا۔ اور تکلیف اور کوفت کے باعث ہوئے۔ خاکسار سے ہمیشہ برادرانہ اور مہربانہ تعلق رہا ہے جس کا خاکسار تہ دل سے ممنون ہے۔ اور دست بدعا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس مخیر وجود کو دنیا میں حسنات دینوی دے۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اُن سے راضی رہے۔ آمین۔

لوحِ مرقد

میاں حیات محمد کہ بود پاک نژاد	ہمیشہ سایۂ پرور دگار چترش باد
سلیم طبع و خلیق و حلیم و صالح بود	غریب پرور دگار ہمدرد بے نوا جوّاد
بہ بھیرہ گشت تولد مر دور پنڈی	رسید منزل عمرش قریب تا ہفتاد

مریضِ کثرتِ بول د پلوعسی گردید	بموم زندگی این سقمہا بہ جسمیش زاد
چوبست ومفت زماہ رجب شدہ وشنبہ	نمازِ صبح ادا کر د خور د چاشد شاد
رسید ڈاکٹر از در نمود انجکشن	دوا برقلب رسید و بہ سجدہ ورا افتاد
پرید از قفس جسم طائر روحش	شنید چون ز خدا وند ارجعی ارشاد
دعائے عفو کند در حققش بہی خواہش	ہمان زمان کہ این مرد نیک آید یاد
تو بست جمع بہ تاریخ کردہ گو یوسف	میاں حیات محمد مقیم جنّت باد

1372 ہجری

لوحِ مزار میاں ظفر احمد بھیروی

محمد ظفر احمد بھیروی	خلیق و لئیق و مودّب جوان
یداوٗ نورِ چشم حیات محمد	جگر گوشۂ مادرِ مہربان
بہ عمر دہ ہفت چون او رسید	تپ محرقہ سوختش جسم و جان
چہارم ز شوال و آو ینہ بود	سنہ سنیر دہ شصت و سہ تیر دان
خدایش فرستادو بازش نجو است	ندا آمد ش ارجعی ز آسمان
زما شد جدا وبحق جان سپرد	خدا ئیش بو دتا ابد پا سبان

دُعامے کند یوسف خستہ دل

خدائیش کند جائے اندر جنان

(63ھ 13)

(46)الحاج شیخ مظفّر الدّین صاحب لاہوری

محترم شیخ مظفر الدین محترم شیخ تاج الدین صاحب احمدی صحابی ساکن لاہور کے فرزند تھے۔ بزمانہ خلافت حضرت مرزا محمود احمد پشاور تشریف لائے۔اور صدر بازار میں امپیرل الیکٹرک سٹور نامی دوکان کھولی۔جس میں بجلی کا سامان فروخت کرتے تھے۔اور فٹنگ کے ٹھیکے بھی لیتے تھے۔ اچھا کام چلتا تھا۔ بڑے ڈاک خانہ کے قریب ایک بنگلہ کرایہ پر لیا اور وہاں رہائش اختیار کی۔ عالمگیر جنگ یورپ میں جو 1914ء میں شروع ہوئی۔تو آپ عراق تشریف لے گئے تھے۔پہلی شادی لاہور میں کی تھی جس سے ایک لڑکی تھی۔وہ بیوی فوت ہوئی۔تو دوسری شادی عراق میں کی جس سے نرینہ اولاد تین فرزند تھے۔شیخ صلاح الدین۔شیخ نورالدین اور شیخ بشیر الدین اور ان کی تین بہنیں۔یہ بیوی صاحبہ 26 جنوری 1951ء کو پشاور میں فوت ہوئی۔چونکہ اس کی زندگی بیمہ شدہ تھی۔اس روپے میں سے اڑہائی ہزار روپیہ شیخ صاحب نے خرچ کر کے پشاور سول کواٹرز میں مسجد احمدیہ میں ایک کمرہ زنانہ مسجد کا اس کی یادگار میں تعمیر کیا۔دونوں مساجد احمدیہ۔شہر کی مسجد اور سول کواٹرز کی مسجد میں بجلی کی فیٹنگ کی۔پنکھے لگوائے۔شہر کی مسجد کے زنانہ حصّہ کے لئے دریاں خریدیں۔خدا تعالیٰ نے شیخ صاحب اور اس کی مرحومہ بیوی کو نیک اجر عطا کرے۔آمین

اس کے بعد شیخ صاحب نے میر عمر خطاب صاحب احمدی ساکن شبقدر کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اس تیسری بیوی سے شیخ جمال الدین اور اس کی ہمشیرہ تولد ہوئے۔

آپ دورانِ قیام پشاور میں جماعت احمدیہ کے امیر بھی رہے۔آپ نے بدورانِ قیام پشاور حج بیت اللہ بھی کیا۔اور سلسلہ کے کاموں میں عملی اور مالی امداد بھی دیتے رہے۔آپ کو آخری عمر میں ذیابطیس کی بیماری لگ گئی۔جب آپ دسمبر 1953ء کے جلسہ سالانہ پر تشریف لے گئے۔ بعد از جلسہ ربوہ سے لاہور گئے۔وہاں شدید حملہ ہوا۔6 جنوری 1954ء کو آپ لاہور میں

وفات پاگئے۔آپ کی نعش کولاہور سے پشاور لایا گیا۔اوراحمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔ انّا لِلّٰہ وَ اِنّآ اِلیہ رَاجعُون۔ آپ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔خدا تعالیٰ مغفرت فرمائے اور قرب میں جگہ عطا فرمائے۔آمین۔

(47)محترم خان بہادر شیخ رحمۃ اللہ صاحب

آپ کا اصل وطن سونی پت تھا۔آغاز جوانی میں پشاور تشریف لائے۔اور محکمہ فوائد عامہ میں سب اور ورسیئر مقرر ہوئے۔صدر بازار پشاور میں رہائش اختیار کی۔اور آپ کا بڑ بھائی شیخ الٰہی بخش صاحب احمدی بھی آپ کے پاس رہتا تھا۔اور آپ کے ماتحت کاروبار کرتا تھا۔ جولائی 1904ء میں جب حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ پشاور تشریف لائے۔تو آپ نے خاکسار کوفرمایا۔ پشاور صدر میں جا کر شیخ رحمت اللہ صاحب کا پتہ دریافت کرو کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔اوران کو میرے آنے کی خبر کردو۔گویا حضرت مولانا عبدالکریم سے پہلے ہی سے واقفیت تھی۔معلوم ہوتا ہے کہ جب شیخ صاحب سونی پت سے سیالکوٹ جا کر قیام پذیر ہوئے تھے۔اور وہیں شیخ صاحب سے مولانا کو واقفیت ہوئی تھی۔غالباً شیخ صاحب نے سیالکوٹ میں ہی احمدیّت قبول کی تھی۔

خاکسار صدر بازار گیا۔اور پتہ لگایا کہ شیخ صاحب اسی سڑک پر ایک مکان میں سکونت پذیر ہیں۔جس پر قاضی محمد امین جان صاحب کا مکان واقع تھا۔جب میں ان کے دروازے پر پہنچا تو اسی وقت شیخ صاحب سائیکل پر باہر سے مکان پر پہنچے۔اوران سے ملاقات ہوگئی۔ان کو حضرت مولانا عبدالکریم کی آمد کاعلم دیا۔اور کہا کہ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور بتایا کہ وہ حضرت مولانا غلام حسن کے مکان پر قیام پذیر ہیں۔اس کے بعد وہ ہمیشہ حضرت مولوی صاحب کے مکان پر آتے رہتے مگر سلسلہ میں اختلاف واقع ہونے پر شیخ رحمت اللہ صاحب نے خلیفۃ ثانی سے

بیعت کر لی تھی۔اور پشاور کے احمدیوں نے بیعت نہ کی۔اس طرح شیخ صاحب کی آمد ورفت وہاں رُک گئی۔

آغاز 1914ء سے شیخ صاحب ''رحمت اینڈ سنز'' کی بلڈنگ میں صدر بازار پشاور میں مقیم تھے۔اور وہیں پاس ہی محترم شیخ مشتاق حسین صاحب رہتے تھے۔گجرات کے قاضی فضل الٰہی صاحب بھی ان کے ہاں قیام رکھتے تھے۔اور مولوی محمد علی صاحب احمدی رسول ناظر بھی ان کے پاس رہائش رکھتے تھے۔یہ اس وقت مختصر سی مبائعین کی جماعت تھی۔شیخ صاحب کے ہاں نمازیں با جماعت ادا کرتے۔1914ء میں خلافتِ ثانیہ کی طرف سے پہلا وفد حضرت میر محمد اسحاق اور مولوی فضل دین صاحب وکیل،حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب عرف بھائی جو پشاور میں تشریف لائے۔دوسرا وفد حضرت حافظ روشن علی صاحب اور فخر الدین ملتانی تشریف لائے۔ان کے بعد حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب تشریف لائے۔ان سب کا قیام اسی جگہ ہوتا تھا۔اور احباب سے ملتے رہتے۔

آپ خیبر ایجنسی میں سب ڈویژنل آفیسر بھی رہے۔اور درّہ خیبر میں ''شاہ گئی'' کا عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا۔اور تین لاکھ روپیہ خرچ سے بچایا۔حکومتِ ہند نے خوش ہوکر ''خان بہادر'' کا خطاب دیا۔اس کے بعد آپ پشاور کے ضلع میں تبدیل ہوئے۔پشاور،چارسدہ روڈ پر پانچ دریاؤں پر پانچ پختہ پل بنائے۔اور درّہ کراکڑ پر پختہ سڑک بونیر پر گذاری۔آپ کو پنشن 1938ء کے قریب ملی۔اور قادیان میں ایک خوبصورت مکان بنا کر رہائش اختیار کی۔

1923ء میں مسجد احمدیہ پشاور میں مشرقی طرف ایک مکان تعمیر کیا جس کا نام ''دارالرحمت'' ہے۔اور سب خرچ خود کیا۔کچھ عرصہ اس میں قیام کیا اور اخراجات تعمیر چندوں میں اور کرائیوں میں مُجرا کرادیئے۔**فجزاہ اللہ احسن الجزا**

آپ قادیان سے 1947ء میں لاہور آئے۔اور ماڈل ٹاؤن میں قیام پذیر ہوئے۔آپ

خاموش، خوش مذاق، کم گو اور تنہائی پسند انسان تھے۔سلسلہ احمدیہ سے بڑا اخلاص تھا۔آپ کمزور اور دائم المریض تھے۔ بالآخر 4 دسمبر 1955ء میں فوت ہو گئے اور لاہور میں دفن ہوئے۔

اللھم اغفرهُ وارحمهُ۔ آمین۔

آپ کا بڑا بھائی شیخ الٰہی بخش صاحب آپ کے زمانہ کا احمدی ہے۔سلسلہ میں اختلاف واقع ہونے پر باغیانِ خلافت کا خوب ناطقہ بند کرتے۔مخلص اور دیندار شخص تھے۔

خان بہادر شیخ رحمت اللہ صاحب نے تین شادیاں کی۔پہلی بیویوں سے صرف لڑکیاں تھیں اور تیسری بیوی سے جو جموں کے شیخ فتح محمد صاحب احمدی کی دختر نیک اختر ہے۔کئی لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔

خاں بہادر صاحب موصوف کو ہمیشہ خاکسار سے محبّت واخلاص رہا۔

تاریخ وفات۔محترم خان بہادر شیخ رحمت اللہ

ہر کہ آمد در جہاں جام فنا خواہد چشید	شد شنید آن حملہ ایا میکہ اوبا چشم دید
ہر کرا ر دسوئے حق شد پشت با دنیا نمود	سوے اللہ شد اد دنیا بہ سوئے اد ندید
یا فت جنّت ہر کہ قانع گشت با ذکر خدا	حرص دنیا شد جہنّم نعرہ زن ہل من مزید
عمر فانی آل وزن اموالِ دنیا ماندنی ست	باسلامت نیرود کو این تعلق ہا برید
ہر کہ آمد در جہاں آخر بہ حسرت میرود	گفت لبیّک آنکہ حکم ارجعی از حق شنید

ہژدہم ماہ ربیع الثانی ویک شنبہ بود
رحمت اللہ رفت یوسف آہ دائے بر کشید

(48) محترم شیخ مشتاق حسین

شیخ صاحب اصل باشندہِ سیالکوٹ تھے۔ پشاور میں خلافتِ اُولیٰ کے زمانہ میں تشریف لائے۔ آپ میاں حسن محمد صاحب ساکن حسن گڑھی کے داماد تھے۔ میاں حسن محمد صاحب انگریزی افواج کے نادرن کمانڈ کے میٹ کان ٹریکٹر تھے۔ راولپنڈی میں میاں حسن محمد صاحب کے دوسرے داماد شیخ عبد الغنی صاحب فوج کو موٹا گوشت مہیا کرتے تھے۔ اور پشاور میں شیخ مشتاق حسین صاحب بھی یہی فرض ادا کرتے رہے۔

1913ء میں شیخ صاحب کا قیام سیٹھ رحمت اینڈ سنز کے احاطہ میں تھا۔ پشاور میں حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی وفت کے بعد تشریف لائے تھے۔ اور خلافتِ ثانیہ کے قیام کے بعد ایک عرصہ تک مقیم رہے۔ آپ ایک مخلص مہمان نواز، خوش اخلاق، غیّور اور فیّاض احمدی تھے۔ آپ کو تبلیغ کا اچھا شوق تھا۔ اور خلافتِ ثانیہ سے مخلصانہ وابستگی تھی۔

محترم شیخ مشتاق حسین صاحب کے کئی فرزند تھے۔ بدورانِ قیام پشاور شیخ نذیر احمد صاحب، شیخ بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ ہائیکورٹ لاہور اور ان سے ایک چھوٹا بھائی تھا۔ شیخ صاحب مرحوم کا خاکسار کے ساتھ خاص انس و محبّت تھی اور ہمیشہ محبّت اور تپاک سے پیش آتے تھے۔ یہی حالت ان کے صاحبزادہ گان کی تھی اور ہے۔

شیخ صاحب فوج کے ٹھیکہ کی میعاد ختم ہونے پر گوجرانوالہ چلے گئے۔ اور وہاں سکونت پذیر ہوئے گوجرانوالہ میں ''دار السّلام'' نامی کوٹھی تعمیر کی۔ شیخ بشیر احمد صاحب لاہور میں ایڈوکیٹ ہیں۔ ٹمپل روڈ پر رہائش اختیار کی ہے۔ ایک عرصہ تک جماعت احمدیہ لاہور کے امیر بھی رہے ہیں۔ شیخ مشتاق احمد صاحب نے کب احمدیت قبول کی۔ اس کا مجھے صحیح علم نہیں۔ البتہ وفات 1949ء میں شہر گوجرانوالہ میں واقع ہوئی۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ خدا تعالیٰ

مغفرت کرے۔اور جنّت نصیب کرے۔آمین

شیخ مشتاق حسین صاحب کثیر الاعیال تھے۔ان کا بڑا صاحبزادہ شیخ نذیر احمد سیالکوٹ میں فوت ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔خدا تعالیٰ ان کی باقی اولاد کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

(49) مکرم میاں غلام سرور صاحب

یہ میاں صاحب پشاور کے باشندے تھے۔اور کوئٹہ بلوچستان میں سکونت تھی۔غالباً کاروبار کے سلسلہ میں وہاں قیام تھا۔حضرت احمد علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔دیکھو اخبار الحکم مورخہ 10 فروری 1900ء۔اس سے زیادہ ان کے حالات معلوم نہیں۔

(50) محترم میاں بہادر دین صاحب

آپ کے والد میاں الہ دین صاحب تھے۔اصل سکونت موضع ''چمکنی'' میں تھی۔1881ء میں تولّد ہوئے۔1903ء میں بسلسلہ روزگار شہر پشاور محلہ گلاب خانہ میں آکر آباد ہوئے۔ یہاں ایک عمدہ مکان تعمیر کیا کاروبار تجارتِ جُفت کی تھی۔مگر سخن فہم اور ہوشیار انسان تھے۔پشاور اور چمکنی میں ایک باغ کچھ زرعی زمین اور غیر منقولہ جائیداد تھی۔پشاور نمک منڈی میں کابلی جُوتے بنانے کی دوکان تھی۔محترم صاحبزادہ چراغ دین صاحب احمدی ساکن موچی پورہ ان کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے۔حضرت احمد کے ظہور کا تذکرہ ان سے سنتے رہتے۔

میاں بہادر دین فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت احمد علیہ السّلام کی وفات کا علم ڈاکٹر بدری ناتھ کی دوکان پر ہوا۔جس کی دوکان بازار والگران میں واقع تھی۔ایک ہندو ڈاکٹر سے حضرت اقدس کی وفات کا سُن کر میری طبیعت حقیقتِ حال دریافت کرنے پر متوجہ ہوئی۔ میں نے

حضرت مولانا غلام حسن خاں صاحب کے مکان پر آنا جانا شروع کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات اور حضرت احمد السّلام کی صداقت کی باتیں سنیں۔ اور میرے ذہن نشین ہوگئیں۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی۔ اختلاف سلسلہ واقع ہونے پر میں لاہوریوں سے وابستہ رہا مگر اختلافی امور پر چنداں توجہ نہ کی۔ 1921ء میں جب میری زوجہ ثانیہ والدہ عبدالطیف فوت ہوگئی۔ تو میں نے گلاب خانہ کا مکان فروخت کر دیا اور کوچہ گلبادشاہ میں ایک مکان رہن با قبضہ لیا۔ کچھ عرصہ بعد مالک مکان وہ مکان فروخت کرنے لگا۔ اور میں خریدنا چاہتا تھا وہ ساڑھے آٹھ ہزار روپیہ مانگتا تھا۔ اور میں آٹھ ہزار دیتا تھا۔ حضرت مولوی غلام حسن نے بھی فرمایا کہ ساڑھے آٹھ ہزار روپیہ زیادہ قیمت ہے۔ مگر چند دن کے بعد حضرت مولانا نے اپنے فرزند عبدالرحیم جان کے واسطے اسی قیمت پر خرید لیا اور مجھے نہ بتایا۔ جس پر میرے دل میں انقباض پیدا ہوا۔ اور میں نے مولانا کے مکان پر جانا چھوڑ دیا۔

ایک دن 1925ء میں قاضی محمد یوسف صاحب احمدی کے گھر کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ کہ ان کے ساتھ وہیں ملاقات ہوگئی۔ قاضی صاحب نے اپنے مردانہ نشست گاہ میں چائے پینے کی دعوت دی۔ میں نے بھی منظور کر لی۔ قاضی صاحب چائے لائے۔ جب چائے سے فارغ ہوئے۔ تو مسجد احمدیہ میں جو قاضی صاحب کے مکان کے ساتھ ملحق ہے آذان ہوئی۔ قاضی صاحب مسجد میں نماز پڑھنے جانے لگے۔ تو میں بھی بمعہ دو پسران میاں عبدالطیف اور میاں عبد الرفیق نماز با جماعت میں شامل ہوا۔ حتّٰی کے مغرب کا وقت آ گیا۔ نماز مغرب کے بعد قاضی صاحب نے درسِ قرآن دیا۔ جس کے بعد نمازِ عشاء ادا ہوئی جب میں گھر جانے لگا۔ تو قاضی صاحب نے کہا کہ کل یوم الجمعہ ہے۔ آپ بھی نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے تشریف لائیں۔ نماز جمعہ قاضی صاحب نے ادا کی۔ جو خطبہ انہوں نے فرمایا۔ اس سے میرا انشراح صدر ہوا اور حضرت خلیفۃ ثانی سے تجدید بیعتِ احمدیت کی۔ اس نماز جمعہ میں عزیزم عبدالرشید بھی شامل تھا۔ اس کے

بعد نماز باجماعت درس قرآن میں باقاعدہ شامل ہوتا رہا اور سلسلہ کی امداد میں چندے دیتا رہا۔

میاں عبدالرفیق صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب کو حضرت اقدس کے خاندان اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بڑا اخلاص اور محبّت تھی۔ اپنے بچوں سے اکثر دُرّثمین کے اشعار سنا کرتے تھے۔ نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ اور نماز میں سوز و گداز بھی تھا۔ اپنے دوستوں کو تبلیغ احمدیت بھی کرتے تھے۔

آپ نے یکے بعد دیگر پانچ بیویاں کیں۔ زوجہ اولیٰ سے ایک لڑکا میاں فضل الرحمٰن اور دو لڑکیاں تھیں۔ یہ دو لڑکیاں احمدیت سے قبل غیر احمدیوں میں شادی شدہ تھیں۔ بڑی لڑکی فوت ہو گئی اور دوسری زندہ ہے۔ بڑا لڑکا فضل الرحمٰن کابل میں جفت فروشی کرتا تھا۔ بچّہ سقّہ کے زمانہ میں کابل سے پشاور آیا اور 1929ء میں بوجہ مرض سل جوان فوت ہوا۔ زوجہ ثانیہ سے میاں عبدالطیف شفق بی۔اے۔ میاں عبدالرفیق سب اوورسیئر اور میاں عبدالرشید۔ ایس۔ڈی۔او۔ اور میاں عبداللہ جان اور ایک لڑکی تولّد ہوئے۔

میاں عبدالطیف صاحب شفق دفتر کنٹرولر آف اکونٹس میں کلرک تھے۔ گریجویٹ تھے۔ شاعر تھے اور تخلّص شفق تھا۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے قائد بھی رہے۔ کچھ عرصہ دہلی میں بھی رہے۔ تقسیم پاک و ہند کے بعد کراچی آئے۔ اور فوڈ ڈیپاٹمنٹ میں اسسٹنٹ تھے۔ ان کو ضیق النفس کی بیماری لاحق ہوئی۔ بہتر اعلاج کیا گیا۔ کوئی فائدہ نہ ہوا بیماری خطرناک صورت اختیارر کر گئی۔ کراچی سے پشاور لایا گیا۔ اور 19 فروری 1929ء بمطابق 20 ربیع الثانی 1368ء میں فوت ہوئے۔ صاحب اولاد ہیں۔

میاں عبدالرفیق میونسپل کمیٹی پشاور میں سب اوورسیر ہیں۔ احمدیت میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ نمازوں کے پابند ہیں۔ مسجد میں روزانہ آتے ہیں۔ صاحب اولاد ہیں۔

میاں عبدالرشید صاحب ایم۔ای۔ایس میں سب ڈویژنل آفیسر ہیں۔ نمازوں کے پابند ہیں

اور احمدیت میں راسخ العقیدہ، مخلص اور مخیر اور صاحب اولاد ہیں۔ آج کل مشرقی پاکستان میں ڈیوٹی پر ہیں۔

میاں عبداللہ جان احمدی تو ہیں مگر مسجد میں شاذونادر آتے ہیں۔ دینوی کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تعلیم معمولی ہے۔ اور شادی ہوچکی ہے۔

زوجہ ثالثہ سے ایک لڑکی ہے جو سیالکوٹ میں ایک احمدی سے شادی شدہ ہے۔ زوجہ ثالثہ 1924ء میں فوت ہوچکی ہے۔

زوجہ رابعہ 1926ء میں شادی کی اور جلد ہی 1927ء میں لاولد فوت ہوئی۔

زوجہ خامسہ 1927ء میں شادی کی۔ جس سے تین لڑکیاں ور ایک لڑکا عبدالحمید پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس ہے۔ راشننگ آفیسر کے دفتر میں کلرک ہے۔ احمدیت سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اور صالح نوجوان ہے۔ اس کی ہمشیرہ گان زیر تعلیم ہیں۔ زوجہ خامسہ 1943ء میں فوت ہوگئیں تھیں۔

میاں بہادر دین صاحب پر ان کی زوجہ خامسہ کی وفات کا بڑا اثر ہوا۔ سخت صدمہ ہوا۔ صحت خراب ہوگئی۔ جنوری 1944ء میں بیمار ہوئے اور 2 نومبر 1944ء کو فوت ہوئے۔ آپ کا جنازہ قاضی محمد یوسف صاحب نے پڑھا۔ اور احمدیہ قبرستان میں دفن ہوا۔ **انّا للہ و انّا الیہ راجعُون۔**

میاں عبدالرفیق صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب کی وفات کے وقت سب لڑکے باہر تھے۔ صرف میں پشاور میں موجود تھا۔ والد صاحب نے مجھے فرمایا کہ بیٹا میں نے جو دنیا میں عمر گذاری۔ اسی دوران میں میں نے بہت کچھ کمایا۔ مگر اپنے ساتھ کچھ نہ لے جاسکا۔ دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔ مگر میں نے ایک چیز کمائی وہ احمدیت ہے۔ اور یہ میری دولت ہے جو مجھے جان سے عزیز ہے۔ میں یہ احمدیت کی دولت آپ کے سُپرد کرتا ہوں۔ سلسلہ احمدیہ اور خلافت سے

وابستہ رہو۔ بعد از وفات میاں عبدالرفیق صاحب نے اپنے تمام خاندان کو یہ وصیت سُنادی۔

محترم میاں بہادر دین صاحب کی زوجہ اولیٰ والدہ فضل الرحمٰن دو ماہ بیمار رہ کر جولائی 1948ء میں وفات پا گئیں وراحمدیہ قبرستان میں دفن ہوئیں۔

(51) محترم شیخ فضل الٰہی صاحب بٹالوی

شیخ صاحب شہر بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے اور شیخ ابوسعید مولوی محمد حسین بٹالوی نمائندہ اہلحدیث کے قریبی رشتہ دار تھے۔ دفتر پولٹکل ایجنٹ خیبر میں 1906ء کے قریب کلرک تھے۔ اور لالہ چھجو مل ہیڈ کلرک تھے۔ پنشن یاب ہونے پر ہیڈ کلرک مقرر ہوئے۔ یہ غالباً وطن سے ہی احمدی ہو کر آئے تھے۔ مگر ایک دفعہ فخر یہ فرماتے تھے کہ میں نے بیس سال سرحد میں ملازمت کی اور اس دوران میں کسی کو اپنی احمدیت کا پتہ نہ دیا۔ جب مولوی عبداللہ جان صاحب خلف حضرت مولانا صاحب دفتر پولیٹکل ایجنٹ میں میر منشی مقرر ہوئے تو شیخ صاحب نے بھی اپنے چہرے سے نقاب الٹا دیا۔ اور بتایا کہ میں بھی احمدی ہوں۔ اختلاف سلسلہ واقع ہونے پر شیخ صاحب نے خلافت ثانیہ کی بیعت کر لی۔ اور کچھ عرصہ مبائعین کی جماعت کے صدر بھی رہے۔ 1919ء کے بعد پنشن یاب ہو کر بٹالہ چلے گئے۔

ایک دفعہ خاکسار بابو عبدالحمید صاحب اور پیر محمد زمان شاہ صاحب ہزاروی قادیان سے آتے ہوئے بٹالہ میں شیخ صاحب کی ملاقات کی۔ اور ان کے ذریعہ ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ اس کے بعد جلد ہی یہ مولوی صاحب فوت ہو گئے۔

شیخ فضل الٰہی صاحب اس کے بعد پھر کبھی نہ ملے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جلد فوت ہو گئے۔ آدمی متین اور نیک فطرت تھے۔ کاروبار میں ہوشیار تھے۔ خدا تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ جولائی 1919ء میں جماعت پشاور کے چند افراد نے تصویر کھنچوائی جو تعداد میں دس ہیں اور شیخ

فضل الٰہی صاحب کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔

(52) شیخ امام الدین صاحب بٹالوی

آپ بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے۔اور پشاور میں تحصیل میں اردلی اور بیلف تھے۔ اختتام ملازمت پر آپ نے پشاور علاقہ ''یکہ تُوت'' میں سکونت اختیار کی۔آپ حضرت احمد علیہ السلام کے زمانہ کے احمدی تھے۔ان پڑھ تھے۔مگر خوش اخلاق اور مخلص تھے۔آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔حکیم سیف الدین صاحب آپ کا ''لے پالک'' تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں خلافت سے وابستہ رہے۔مگر اختلافِ سلسلہ واقع ہونے پر احباب پشاور کے ساتھ غیر مبائع ہی رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات سے قبل شیخ صاحب نے ایک رؤیا دیکھی کہ ایک بہت بڑا تالاب ہے۔جس کا پانی صاف اور شفّاف ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اس تالاب کے پانی میں غوطہ لگایا۔بعد ازاں پانی سے ایک نوجوان نمودار ہوا۔جو پانی سے باہر آیا۔شیخ امام الدین صاحب فرماتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے غوطہ لگانے سے مراد اُن کی وفات تھی۔اور نوجوان سے مراد حضرت محمود احمد ہیں۔جوان کے قائم مقام ہوئے۔باوجود اس رؤیا کے آپ غیر مبائع فوت ہوئے۔آپ نے کبھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خلاف کوئی بے ادبی کی بات نہ کی۔ آپ 1924ء کے قریب فوت ہوئے۔اور حضرت شیخ حیدر کے قبرستان میں دفن ہوئے آپ کی عمر بوقتِ وفات اسی سال ہوگی۔

(53) حکیم سیفُ الدّین صاحب

حکیم صاحب کی پرورش اور تعلیم شیخ امام الدّین صاحب نے کی۔بلوچستان میں آپ نائب

تحصیلدار تھے۔ مگر کسی وجہ سے ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ اور پشاور میں آ کر رہے۔ یہاں حکمت کا کام شروع کیا مگر کام نہ چل سکا۔ پشاور سے فیروز پور جا رہے۔ خدا جانے وہاں کام چلا یا نہ چلا۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کا کیا حشر ہوا۔

آپ نے احمدیت بلوچستان میں قبول کی۔ اس وقت حضرت احمد علیہ السلام زندہ تھے۔ خلافت اُولیٰ سے وابستہ رہے۔ خلافتِ ثانیہ میں دو دفعہ تجدید بیعت کی۔ مزاج میں تلوّن تھا اور غیر مستقل مزاج تھے۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مثیل موسیٰ نہ تھے بلکہ مثیل ابراہیم تھے اور حضرت احمد دانیال تھے۔ مگر مثیل عیسیٰ نہ تھے۔ حالانکہ قرآن کریم اور تورات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مثیل موسیٰ ہونا مذکور ہے۔ اِنَّآ اَرسَلنآ اِلَیکُم رَسُولاً شَاھِدًا عَلَیکُم کَمَآ اَرسَلنَآ اِلٰی فِرعَون مِثلِہٖ (سورۃ المزمل آیت 16) اور اسی طرح آیت استخلاف سورہ نور میں سلسلہ خلفائے موسویہ کے مثیل اور قائم مقام خلفائے امت محمدیہ ہیں۔ اُمّتِ موسویہ میں حضرت عیسیٰ اور خاتم الخلفاء تھے اور امت محمدیہ ہیں۔ اُمّتِ موسویہ میں حضرت عیسیٰ خاتم الخلفاء تھے اور امت محمدیہ میں حضرت مثیل عیسیٰ اور خاتم الخلفاء ہیں۔ یہ مماثلت لفظ کما سے ثابت ہے اور لفظ منکم اس کا موید ہے۔

(54) مکرم مستری خدا بخش صاحب

مستری خدا بخش صاحب خلف حاجی عبداللہ صاحب محلہ ''نوڈ بگری'' دروازہ پشاور شہر بہ زمانہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل مستری حضرت میاں محمد صاحب مکّی کی صحبت اور تحریک سے احمدی ہوئے۔ یہ دونوں ایک ہی کوچہ میں رہتے تھے۔ ان کے والد صاحب سخت برہم ہوئے۔ سختی کی مگر ناکام رہے۔ مخلص دوست تھے۔ سمجھدار انسان تھے۔ بابو عبدالمجید صاحب کی پہلی بیوی ان کی لڑکی تھی۔ چند سال زندہ رہے۔ پھر فوت ہو گئے۔ اس کے بعد ایک لڑکا یادگار رہا۔

(55) مکرم مستری غلام محی الدین صاحب

مستری غلام محی الدین صاحب محلہ نوڈگری پشاور کے باشندہ تھے۔ اپنے فنِ معماری میں استاد تھے۔ ان کو احمدیت اپنے فرزند عبدالمجید صاحب کے ذریعہ پہنچی۔ وفات سے چند سال قبل خلافت ثانیہ سے بیعت کی۔ بعد از وفات احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔ مستری عبد الرشید صاحب ان کے چھوٹے فرزند ہیں۔

(56) محترم بابو عبدالمجید صاحب

مستری غلام محی الدین صاحب محلہ نوڈ بگری کے فرزند اکبر ہیں۔ ان کی پیدائش 1897ء کے قریب ہے۔ میٹرک پاس ہیں۔ محترم میاں محمد صاحب مکی کی صحبت سے 1914ء میں احمدی ہوئے۔ انہیں ایام میں خیبر رائفلز میں بمقام لنڈی کوتل کلرک مقرر ہوئے۔ اور 1919ء کی جنگِ افغانستان میں خیبر رائفلز ٹوٹ گئی۔ اور عبدالمجید صاحب محکمہ پولیس میں منتقل ہو گئے۔ جہاں وہ ڈی۔ ایس۔ پی ہو کر ریٹائرڈ ہوئے۔ یہ مستری خدا بخش صاحب کے داماد تھے۔ اور ان کی لڑکی سے دو نرینہ فرزند پیدا ہوئے۔ بشیر احمد اور حمید احمد۔ بابو عبدالمجید صاحب کے ذریعہ ان کے والد اور ان کے بھائی عبدالرشید صاحب احمدی ہوئے۔

بابو عبدالمجید صاحب ہشیار کارکن اور محنتی شخص ہیں۔ جماعت احمدیہ پشاور کے مختلف عہدوں پر کام کر چکے ہیں۔ سیکریٹری مال کا کام دلچسپی سے کرتے رہیں ہیں۔ اور کچھ عرصہ پشاور کے امیر بھی رہے ہیں۔ مسجد احمدیہ پشاور شہر اور سول کواٹرز دونوں کی تعمیر میں نمایاں حصّہ لیا۔ آپ کے داماد صوبیدار عبدالعزیز خلف ڈاکٹر فتح دین صاحب، مرزا نثار احمد صاحب خلف حضرت مرزا رمضان علی صاحب اور مرزا آفتاب احمد خلف مرزا نذیر احمد ہیں۔

(57) مستری عبدالرشید صاحب

یہ مستری صاحب بابو عبدالمجید صاحب کے برادر اصغر ہیں ۔ بذریعہ اپنے بھائی کے احمدی ہوئے ۔ اپنے فن معماری میں ماہر اور کارکن دوست ہیں ۔ مخلص اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں ۔ دو شادیاں کیں اور دونوں سے اولاد ہے ۔ علاقہ آسیا، محلہ کشمیر بود و باش ہے ۔

(58) محترم ڈاکٹر فتح الدین صاحب

آپ ضلع لدھیانہ کے باشندے تھے ۔ آپ کی ساری عمر ملازمت صوبہ سرحد میں محکمہ حفظان صحت میں گذری ۔ 1921ء کے قریب پشاور میں تشریف لائے اور ضلع پشاور کے مختلف علاقوں میں ڈاکٹر رہے ۔ کچھ عرصہ ''رستم'' ضلع مردان میں بھی مقرر رہے ۔ سینئر ڈاکٹر تھے ۔ اور تشخیصِ امراض میں ماہر تھے ۔ اگر مزاج میں بسط ہوتا ۔ تو عمدہ علاج اور نسخہ لکھ دیتے تھے ۔ بچوں کے علاج میں خاص طور پر ماہر تھے ۔ اور خدا تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ میں شفاء رکھی تھی ۔ اگر کسی نے پانچ کی بجائے دس کا نوٹ دے دیا تو بھی رکھ لیا اگر دس کی بجائے پانچ کا دیا تو بھی رکھ لیا ۔ موجی طبیعت تھی ۔ پنشن پانے کے بعد آپ قادیان جا رہے ۔ اور ایک بنگلہ نما مکان دار لانوار میں بنا لیا ۔ ہجرت 1947ء کے بعد قادیان سے پشاور آ رہے ۔ اور اندر شہر میں ہندوؤں کا مہمان خانہ الاٹ ہوا ۔ جس پر آپ نے ہسپتال بنا رکھا تھا ۔ اور رہائش کی جگہ بھی یہاں پرائیوٹ پریکٹس کرتے تھے ۔

آپ ''ہمدرد'' ''ملنسار'' خاموش طبع ، خندہ رو اور خوش آدمی تھے ۔ بشرطیکہ آپ کو کوئی ناراض نہ کر دے ۔ آپ میں مہمان نوازی کی صفت بھی تھی ۔ اور ارکان مذہب کے پابند تھے ۔ آپ اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک رکھتے تھے ۔ جماعت کے چندوں میں دل کھول کر حصّہ لیتے

وصیت بھی کر رکھی تھی۔

آپ کو تبلیغ احمدیّت کا بہت شوق تھا۔ اور ہر وقت تبلیغ جاری رکھتے تھے۔ تبلیغی جلسوں میں موجود رہتے تھے۔ جس طرح وہ خدا کے نام پر دل کھول کر دیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ ان کو دیتا تھا۔ آپ کی بیوی نیک کاموں میں حصّہ لینے میں آپ سے کم نہ تھیں۔

آپ کے گھر میں مرضِ سِل داخل ہو گیا تھا۔ جس سے دو جوان لڑکیاں اور تین لڑکے جوان فوت ہوئے۔ مگر آپ نے آپ کی بیوی نے مصائب کو صبر جمیل سے برداشت کیا۔

آپ حضرت احمد علیہ السلام کے زمانہ سے احمدی تھے۔ اور خلافت احمدیہ سے وابستہ رہے۔ ہر انسان میں کچھ نہ کچھ کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں۔ مگر آپ میں کوتاہیوں سے خوبیاں زیادہ تھیں۔ خاکسار کے ساتھ برادرانہ اور ہمدردانہ سلوک رکھتے تھے۔ خاکسار ان کے حُسن واحسان کا ممنون ہے۔ اس وقت آپ کے دو فرزند موجود ہیں۔ صوبیدار عزیز احمد اور فضل الٰہی۔ عزیز احمد کی اولاد بھی ہے۔ چار لڑکے نو جوان موجود ہیں۔ فضل الٰہی پر مجذوبیّت غالب ہے۔ خدا کرے یہ اولاد بھی ایک سے ہزار ہوں۔ مخلص احمدی بن کر دکھا دیں۔

محترم ڈاکٹر فتح دین صاحب بیمار ہوئے۔ اور 15 جولائی 1965ء کو فوت ہو گئے۔ اور احمدیہ قبرستان پشاور میں بطورت امانت دفن ہوئے۔

اَللّٰھُمَّ اغفِرہُ وَارحمہُ وَاَدخلہ فِی جُوَارِ رَحمتِکَ

(59) مکرم میاں آغاز محمد

آپ شہر پشاور کے باشندے تھے۔ مذہباً اہلحدیث تھے۔ اور حضرت مولانا غلام حسن کی وجہ سے احمدیت کی طرف میلان ہوا۔ اور بدورانِ خلافت اُولیٰ احمدی ہوئے۔ اور خلافت ثانیہ سے وابستہ رہے۔ خاموش طبع اور کاروباری آدمی تھے چوک ناصر خان میں لکڑی فروشی کا کام

کرتے تھے۔ مارچ 1935ء کی خطرناک آگ نے ان کی دوکان اور سامان کو بھی جلا دیا۔ اور پشاور چھوڑ کر لاہور جا رہے کچھ عرصہ لاہور رہے۔ پشاور آ کر بیمار ہوئے۔ اور فوت ہو گئے۔ نرینہ اولاد کوئی نہیں۔

(60) مکرم میاں فضل محمود

آپ آغا محمد صاحب کے برادرخورد ہیں۔ عدالت ہائے ضلع میں نقل نویس ہیں کثرتِ کار کی وجہ سے مصروف رہتے ہیں۔ آپ کو احمدیت کی تبلیغ برادرِ کلاں سے پہنچی۔ کچھ عرصہ چارسدّہ میں بھی رہے۔ جب کبھی فرصت ہوتی ہے تو شہر کی مسجد احمدیہ میں نماز ادا کرنے آجاتے ہیں۔ اور مغرب کے بعد درس القرآن میں شریک ہوتے ہیں۔ آپ خاموش تنہائی پسند انسان ہیں۔ طبیعت میں صلاحیت موجود ہے۔ سعید الفطرت ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اپنی اولاد کو بھی احمدیت سے مستفید کر سکیں۔

(61) مرزا رجب علی خان

آپ مرزا نور علی خان صاحب کے صاحبزادے اور مرزا یوسف علی خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کے دو بڑے بھائی احمدی تھے۔ 1910ء میں مرزا یوسف علی خان آفیسر زمنشی تھے۔ اور موسم گرما میں چھاؤنی کالا باغ ہزارہ میں مقیم تھے۔ اور خاکسار بحیثیت ناظر گورنمنٹ ہاؤس نتھیا گلی میں مقیم تھا۔ عزیز مرزا رجب علی اس وقت بارہ سالہ ہوگا۔ پہاڑ پر ان کے پاس مقیم تھا۔ جب جوان ہوا تو لنڈی کوتل کمپ میں ٹیلر شاپ کھول دی اور قابل ٹیلر ثابت ہوا۔ آپ نے شادی کی اور اولاد ہوئی۔ صحت خراب ہو گئی۔ بیمار ہو کر 15 فروری 1943ء کو فوت ہو گئے۔

(62) مکرم میاں غلام سرور صدّیقی

آپ پشاور شہر علاقہ کریم پورہ کے باشندہ ہیں۔صدیقی خاندان سے ہیں۔تجارت پیشہ ہیں۔ تعلیم یافتہ ہیں۔خلافت ثانیہ کے زمانہ میں احمدی ہوئے۔قصہ خوانی بازار میں جنرل مرچنٹ ہیں اُن کا سامان فروخت کرتے ہیں۔دیندار ہوشیار اور خوش اخلاق ہیں۔مطالعہ کتب کا بھی اچھا شوق ہے۔اور سلسلہ احمدیہ کے کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔آپ صاحب اولاد ہیں۔آپ کا بڑا صاحبزادہ غلام رسول صدّیقی اکبر میموریل کالج مردان میں زیر تعلیم ہے۔جوان صالح ہے۔ خُدا کرے بااقبال اور نافع وجود ثابت ہوں۔میاں غلام سرور کو عبدالوکیل صاحب صدیقی احمدی کے ذریعہ احمدیت کی طرف میلان ہوا۔

(63) حکیم عبدالجلیل صاحب

حکیم صاحب ساکن بھیرہ تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدی ہوئے۔ آپ کے فرزندوں میں سے ملک مظفر احمد حکیم مرغوب اللہ اور ملک ظفر الحق پشاور میں رہے۔

ملک مظفر احمد صاحب

ملک مظفر احمد کچھ عرصہ شیخ مظفر الدین صاحب احمدی کی دوکان میں کام کرتے ہے۔خاکسار جب اگست 1934ء میں جشن افغانستان دیکھنے گیا تو یہ کابل میں برطانیہ کے سفارت خانے میں رفاہ عامہ میں کلرک تھا۔وہاں سے واپس آکر پنجاب چلے گئے صاحب اولاد ہیں۔اور ان پر خاموشی غالب ہے۔

حکیم مرغوب اللہ صاحب

حکیم مرغوب اللہ صاحب خلافتِ ثانیہ کے زمانہ میں میٹرک پاس کر کے پشاور آئے۔اور محکمہ فوائد عامہ میں کلرک مقرر ہوئے۔مخلص اور کارکن احمدی ہیں۔ایک بڑے حد تک متقی ہیں۔تبلیغ کا بھی عمدہ شوق ہے۔جب کبھی موسم گرما میں نتھیا گلی جاتے تو موضوع''کیری'' بھی ہو آیا کرتے۔آپ کا میدانِ تبلیغ کالا باغ اور گلیات تھے۔آپ کی تبلیغ سے میاں عبد القادر کہنہ دوز ساکن ''مولیا'' جو بازار نتھیا گلی میں کام کرتا تھا۔احمدی ہوا۔

حکیم صاحب ایک دفعہ''مولیا بکوٹ'' بھی گئے۔جو کوہالہ کے قریب واقع ہے۔موضع ''بکوٹ'' میں حضرت فقیر اللہ ایک بزرگ 1901ء کے قریب گذرے ہیں۔جس نے خان محمد عجب خان تحصیلدار گلیات کے سامنے حضرت احمد علیہ السلام کے دعویٰ کی تصدیق کی تھی اور بیعت بھی کی۔

حکیم مرغوب اللہ صاحب نے جب اس بات کا ذکر''بکوٹ'' میں بعض لوگوں کے سامنے کیا۔اور فقیر صاحب کے بیٹوں کو پتہ لگا تو انہوں نے بہت برا منایا۔کیونکہ اس بات کے اظہار سے ان کی گدی کے کاروبار کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔اور انہوں نے راتوں رات حکیم مرغوب اللہ پر حملہ کر دیا اور عبد القادر کو بھی تکلیف دی۔اور رات کے اندھیرے میں''مولیا'' سے باہر نکال دیا۔اور کتے پیچھے لگا دیئے۔بہر حال حکیم صاحب ان کے شر سے محفوظ رہے۔فقیر صاحب کی اولاد نے برا نمونہ دکھایا۔

حکیم صاحب خوش اخلاق،ملنسار،مہمان نواز نوجوان تھے۔اور آپکے اخلاق اور تبلیغ سے ''کیری کے چند نوجوان احمدی ہوئے۔حکیم صاحب پنشن پانے کے بعد شیخوپورہ جا رہے۔ان کے والد حکیم عبد الجلیل صاحب فوت ہو چکے تھے۔اور ان کے کم جاری رکھنے کے لئے وہاں

سکونت اختیار کی ۔ سالانہ جلسوں پر ربوہ میں ملاقات ہوتی رہتی ہے صاحب اولاد بھی ہیں ۔ خاکسار سے برادرانہ انس ہے۔

ملک ظفر الحق صاحب

آپ حکیم عبدالجلیل صاحب کے تیسرے فرزند ہیں ۔ پیدائشی احمدی ہیں ۔ 1913ء میں صوبہ سرحد میں پہلی دفعہ آئے ۔ بالا خانہ انجمن احمدیہ میں پشاور قیام اختیار کیا اور موضع ''ترناب'' کے زراعتی فارم میں کلرک مقرر ہوئے ۔ رفتہ رفتہ سپرنٹنڈنٹ ہو گے 1957ء میں پنشن پائی ۔ آجکل شاہ جی کالونی متصل پشاور شہر ریلوے اسٹیشن کے قریب سکونت ہے ۔ درسک بند پر کام کرتے ہیں ۔ ایک محنتی اور مخلص کارکن ہیں ۔ انار کا پھول ہیں ۔ خوبصورتی ہے مگر خوشبو نہیں ۔ صحت اچھی نہیں ۔ اکثر بیمار رہتے ہیں ۔

(64) مولوی محمد اعظم گجراتی

یہ صاحب موضوع ''کڑیانوالہ'' ضلع گجرات کے باشندہ ہیں ۔ آپ کے دو بڑے بھائی ہیں ۔ مولوی محمد اشرف صاحب مدرس اور حافظ محمد افضل صاحب احمدی کاتب ۔ یہ سب خاندان احمدی ہے ۔ آپ خلیفہ اوّل کے زمانہ کے قریب پشاور آئے ۔ انجمن احمدیہ کے بالا خانہ میں قیام کیا۔ ''ترناب'' زراعتی فارم میں ملازمت اختیار کی اور وہیں سے پنشن حاصل کی ۔ آجکل ''پریمیر شوگر ملز'' مردان میں عارضی کلرک ہیں ۔

آپ کی شادی مولوی محمد علی صاحب مرحوم احمدی ساکن بکٹ گنج مردان کی دختر سے ہوئی ۔ مگر آج تک کوئی اولاد نہیں ۔ آپ سادہ مزاج بامذاق اور خوش اخلاق ہیں ۔ مگر مختل الدماغ ہیں ۔ جلد مزاج بگڑ جاتا ہے ۔ اور جنون کا غلبہ ہو جاتا ہے ۔ ورنہ صالحانہ زندگی بسر کرتے ہیں ۔ بدورانِ قیام

پشاور حضرت مرزا نذر علی مرحوم نے آپکو مولوی تہجدی کا خطاب دیا تھا۔

(65) مکرم اُستاد الٰہی بخش صاحب

استاد الٰہی بخش صاحب کا مکان ''موچی پورہ'' میں تھا۔ آپ کی واقفیت حضرت مولوی غلام حسن خان سے بذریعہ مستری عبدالکریم صاحب ہوئی۔ 1902 میں اُستاد صاحب نے اپنا لڑکا میاں کریم بخش بغرض تعلیم قادیان بھیجنا چاہا۔ کیونکہ پشاور میں بسبب ناپسندیدہ حالات تعلیم حاصل نہ کرسکتا تھا۔ ان دنوں مرزا یوسف علی احمدی اور حضرت مولوی غلام حسن خان کے صاحبزادے عبد العزیز جان، عبد اللہ جان اور عبد الرحیم جان قادیان میں پڑھتے تھے۔ میاں کریم بخش بھی وہاں داخل ہوئے۔ آٹھویں جماعت تک وہاں پڑھائی کی۔ یہ میرے بھی اسلامیہ سکول پشاور میں کلاس فیلو رہے تھے۔ قادیان کی سہ سالہ زندگی نے میاں کریم بخش کو ایک صالح، نماز گداز، حلیم الطبع اور ہوشیار نوجوان بنا دیا۔ اس کی اس نئی تبدیلی نے استاد الٰہی بخش اور اس کے تایا راجہ صاحب پر اس قدر اثر کیا کہ دونوں احمدی ہوگئے۔ ان کی دوکان واقعہ موچی پورہ تبلیغ گاہ بن گئی۔ ہر وقت احمدیت کا چرچا رہتا۔ عبدالرحمٰن صاحب کابلی گاندھی نے 17 اگست 1903ء کو بیعت کرلی۔ عبدالمجید صاحب معروف ارباب نے احمدیت قبول کرلی۔ اُستاد پیر محمد صاحب موچی بھی اسی دوکان کی تبلیغ سے احمدی ہوئے۔ میاں فضل قادر صاحب ساکن موچی پورہ نے بھی بیعت کرلی۔ اور اپنا بڑا لڑکا قادیان میں بغرض تعلیم بھیج دیا۔

(66) مکرم صاحبزادہ چراغ الدین صاحب

یہ صاحبزادہ صاحب موچی پورہ میں رہتے تھے۔ گیلانی سید کہلاتے تھے۔ ذہین و فہیم شخص تھے۔ استاد الٰہی بخش کی دوکان پر آتے جاتے کچھ زبانی تبلیغ اور کچھ مطالعہ کتب سے حق پا گئے۔

اور 1903ء کے آخیر میں احمدیت قبول کی۔ خلافت اولیٰ کے زمانہ تک یہ سب لوگ ایک جماعت رہے۔ اختلاف سلسلہ میں خلافت ثانیہ کی بیعت نہ کی۔ 1930 کے قریب صاحبزادہ چراغ الدین مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء سے ناراض ہو کر الگ ہو گئے۔ اور اپنی علیحدگی کا ایک اشتہار دے دیا۔ غیر احمدیوں نے ابتدا میں سمجھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہو گئے مگر یہ غلط فہمی جلد دور ہو گئی۔ جناب خان صاحب شیخ خدا بخش صاحب احمدی پنشنر ای۔ اے۔ سی کے سامنے صاحبزادہ چراغ الدین صاحب نے اظہار ندامت کی کہ میں احمدیت سے تائب نہیں بلکہ حضرت مولوی غلام حسن خان سے ناراض ہوں۔

بلآخر موت نے اپنا کام شروع کیا۔ ایک ایک کر کے اُستاد الٰہی بخش راجہ صاحب۔ ارباب عبد المجید۔ میاں فضل قادر۔ میاں پیر محمد صاحب۔ عبد الرحمٰن کابلی اور جناب صاحبزادرہ چراغ الدین صاحب سفرِ آخرت اختیار کر گئے۔ میاں کریم بخش صاحب بھی 1938 کے قریب فوت ہو گئے۔

(67) مکرم میر سلام خان

یہ صاحب دراصل علاقہ کامہ جلال آباد کے باشندہ تھے۔ پشاور موضع بالا مانی میں سکونت رکھتے تھے۔ اور ولی خان ٹھیکیدار کے کاردار تھے۔ بدوران مقدمات ولی خان حضرت مولانا غلام حسن خان اور افغان احمدیوں سے واقفیت ہو گئی۔ یہ زمانہ 1912ء کے قریب کا تھا۔ احمدیوں سے میل جول کے سلسلہ میں میر سلام خان بھی احمدی ہو گئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے بیعت کی۔ پشاور چھوڑ کر قادیان جا کر رہے۔

قادیان میں جو سکھوں کے علاقہ میں ایک قصبہ ہے۔ گاؤکشی کی اجازت نہ تھی۔ اور موٹا گوشت اہلِ قادیان بٹالہ سے لاتے تھے۔ وہ بھی پوشیدہ جب میر سلام قادیان گیا۔ اگر چہ وہ

قصاب نہ تھا مگر افغانی غیرت نے مجبور کیا کہ باوجود حکومتِ برطانیہ کے ہونے کے سکھ گاؤکشی سے کیوں مانع ہوں۔ میر سلام خاں نے گاؤکشی شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ مذبح کی اجازت بھی حاصل کر لی۔ میر سلام خان موٹے گوشت کا ٹھیکیدار بن گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے دو فرزند عبدالغفور اور سید اسلام یہ کام کرتے رہے۔ تقسیم ہندو پاک کے بعد یہ لوگ ربوہ میں آ رہے عبدالغفور کو پشاور میں مکان الاٹ ہوا۔ مرض سل سے بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ احمدیہ قبرستان پشاور میں دفن ہوا۔ سید اسلام ربوہ میں موجود ہے۔ اور بدستور اپنا کام کرتا ہے۔

(68) الحاج ڈاکٹر محمد دین صاحب گجراتی

1903ء میں جب کہ خواجہ کمال الدین آف لاہور پشاور میں وکیل تھے۔ بازار قصہ خوانی میں ایک میڈیکل ہال کھولا۔ جس میں عبا د اللہ صاحب احمدی ساکن امرتسر ڈاکٹر تھے۔ اور ڈاکٹر محمد دین صاحب ساکن کھاریں ضلع گجرات کمپونڈر۔ مگر ڈاکٹر عبا داللہ صاحب جلد پنجاب واپس چلے گئے۔ اور ڈاکٹر محمد دین صاحب 1905ء میں انگریز سفارت خانہ جدّہ میں ملازم ہو گئے۔ وہاں چند سال قیام رہا۔ اور اسی زمانہ میں حج بیت اللہ بھی کیا۔ زمانہ ملازمت گذار کر واپس پشاور آئے اور یہاں میڈیکل شاپ کھول دی۔ اور سالہا سال کام کرتے رہے۔ خلافت ثانیہ کے زمانہ میں غیر مبائع رہے۔

ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب بھی احمدی تھے۔ اور ان کے چاروں فرزند میاں امام الدین۔ حاجی محمد دین۔ ڈاکٹر فضل دین۔ اور ڈاکٹر احمد دین احمدی تھے۔ خاکسار نے ان کے والد صاحب کو 1904ء میں بمقام پشاور دیکھا تھا۔ ایک معمر بزرگ تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آف لاہور جب جہلم میں ڈاکٹر تھے۔ تو وہ ان کے کمپونڈر تھے۔ میاں امام الدین صاحب کے دو فرزند ہیں۔ (1) ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب پنشنر سول سرجن جو مردان سے ریٹائرڈ ہوئے اور اب

پشاور ''نشتر آباد'' میں قیام ہے۔(2)عبدالمجید ان کا بھائی کسی سرحد میں کمپونڈر رہے۔دونوں غیر مبائع ہیں احمدیت سے کوئی دلچسپی نہیں۔

الحاج ڈاکٹر محمد دین صاحب ڈاکٹر عبدالعزیز کے چچا اور خسر تھے۔اور آخری عمر میں کھاریاں میں رہتے تھے۔فقیر طبع سادہ مزاج تھے۔آپ کی یادگار عبدالرحمٰن ہے۔ڈاکٹر صاحب تھوڑا عرصہ ہوا کہ فوت ہو گئے۔خدا تعالیٰ مغفرت کرے اچھے انسان تھے۔جب کبھی ''مردان'' یا ''پشاور'' آتے تو ضرور ملاقات کا موقع دیتے۔

(69)ڈاکٹر فضل دین آف کمپالہ مشرقی افریقہ

1904ء میں اپنے بھائی کے پاس پشاور میں تھے۔پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے۔میرے شاگرد بھی تھے۔وہ ہمیشہ میری بڑی عزت کرتے اور اخلاص سے پیش آتے تھے۔اب وہ عرصہ سے کمپالہ میں سکونت رکھتے ہیں۔وہیں ملازمت کی اور وہیں سکونت اختیار کی۔قادیان محلہ دار الرحمت میں بھی ان کے دو مکان تھے۔شیخ مصری کے فتنہ میں یہ بھی غبار آلود ہو گئے۔مگر بعد میں پشیمان ہوئے۔ڈاکٹر احمد دین صاحب ان کا چھوٹا بھائی ہے۔یہ بھی حیوانات کا ڈاکٹر ہے۔سکونت قادیان دار الرحمت میں تھی۔ملازمت کمپالہ میں تھی۔پنشن کے بعد وہ بھی کمپالہ میں کام کرتے ہیں خلافت ثانیہ سے وابستہ ہیں۔

(70)ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب

ڈاکٹر کرم الٰہی اور اس کا بڑا بھائی میاں فضل الٰہی صاحب جو موضع ''چمکنی'' کے باشندے ہیں۔جو پشاور سے پانچ میل مشرق میں واقع ہے۔ایک مشہور قصبہ ہے۔پشاور شہر میں ریتی محلہ میں سکونت تھی۔جہاں ان کا اپنا مکان تھا۔اب میاں فضل الٰہی صاحب دروازہ ہشت نگری کے پاس

سکونت رکھتے ہیں۔اوران کا صاحبزادہ نورالٰہی خان صاحب ہائی کورٹ پشاور میں کلرک ہے۔ باپ بیٹے دونوں نے قادیان میں بیعت کی تھی۔مگر اظہار احمدیت میں کمزور ہیں۔فضل الٰہی صاحب اب معمر ہیں چلنے پھرنے سے قاصر ہیں۔

ڈاکٹر کرم الٰہی جو1905ء میں اسلامیہ سکول پشاور میں پڑھتا تھا۔ایم۔بی۔ایس مقرر ڈاکٹر ہوئے۔اب ملازمت سے ریٹائرڈ ہو چکا ہے۔غیر مبائع ہے۔اور ملنسار شخص ہے۔مگر مزاج میں تحقیقات کا مادہ ہے۔مولوی محمد علی ایم۔اے کے رفقاء میں شامل ہے اور کوچہ گل بادشاہ میں سکونت پذیر ہے۔اوراسی بازار میں دوکان بھی ہے۔آپ نے دوشادیاں کی ہیں۔پہلی بیوی سے نرینہ اولادنہیں۔دوسری بیوی سے جو شیخ فضل کریم صاحب گجراتی کی لڑکی ہے اس سے دو فرزند ہیں۔مولوی محمد علی کی وفات کے بعدجن چالوں سے مولوی صدر دین صاحب امیر بنے اس کے وجہ سے مولوی صدر دین صاحب سے متنفر ہیں۔تاہم ان کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔

(71)مولوی مسیح الدین صاحب

یہ حافظ نور محمد صاحب ساکن کوٹھہ ضلع مردان کے فرزند اکبر ہیں۔ ان کے والد صاحب حضرت سید امیر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔وہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید امیر ساکن کوٹھہ نے وفات سے کچھ عرصہ قبل فرمایا تھا کہ ہمارا وقت گذر گیا ہے۔ہاں میرے احباب ان کو دیکھ لیں گے۔یہ شہادت اور بھی کئی بزرگوں نے ادا کی ہے۔حضرت احمد علیہ السلام نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں ،میرزا خدا بخش صاحب نے عسل مصفیٰ میں اور خاکسار نے نزول المسیح پشتو میں درج کی ہے۔

مولوی مسیح الدین صاحب 1910ء میں فیروزپور میں تھے۔ان دنوں محترم فرزند علی خاں صاحب احمدی قلعہ میگزین میں سپرنٹنڈنٹ تھے ان کے ذریعہ داخل احمدیت ہوئے۔

خاکسار سے ملتے ہی واقفیت 1910ء سے ہے۔ پشاور میں محمد شریف صاحب احمدی مرحوم ساکن لنڈی اخوان احمد کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اس سے تین نرینہ فرزند پیدا ہوئے۔ بڑا لڑکا فوج میں لفٹیننٹ ہے۔ اس کا نام مصلح الدین ہے۔ اور دوسرے دو نابالغ ہیں۔ زندگی کا بڑا حصہ مدرسی میں گزرا۔ خیبر ایجنسی اور کرم ایجنسی میں اب پنشن پر ہیں۔ مزید براں ہرفن مولا ہیں۔ روپیہ کمانے کے طریقوں سے خوب واقف ہیں۔ مگر افسوس کے آخری عمر میں گلوکوما کی وجہ سے نظر جاتی رہی۔ آج کل سکونت محلہ جوگن شاہ سرآسیا شہر پشاور میں ہے جو خوش مذاق اور ظریف الطبع ہیں۔

(72) بابو شمس الدین صاحب

یہ حافظ نور محمد صاحب موصوف کے فرزند اصغر ہیں۔ یہ ابھی خورد سال تھے کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان صاحب آف ٹوپی نے شمس الدین صاحب کو اپنے زیر سایہ رکھا۔ اور پرورش اور تعلیم کا انتظام اپنے ذمہ رکھا۔ پشاور میں میٹرک کے پاس کرنے کے بعد سر صاحبزادہ نے اپنے دفتر پولیٹیکل ایجنٹ خیبر میں ملازم کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ ہیڈ کلرک ہوئے اور 1985ء میں پنشن یاب ہوئے۔ اب عارضی ملازمت پر مقرر ہیں۔

آپ نے بدوران زندگی تین شادیاں یکے بعد دیگر کیں۔ پھر پہلی بیوی حافظ صاحبزادہ عبد اللہ ساکن کوٹھ کی لڑکی تھی۔ جس سے تین نرینہ فرزند میجر زین الدین، کپتان مختار احمد اور نثار احمد پیدا ہوئے اور ایک لڑکی دوسری بیوی جو محترم صاحبزادہ عبدالطیف آف ٹوپی کی لڑکی تھی وہ مرضِ سل سے فوت ہوگئی۔ تیسری بیوی بھی صاحبزادہ عبدالطیف صاحب کی لڑکی ہے۔ جس سے ایک نرینہ فرزند انوار ہے جو زیر تعلیم ہے۔

بابو صاحب اپنے بھائی کے زیر اثر مطالعہ کتب احمدیہ کر کے 1927ء میں احمدی ہوئے۔

مستعد اور شائق تبلیغ ہیں۔ مقامی انجمن کے مختلف عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ اور آج کل جماعت احمدیہ پشاور کے امیر ہیں۔ نماز جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے خطبات کند ذہن احباب کے سمجھانے کی غرض سے بالتشریح سناتے ہیں۔ خاکسار سے حدیث الحب للہ والبغض للہ پر عامل رہتے ہیں۔ خاکسار ممنون اور مشکور ہے۔

(73) شیخ فضل کریم ڈنگوی

شیخ صاحب مرحوم موضع ڈنگہ ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ بچپن میں قادیان کسی طرح چلے گئے تھے۔ اور 1905ء کے قریب تعلیم السلام ہائی سکول میں حضرت مولانا غلام حسن خان کے بچوں کے ساتھ ہم مدرسہ تھے۔ 1901ء کے قریب میٹرک پاس کیا۔ کسی مخلص احمدی نے یوپی میں ڈیرہ دون نے اپنی لڑکی نکاح میں دی۔ شیخ صاحب خوبصورت، دیندار، پابند صلوٰۃ تھے۔ خسر صاحب نے لڑکی دے دی مگر شیخ صاحب وہمی بدگمانی اور بدظنی کے شکار تھے۔ اس بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالرحیم رکھا۔ مگر حد سے بڑھ کر بدگمانی پیدا ہوئی کہ میرا بیٹا کیسے پیدا ہوا اور یہ وہم اس قدر غالب آیا کہ اس معصومہ کو طلاق دے دی۔ حضرت احمد علیہ السلام کو جب علم ہوا تو شیخ صاحب کو قادیان سے چلے جانے کا حکم دیا۔

خواجہ کمال الدین صاحب وکیل پشاور کو علم ہوا تو آپ نے شیخ صاحب کو پشاور آنے کو کہا شیخ صاحب خواجہ صاحب کے پاس تشریف لے آئے۔ کابلی دروازہ کے باہر اسلامیہ کلب کے بالا خانہ میں جو خواجہ صاحب کا دفتر تھا۔ قیام کیا۔ اور خواجہ صاحب کے بچوں خواجہ بشیر احمد اور خواجہ نذیر احمد کے اتالیق ہو گئے۔ دفتر ریونیو کمشنر میں 1903ء کے قریب امیدوار ملازمت ہوئے۔ 1904ء میں جن دنوں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب پشاور تشریف لائے تھے۔ بالا خانہ چھوڑ کر حضرت مولانا غلام حسن کے مکان مردانہ میں آ کر رہے اور کہا کہ خواجہ صاحب کا بالا

خانہ روحانیت سے خالی ہے۔

حضرت مولانا کے مکان پر سالہا سال مقیم رہے۔ 1910ء میں کشمیری محلہ میں خاکسار نے خان زادہ گل محمد خان ساکن زیدہ کے واسطے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اور شیخ صاحب ان کے ساتھ رہے۔ کئی شادیاں کیں اور اکثر کو طلاق دیں۔ اور بعض کو محض بدظنی کے ماتحت طلاق دی۔ جہلم سے ایک بیوی جو 1918ء میں مرض انفلونزا سے فوت ہوئی۔ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ شریف احمد جو اب زندہ موجود ہے۔ اور مولوی عبدالغنی صاحب داتوی کی لڑکی سے ایک لڑکا شیخ عبدالغنی بی۔ اے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جو ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب کے نکاح میں ہے۔ شیخ صاحب ملازمت کے آخری ایام میں ضلع ہزارہ کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ ملک پورہ میں قیام کیا۔ یہ بیوی بھی فوت ہوئی ایک اور بیوی ہزارہ میں کی جو صرف چند دن پاس رکھی اور طلاق دے دی۔ جب پنشن ملی تو مانسہرہ میں لوہار بانڈی میں جا کر رہے۔ وہیں بیمار ہو کر فوت ہوئے اور مولوی محمد عرفان صاحب کی ہمت سے اس کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

شیخ صاحب خوش طبع، سادہ مزاج اور دوستوں کے کھلونا تھے۔ کبھی دوستوں سے روٹھ جاتے تھے۔ ورنہ رونق محفل تھے۔ اپنے فرائض منصبی میں ہوشیار اور محنتی تھے۔ ترناب فارم میں ہیڈ کلرک رہے۔ اختلاف سلسلہ ہونے پر جب قادیان سے حضرت میر محمد اسحاق صاحب تشریف لائے اور ان سے شیخ صاحب نے کہا کہ میں خلافت ثانیہ کی تجدید بیعت نہیں کرتا پھر چندے دینے پڑیں گے۔ تو تھوڑے دن ہوئے کہ جان چندوں سے چھوٹ گئی۔ غیر مبائع رہے۔ خدا تعالیٰ مغفرت کرے۔

(74) خواجہ محمد شریف صاحب بٹالوی

خواجہ محمد شریف صاحب والد مولوی خواجہ محمد الہ دین صاحب متوطن کشمیر قوم خواجہ

ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور حال سکونت پشاور صدر۔

آپ کی پیدائش 2 مئی 1896ء میں ہوئی۔ پہلے گھر تعلیم وتربیت ہوئی۔ پھر میٹرک تعلیم حاصل کی۔ڈاکخانہ میں پوسٹ مقرر ہوئے۔ بہ دوران قیامِ نوشہرہ محترم شیخ احمد صاحب احمدی ہیڈ کلرک دفتر چھاؤنی مجسٹریٹ نوشہرہ کے ذریعہ احمدیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اطمینان قلب حاصل ہونے پر دوران پبّی ضلع پشاور محترم محمد دانش مند خان صاحب ساکن محب بانڈہ کے ذریعہ بیعت کا خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔ بعد ازاں دستی بیعت بھی کی۔

پہلی شادی محترم خواجہ صاحب کی اس وقت ہوئی جب کہ آپ جماعت نہم میں تعلیم پا رہے تھے۔خواجہ صاحب کی احمدیت کے بعد ان کا حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاق اور شریفانہ طرز عمل دیکھ کر ان کی اہلیہ صاحبہ نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ اور سلسلہ کی مدّات میں ماہواری چندے وغیرہ ادا کرتی رہیں۔ اگر کوئی عورت دریافت کرتی کہ آپ کا خاوند احمدی ہوگیا۔تو آپ جواب دیا کرتی کہ جب سے میرا شوہر احمدی ہوا ہے۔اس کا سلوک مجھ سے بڑا اچھا ہے۔اور سچ بولتا ہے۔اور سچی بات پسند کرتا ہے۔اور پہلے سے زیادہ نیک اور دیندار ہوگیا ہے۔ مجھ سے بڑے نرم سلوک سے پیش آتا ہے۔اور بڑا پرہیزگار ہے۔ اس کا چہرہ نورانی ہوگیا ہے۔

جب آپ کی خوش دامنہ نے آپ کی اہلیہ کو کہا کہ خواجہ محمد شریف تو مرزائی (احمدی) ہو گیا ہے۔اگر کہوتو ہم اس سے طلاق لے دیں تو آپ کی اہلیہ نے جواب دیا کہ میرا شوہر حق پر ہے۔ میں بھی احمدی ہوں اور میں ڈر کر احمدی نہیں ہوئی بلکہ ان کی صلاحیت اور حسن سلوک نے مجھے احمدیت کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ بیوی فوت ہوگئی اس سے چار بچے تھے۔جن میں سے دو لڑکیاں زندہ شادی شدہ موجود ہیں۔

خواجہ صاحب نے دوسری بیوی پہلی بیوی کے فوتگی کے بعد کی۔ یہ بیوی بھی احمدی اور موصیہ تھی۔ دن رات تبلیغ میں مصروف رہتی۔ طرز تبلیغ مؤثر تھا۔ جو عورتیں ان کی باتیں سنتی تھیں۔ ان پر کافی اثر ہوتا۔ افسوس ہے کہ وہ شادی کے بعد دو سال زندہ رہی۔ اور بعد میں فوت ہوگئی۔ ایک لڑکی اس سے پیدا ہوئی۔ جو مرگئی یہ بیوی بہشتی مقبرہ میں مدفون ہے۔

بعد ازاں تیسری شادی کی۔ یہ بیوی صاحبہ زندہ ہے۔ تین لڑکے اور دو لڑکیاں اس سے پیدا ہوئیں۔ خواجہ صاحب کی ایک لڑکی نے انگریزی ایم۔ اے پاس کیا۔ جو آج کل پشاور یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہیں۔ دوسرے لڑکی نے ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کر لی ہے۔ سب اولاد مخلص احمدی اور تعلیم میں مصروف ہے۔ خدا تعالیٰ صحیح معنوں میں احمدی بنائے۔ اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اخبار فاروق قادیان میں ایک مضمون شائع کروایا تھا کہ مَیں کیوں احمدی ہوا۔ جب ہندوستان میں ہندو پنڈتوں نے ملکانہ راجپوتوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھی تو مَیں اس وقت اہل حدیث کا ہم خیال تھا۔ مولوی بھی ملکانوں میں گئے تا کہ ان کو مرتد ہونے سے باز رکھیں۔ اور جو مرتد ہو گئے ہیں۔ ان کو بھی مسلمان کریں۔ تو مَیں کچھ رقم ماہوار بطور امداد ملکانہ مشن کے لئے روانہ کیا کرتا تھا۔ ایک دن اخبار میں مَیں نے پڑھا کہ آنے والی عید پر مولوی صاحبان ملکانہ قوم کو چھوڑ کر گھروں میں عید منانے کے لئے لوٹ آنے والے ہیں۔ تو مَیں سخت حیران ہوا کہ آریہ تو مسلمانوں کو مرتد کر رہے ہیں اور ہمارے مولوی صاحبان گھروں میں لوٹ رہے ہیں۔ تا کہ عید منائیں۔ اور ساتھ ہی یہ خبر بھی پڑھی کہ میدان مقابلہ میں صرف احمدی مبلغین ہی ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور عید منانے کے لئے اپنے گھروں میں نہیں گئے۔ تو مَیں اس وقت سوچ میں پڑ گیا کہ مولوی کہتے ہیں کہ احمدی کافر ہیں۔ مگر یہ کافر تو آریہ قوم کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور ہمارے مومن

مولوی ایسے نازک وقت میں گھروں میں عید منانے کے لئے آ رہے ہیں۔ مَیں نے اس دوران میں ایک صاحب سے جو احمدی تھے۔ مولویوں کی ان حرکات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ برا نہ مانیں آپ ان مولویوں سے تبلیغ اسلام اور کافروں سے مقابلہ کرنے کی توقع نہ رکھیں۔ مَیں اس کی یہ بات سُن کر خاموش رہا۔ اس احمدی نے مجھے تبلیغ بھی کی۔ اور کہا کہ جناب مرزا صاحب امتی نبی ہیں۔ آپ ان کے دعویٰ پر غور کرو۔ اس دوران میں مَیں نے ایک رؤیا دیکھی کہ بڑا جلسہ ہو رہا ہے گویا کہ میدان حشر ہے۔ اور ایک بزرگ چل کر میرے قریب آ گیا۔ اور مجھے اپنی چھاتی سے لگایا مجھے رؤیا میں ہی کیا گیا کہ یہی حضرت مرزا صاحب ہیں۔

یہی رؤیا میں نے ایک احمدی بزرگ سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ آپ کو حضرت مرزا صاحب نے قبول فرمالیا ہے۔ اب آپ ان سے بیعت کرلیں۔ چنانچہ مَیں نے چھ ماہ کے بعد بیعت کر لی۔ مگر جب میں بٹالہ گیا تو میرے والد صاحب نے سخت مخالفت کی اور میری اہلیہ کے تمام زیورات وغیرہ چھین لئے اور کہا کہ احمدیت ترک کر دو۔ تو تمام زیورات بھی واپس کر دوں گا۔ اور کچھ مزید امداد بھی کروں گا۔ مَیں نے کہا کہ میں خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر احمدی ہوا ہوں۔ مَیں احمدیت کو دنیا کی خاطر نہیں چھوڑ سکتا۔ والد صاحب سخت مخالفت کرتے رہے۔ مَیں ان کا اکلوتا فرزند تھا۔ سخت تکالیف پیش آئیں۔ تحمّل سے برداشت کیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت پر ثابت قدم رہا اور علیٰ وجہ البصیرت قائم رہا۔ الحمدللہ۔

خواجہ محمد شریف سے خاکسار بڑی مدّت سے واقف ہے۔ ایک نیک اور مخلص احمدی ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے ہر طرح نوازا ہے۔ احمدیت کے ذریعہ بڑے فضلوں کا وارث کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے زیادہ سے زیادہ افضال کا وارث بنائے۔ آمین

(75) محترم مولوی مولا بخش صاحب

جناب مولوی مولا بخش صاحب ولد چوہدری محمد دین صاحب قوم راجپوت ساکن ادرحمہ سرگودھا حال سکونت پشاور۔

آپ کا خاندان راجپوت زمیندار ہے۔آپ کی پیدائش 13 اگست 1913ء کو ہوئی۔ ابتدائی تربیت والد صاحب کی زیرنگرانی ہوئی۔آپ کے والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدی ہوئے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ میرا بچہ ابتدا سے ہی دینی ماحول میں پرورش پائے۔ وہ ہمیشہ سالانہ جلسہ پر قادیان جایا کرتے تھے۔ اور مولوی مولا بخش صاحب کو بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ بٹالہ سے قادیان 12 میل پیادہ جایا کرتے تھے۔اور مولا بخش کو کندھے پر سوار کر لیتے تھے۔

کسی دوست نے ایک دفعہ فرمایا کہ آپ اس خوردسال بچہ کو گھر کیوں چھوڑ نہیں آتے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر اب سے مَیں اپنے بچہ کو قادیان سے وابستہ نہ کرلوں تو میرے بعد کون اس کو وابستہ کرے گا۔**اللھم اغفر لہ وارحمہ**۔مولوی مولا بخش صاحب ابھی بچہ ہی تھے کہ والد صاحب کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔

ابتدائی تعلیم مقامی سکول میں پائی۔ بعد ازاں قادیان میں بغرض حصول تعلیم داخل ہوائے۔دینی تعلیم کے شوق میں ہر محنت برداشت کی۔آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت احمدیت کی۔ یہ بیعت گول کمرہ متصل مسجد مبارک قادیان کی۔

مولوی مولا بخش صاحب 1939ء لغایت 1945ء کے عالمگیر جنگ میں بھرتی ہوئے۔اور جنگ کے بعد فوج سے فارغ ہو کر تبلیغ احمدیت میں مصروف ہوئے اور کامیاب تبلیغ کی۔جس کے نتیجہ میں بعض دوست احمدی ہوئے۔ان میں سے بعض نے اخلاص

میں ترقی کی مثلاً مولوی عبدالحمید صاحب مدرس، مدرسہ چک 409 لائلپور کو احمدیت قبول کرنے کے بعد بہت مشکلات پیش آئے۔ جن کو سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر بڑی جوانمردی اور استقلال کے ساتھ ان مصائب کو مولوی صاحب موصوف نے برداشت کیا۔ اور مخالفت کا مقابلہ کیا اور اپنے ایمان میں بڑی ترقی کی۔

مولوی مولا بخش صاحب کی کی پہلی شادی مرزا غلام محمد صاحب چغتائی کے ہاں ہوئی۔ جو محلہ دارالرحمت قادیان میں رہا کرتے تھے۔ مرزا صاحب موصوف نیک اور خاموش طبع انسان تھے۔ ان کی لڑکی نصیرہ بیگم صاحبہ سے نکاح ہوا۔ ان کے بطن سے صادقہ بیگم اور بشریٰ بیگم تولد ہوئیں۔ نصیرہ بیگم اس وقت فوت ہوئی جب کہ مولوی صاحب فوج میں ملازم تھے۔ اور گھر میں موجود نہ تھے۔ آپ کی اہلیہ موصیہ تھیں۔ وہ مقبرہ بہشتی قادیان میں دفن ہوئی۔

دوسری شادی ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب احمدی جو کہ صحابہ ہیں اور کپورتھلہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کی لڑکی امۃ القدیر صاحبہ سے ہوئی اس سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو مخلص احمدی اور صالح مومن بنائے۔

الغرض محترم مولوی مولا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ احمدیت کی برکت سے خدا پایا جو ہر وقت میری دعائیں سنتا رہا۔ اور میری مدد فرماتا رہا۔ یہ سب برکت احمدیت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محترم مولا بخش صاحب اور اُن کی اولاد احمدیت پر مستقیم الاحوال رہیں۔ اور احمدیت اور خلافت احمدیہ سے وابستہ رہیں۔

مجھے محترم مولوی مولا بخش صاحب سے اُن کو خاکسار سے محبت اور اخلاص ہے۔ مہمان نوازی اور چندہ وغیرہ کی ادائیگی میں سراپا اخلاص ہیں۔

(76) ڈاکٹر نور الحق صاحب

عزیز ڈاکٹر نور الحق صاحب خلف الرشید بابو عبد الحق صاحب احمدی ولد منشی فضل الٰہی صاحب احمدی تین پشست سے احمدی ہیں۔ ان کا دادا صاحب تحصیل مردان میں پٹواری تھا۔ انہوں نے 1905ء حضرت احمد علیہ السلام سے بیعت احمدیت کی۔ ڈاکٹر صاحب کے والد میاں عبد الحق نے 1907ء میں بیعت کی۔ ڈاکٹر صاحب گویا پیدائشی احمدی ہیں۔ تاریخ پیدائش 14 اپریل 1922ء ہے۔ ڈاکٹر نور الحق کے والد صاحب کی پہلی بیوی سے دولڑکے ڈاکٹر نور الحق صاحب اور ان کے بھائی محمود الحق تولد ہوئے۔

ابتدائی تعلیم ڈاکٹر نور الحق صاحب نے اسلامیہ کالجیٹ ہائی سکول میں پائی۔ مزید تکمیل تعلیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں کی۔۔

ڈاکٹر صاحب نے 1948ء میں شادی کی۔ اس وقت تک چار بچے (1) مبارکہ نور بعمر دس سال (2) ضیاء الحق منصور عمر 8 سال (3) زاہدہ نور عمر چھ سال اور (4) شاہدہ نور عمر چار سال پیدا ہوئے۔

شہر پشاور محلہ جوگن شاہ علاقہ آسیا میں ڈاکٹر اوتار سنگھ کی دکان میں پریکٹس کرتے ہیں۔ اور عمدہ پریکٹیس چل رہی ہے۔ اور اچھا کماتے ہیں۔ حسن اخلاق، حسن سلوک سے مریض خوش اور مطمئن جاتے ہیں۔ ڈاکٹر کا ہمدرد اور خوش اخلاق اور غیر طامع ہونا بڑے اور اوصاف ہیں جو ایک احمدی ڈاکٹر کے لئے لازمی ہیں۔

ڈاکٹر نور الحق صاحب کو خدا تعالیٰ نے احمدیت کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ اپنے اعلیٰ اخلاق کے مظاہرہ کا کافی موقع میسر ہے۔ جس سے احباب متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مزید خدمت خلق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(77) مکرم رشید احمد صاحب

آپ کا اصل وطن لدھیانہ ہے مگر عارضی سکونت ریاست جیند، حال سکونت شہر پشاور اندر شہر میں ہے۔ جو تقسیم ہند کے بعد اختیار کی۔ آپ ڈاکٹر فتح دین صاحب مرحوم کے بھتیجے ہیں۔

تاریخ پیدائش قریباً 1935ء ہے۔ اپنے بڑے بھائی منظور احمد صاحب سے اڑھائی سال چھوٹے ہیں۔ رشید احمد کی عمر غالباً 25 سال کے قریب ہوگی۔ خندہ اور خوش طبع نوجوان ہیں۔ اپنے کاروبار کے چلانے کے لے اردو اور انگریزی لکھ پڑھ سکتے ہیں۔

عزیز رشید احمد صاحب موضع ترگزئی تحصیل چارسدّہ میں بحیثیت کمپونڈر کے کیمسٹ اور ڈرگسٹ پریکٹس کرتے ہیں۔ وقف جدید کے تحت وہاں کام کرتے ہیں۔ عامۃ الناس ان کے اعلیٰ سلوک اور حسنِ اخلاق اور علاج سے خوش ہیں۔ اور عمدہ کام حسب منشاء چل رہا ہے۔ تشخیص مرض اور صحیح علاج میں ماہر ہیں۔

عزیز رشید احمد نے محمد عباس خان احمدی ساکن ترناب کی لڑکی سے شادی کی ہوئی ہے۔ جس سے ایک لڑکا بہ عمر چھ ماہ موجود ہے۔

(78) مکرم منظور احمد صاحب

مکرم رشید احمد صاحب کے آپ بڑے بھائی ہیں۔ تاریخ پیدائش غالباً 1932ء ہے۔ موضع بازید خیل تحصیل پشاور علاقہ مہمند میں آپ بحیثیت کمپونڈر اور ڈرگسٹ پریکٹس کرتے ہیں۔ اور اپنا فرض مستعدی اور اخلاص سے بجا لاتے ہیں۔ آپ کے حسن اخلاق کے نہ صرف اہلِ بازید خیل بلکہ اردگرد کے احمدی اور غیر احمدی مداح ہیں۔ سب کا علاج بغیر

کسی امتیاز کے دلچسپی سے کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کمپونڈری کا کام ڈاکٹر فتح دین صاحب مرحوم کے زیر تربیت سیکھا۔

تعلیمی قابلیت معمولی انگریزی اور اردو کی اپنے کاروبار کے چلانے کے لئے کافی ہے۔ پیدائشی احمدی ہیں۔ والدہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نورالدین کے ہاتھ بیعتِ احمدیت کی تھی مگر اُن کے والد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بیعت احمدیت کی تھی۔

شادی محمد عباس خان احمدی ساکن ترناب فارم کی لڑکی سے 1955ء میں کی۔ جس سے ایک لڑکا منصور احمد بعمر ڈیڑھ سال موجود ہے۔ اور لڑکی مریم صدیقہ عمر چھ ماہ موجود ہے۔

عرصہ دراز سے تحریک جدید میں خود بھی حصہ لیتے ہیں اور اپنی بیوی اور بچوں کی طرف سے شریک ثواب ہوتا ہے۔ موصی بھی ہے۔ اس کی دیرینہ خواہش ہے کہ میں وہ کمی چندہ کی پوری کروں جو ڈاکٹر فتح دین صاحب مرحوم کے فوت ہونے کی وجہ سے جماعت پشاور کے چندہ میں چلی آ رہی ہے۔

ضرورت منداحباب کی ہر وقت مدد بھی کرتا رہتا ہے۔ اور احمدیوں سے انجکشن یا ددوائی کا معاوضہ بھی اکثر اوقات نہیں لیتا۔ بعض احمدیوں کو جلسہ سالانہ پر اپنے خرچ پر لے جاتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سے بڑھ کر خدمت سلسلہ کی اس کو توفیق دے۔ آمین۔

جب سے بازید خیل میں دوکان کھولی ہے۔ مستعدی سے کام کر رہا ہے۔ اور کامیاب پریکٹس کر رہا ہے۔ اور خوب دکان چل رہی ہے۔ ملاں لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ اور قتل کی دھمکیاں اور فتاویٰ تکفیر بھی دیتے ہیں مگر خدا تعالیٰ حفاظت کرتا ہے۔ کئی کمپونڈروں نے مقابلہ میں دکانیں کھولیں۔ تا کہ اس کو نقصان پہنچائیں۔ مگر خود ہی ناکام اور نقصان اٹھا کر چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد جو دراصل لدھیانہ کے ہیں اور وہاں سے کلدر خود تحصیل

سنگرور یاست جیند میں ہجرت کی تھی۔ پاکستان بننے پر وہاں سے پشاور بمعہ اپنے خاندان کے بخیر وعافیت پہنچے۔اللہ تعالیٰ ان کواوران کے ہر دوفرزندوں کواس سے بھی مزید سلسلہ اور اورعوام کی خدمت کی توفیق عطافرمائے۔آمین

(79) شیخ محمد خان صاحب سیٹھی

یہ شیخ صاحب مترانوالی ضلع ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے پاشندہ ہیں۔وہ قریباً1300 ہجری یا 1883ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد شیخ کریم بخش صاحب تھے۔بچپن میں مترانوالی میں اپنے والدین کے زیرسایہ ابتدائی تعلیم اورتربیت پائی۔جوان ہوتے ہی والد صاحب کے سایہ عاطفت سر سے اُٹھ گیا بسلسلہ تلاش معاش نوشہرہ تشریف لائے اور بوٹ فروشی کی دوکان کھولی کاروبار اچھا چل گیا۔

آپ نے پہلی شادی آبائی گاؤں میں کی۔یہ بیوی دیندار عفیفہ عورت تھی۔شیخ دین محمد صاحب احمدی ساکن مترانوالی کی تبلیغ سے احمدی ہوئے۔اور اپنے شوہر شیخ محمد خان کو بھی 1922ء میں احمدی بنالیا۔تین سال تک نوشہرہ میں قیام رکھا۔نوشہرہ سے کاروبار بند کر کے اپنی بھائی کے پاس شیخ محمد خان جہلم چلے گئے۔وہاں بھی دل نہ لگا۔اور کوہاٹ 1924ء میں جا کر بوٹ ہاؤس کھولا۔اور 1937ء تک وہاں دوکان کرتے رہے۔

1937ء میں کوہاٹ سے شہر پشاور آگئے۔اور یہاں سکونت اختیار کی۔اور کاروبار کرتے رہے۔

پہلی شادی 1914ء میں کی تھی۔اور اپنے خاندان میں ہی کی تھی جو ایک دیندار متقیہ عورت تھی۔اس کا فرصت کے وقت کا شغل تلاوت قرآن کریم تھا۔صحت اور بیماری میں بھی پانچوں وقت نماز کی پابندی رہی۔اس بیوی سے تین نرینہ فرزند تولد ہوئے۔شیخ عبدالحمید،

شیخ عبدالعزیز، اور شیخ محمد یونس مرحوم سل سے مریض رہے اور بلآخر 32 سال کی عمر میں نوجوان 4 اگست 1985ء میں فوت ہوگئے۔ اور احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔

شیخ محمد جان نے دوسری شادی 1930ء پشاور میں کی۔ جس سے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا شیخ محمد جلال پیدا ہوئے۔ یہ بچے اس وقت بقید حیات ہیں۔ اور اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

شیخ محمد یونس مرحوم نیک فطرت، دیندار باخلاق نوجوان تھے۔ بڑی سوز سے تلاوت فرماتے۔ احمدیت کے شیدائی تھے۔ تبلیغ کے شائع تھے۔ 1948ء میں مرحوم کی شادی جہلم میں عزیز الرحمٰن صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ جس سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا عبدالقیوم تولد ہوئے۔

شیخ عبدالحمید نے 1946ء میں شادی کی۔ اور دو لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئے۔

شیخ عبدالعزیز نے 1948ء میں شادی کی ان کی بیوی بھی شیخ عزیز الرحمٰن صاحب جہلم کی لڑکی ہے۔ آپ کے بھی دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ شیخ عبدالعزیز صاحب جماعت کے سرگرم ممبر ہیں۔ نہایت معقول پیرایہ میں گفتگو کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن مجید نہایت شوق و ذوق سے کرتے ہیں۔ باترجمہ قرآن مجید بھی پڑھا ہوا ہے۔ دنیاوی معاملات اور اپنے کاروبار کے لحاظ سے ایک کامیاب تاجر ہیں۔ اور جماعتی چندوں میں دل کھول کر حصہ لیتے ہیں۔ اور احمدیوں کے نہایت ہی ہمدرد اور غریب پرور ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی صحت و عافیت میں برکت عطا فرمائے۔ اور بیش از بیش دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گویا شیخ محمد خان صاحب کا کل خاندان اکیس افراد پر مشتمل ہے۔ نونرینہ اولاد اور بارہ لڑکیاں۔ ایک خود ایک بیوی اولاد کاروبار اچھی طرح چل رہا ہے۔ دینی امور میں خوب

دلچسپی لیتے ہیں۔

(80) محترم ڈاکٹر محمد دین صاحب

محترم ڈاکٹر محمد دین صاحب ولد چودھری ہیرا خان صاحب قوم ارائیں ساکن ظفروال ضلع سیالکوٹ جو 16 مارچ 1885ء کو اپنے گاؤں ظفروال میں تولد ہوئے۔ جب قریباً پانچ سال عمر ہوئی تو مولوی قطب الدین صاحب سے ناظرہ قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ پھر مقامی سکول میں داخل ہوکر دنیاوی تعلیم کا آغاز کیا۔ پانچویں جماعت امتیازی طور پر پاس کیا۔ اور وظیفہ مل گیا۔ یہ یونیورسٹی کا امتحان تھا۔ پھر پسرور ہائی سکول میں داخل ہوکر 1903ء میں امتحان انٹرینس میں اول ڈویژن میں پاس کیا۔

محترم ڈاکٹر صاحب کے والد فوجی پنشنر تھے۔ 1903ء میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد پشاور میں محکمہ تعلیم میں کلرک بھرتی ہوا مگر کلریکل لائن پسند نہ آئی۔ مارچ 1904ء میں میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہوا۔ اور ہاسپیٹل اسٹنٹ کلاس میں داخل ہوا۔ چونکہ میٹرک اول ڈویژن میں پاس کیا تھا۔ وظیفہ بھی مل گیا۔ اور ملٹری کلاس میں داخل ہوئے یہ کورس تین سال کا تھا۔ دوران تعلیم میں 1904ء میں بذریعہ خط حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت احمدیت کی۔ 1904ء میں میڈیکل طلباء کو بہت سی شکایات پیدا ہوئیں۔ تو یونین کے عہدہ داروں نے سٹرائک کا فیصلہ کر لیا۔ اس کلاس میں کل پانچ احمدی طلباء تھے۔ انہوں نے سٹرائک کے خلاف ووٹ دئے چونکہ کثرت دوسروں کی تھی۔ سٹرائک ناکام ہوگئی۔ اس کلاس کے سب لڑکوں نے کلاس اور ہوسٹل چھوڑ دیا۔ سب طالب علم ایک کوٹھی میں رہائش پذیر ہو گئے۔ احمدی طلباء بھی بامر مجبوری ان کے ساتھ چلے گئے۔

غالباً سید محمد حسین شاہ مرحوم یا اُن میں سے کسی احمدی طالب علم نے حضرت اقدس علیہ السلام کو اطلاع دی۔ لاہور کے اخبارات میں بھی اس سٹرائک کی خبریں شائع ہوتیں۔ چند ہی دن گذرتے ہوں گے کہ حضرت اقدس کا خط جو مولوی محمد علی صاحب ایم ۔اے نے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ پرنسپل میڈیکل کالج لاہور کے نام آیا۔اوراس میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا تھا کہ ہمارے مذہب میں حاکم اور استادوں کے خلاف سٹرائک جائز نہیں۔ اگر ہماری جماعت کے کسی فرد نے حکومت وقت کے خلاف سٹرائک میں حصہ لیا یہ درست نہیں کیا۔ ہمارے بچوں کو ان کا قصور معاف کر کے ان کو دوبارہ کالج میں داخل کیا جائے۔ دوسرے دن طلباء کو پرنسپل کا حکم آ گیا کہ فوراً کالج واپس آ ؤ۔ چنانچہ احمدی طالب علم دوبارہ کالج میں داخل ہو گئے۔ اس لئے سٹرائک ناکام ہوگئ۔ اور باقی طلباء بھی آہستہ آہستہ داخل ہو گئے۔ چارلڑ کے جن کو سٹرائک کا سرغنہ قرار دیا گیا کالج سے خارج کر دیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے واسطے یہ اصول قرار دیا کہ حکومت کے خلاف کسی تحریک میں شامل نہ ہوں۔ مولوی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار نے زیر عنوان ’’مسیح کے پانچ حواری‘‘ جماعت احمدیہ کے خلاف زہر اگلا۔

ڈاکٹر محمد دین صاحب نے جلسہ سالانہ 1905ء میں حضرت احمد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اختتام پر حضرت اقدس نے طلباء کو لاہور جانے کی اجازت دی۔ اور رسالہ الوصیت جو تازہ شائع ہوا تھا۔ اُس کی ایک کاپی عنایت فرمائی۔

4اپریل 1907ء کو میڈیکل کالج پاس کر کے ڈاکٹر صاحب کو حکومت نے ہاسپٹل کا اسٹنٹ بنا دیا۔ 1910ء میں ہاسپٹل اسٹنٹ کا نام بدل کر سب سسٹنٹ سرجن رکھ دیا گیا۔ پہلا تقرر بنوں میں ہوا۔ 1910ء سے بنوں سے پشاور بدل دیا گیا۔ پھر ان کو پشاور سے

ریاست الور میں تبدیل کیا گیا۔فروری 1911ء تا اگست 1913ء تک وہاں رہا۔

حضرت احمد علیہ السلام کا وصال 6 مئی 1908ء کو ہوا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔حضرت مولانا نورالدین کے خلیفۃ المسیح مقرر ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے فوراً بیعت کر لی۔حضرت خلیفۃ المسیح کا انتخاب ساری جماعت نے بالاتفاق تسلیم کرلیا۔

ستمبر 1913ء میں ریاست الور سے ڈاکٹر صاحب پشاور تبدیل ہو کر آئے ۔اور اس طرح صوبہ سرحد میں دوبارہ آنا ہوا۔9 ستمبر 1913ء کوسول ہسپتال جمرود کا چارج لیا۔کچھ دن لنڈی کوتل میں کام کیا۔اس کے بعد جمرود سے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں تبدیل ہو گئی۔بدورانِ قیام مرتضی حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کا واقعہ پیش آیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

اس دوران مولوی محمد علی ایم اے کا باغیانہ ٹریکٹ ان کو ایک ضروری اعلان ملا۔مگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سیدنا محمود احمد کی خلافت بیعت کر لی۔اور بغاوت سے نجات ملی۔

ستمبر 1914ء میں عالمگیر جنگ چھڑ گئی۔چونکہ ڈاکٹر صاحب ملٹری سے آئے تھے۔ پھر ملٹری میں چلے گئے۔وہاں سے الہ آباد اور فیض آباد گئے۔پھر وہاں سے فرانس چلے گئے۔7 نومبر 1917ء لغایت 31 دسمبر 1915ء سرزمین فرانس میں محاذ جنگ میں رہے۔

فرانس سے مشرقی افریقہ تبدیل ہو کر آئے۔8 جنوری 1916ء لغایت 31 اکتوبر 1916ء وہاں سے رہے۔بعد ازاں بوجہ طبیعت کی ناسازی کے ہندوستان واپس آ گئے۔8 نومبر 1960ء کو بمبئی پہنچے وہاں سے لکھنؤ آ گئے۔لکھنؤ میں تین ماہ کی رخصت منظور ہو گئی۔یہ عرصہ ظفروال اپنے وطن میں گزارا۔اختتامِ رخصت پر فیض آباد میں تقرر

ہوا۔اور ملٹری ہسپتال میں کام کرنے لگے۔نومبر 1918ء میں عارضی صلح ہوگئی۔اور مارچ 1920ء میں صوبہ سرحد میں آ گئے۔ یہاں پہلے رستم میں اور پھر شبقدر میں فرائنٹر کانسٹبلٹی ہسپتال میں لگائے گئے۔ جہاں چھ سال کام کرتے رہے۔ بدوران قیام شبقدر احباب احمدیہ کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے اس اثنا میں کبھی کبھی خاکسار بھی شبقدر جاتا تو محترم ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوجاتی۔

ڈاکٹر صاحب شبقدر سے کوہاٹ بدل گئے اور وہاں سے موسم گرما اپریل 1928ء میں نتھیا گلی میں تبدیل ہوئے۔عزیز وحید الزمان صاحب ہزاروی احمدی اور مبارک احمد صاحب احمدی ان کی زیر تربیت رہے۔

1930ا-31ء میں لیڈی رنگ ہسپتال پشاور میں آؤٹ ڈور کام کرتے رہے۔ 1933-34ء میں پولیس ہپتال میں انچارج تھے۔ڈاکٹر صاحب کی تحریک سے مرزا عمر خطاب صاحب آف شبقدر کی بڑی لڑکی سے ملک وحید الزمان صاحب کمپونڈر نے نسبت تجویز ہوئی۔اور خاکسار نے وحید الزمان صاحب کی طرف حق وکالت ادا کیا۔اور نکاح باندھا گیا۔

پشاور سے ڈاکٹر صاحب پھر بنوں بدل گئے۔ 40-1934ء تک وہاں رہے۔ وہاں آنریری لیفٹینیٹ کا خطاب ملا۔اور تنخواہ معقول ہوگئی۔ 1939ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوگئی تھی۔مگر ڈاکٹر صاحب بسبب میعاد ملازمت پوری ہونے کے باعث مارچ 1940ء میں پنشن پا کر رخصت ہوئے۔اور قادیان شریف محلہ دارالبرکات میں اپنا مکان تعمیر کر کے سکونت پذیر ہوئے۔

بہ دوران قیام قادیان نور ہسپتال میں آنرری کام آٹھ سال تک کرتے رہے۔ نیز حضرت مرزا شریف احمد کے ساتھ جو آنریزی ریکروٹنگ آفیسر تھے۔آنرئری میڈیکل

آفیسر کا کام کرتے رہے یہ جنگ 1945ء میں ختم ہوگئی۔ اور 14 اگست 1947ء میں تقسیم ہندو پاک ہوا۔ قادیان بھارت کے تحت آ گیا۔ اور قریباً تمام باشندگان قادیان 1947ء میں پاکستان آئے۔ اور ڈاکٹر صاحب نے بھی قادیان سے 16 اکتوبر 1947ء کو لاہور ہجرت کی۔

لاہور میں دو تین ماہ قیام کر کے 15 جنوری 1948ء میں پشاور آ گئے۔ 14 فروری 1948ء کو دوبارہ محکمہ میڈیکل سرحد میں ملازمت مل گئی۔ اور گیارہ سال خیبر ایجنسی میں کبھی لنڈی کوتل کبھی جمرود کام کرتے رہے۔ بالآخر 14 اگست 1959ء کو ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ اور شاہ جی کالونی متصل شہر پشاور ریلوے سٹیشن کے پاس قیام کیا۔ آج کل اس کالونی میں مقیم ہیں۔ اور نماز جمعہ میں شمولیت کے واسطے مسجد احمدیہ شہر پشاور یا سول کواٹر تشریف لا کر احباب سے ملاقات کر جاتے ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نیک فطرت، فیاض طبع، کم گو، نیک طینت اور غریب پرور ہیں۔ مرنج مرنجان مزاج میں اپنی حکمت میں ایک مسلم ماہر ہیں۔ مرض کی پہچان میں زود رس ہیں۔ خاکسار سے اُنس رکھتے ہیں اور خاکسار کے دل میں بھی ان کا خاص احترام ہے۔ احمدیت کا نمونہ ہیں۔ خدمت خلق کو عبادت جانتے ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے تین شادیاں یکے بعد دیگرے کیں۔

پہلی شادی مسماۃ آمنہ بی بی بنت سر بلند خان ساکن ریاست جموں سے ہوئی۔ 7 نومبر 1907ء لغایت 6 نومبر 1917ء زندہ رہی۔ موصیہ تھی۔ بعد از وفات بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہے۔ اس کی یادگار شریف احمد ایم۔ اے سکوارڈن لیڈر پاکستان ائیر فورس مقیم پشاور ہیں۔ اس کے تین بچے ہیں۔

عزیز احمد صاحب مرحوم جو ویٹنری ڈاکٹر تھا۔ کوئٹہ بلوچستان میں متعین تھا۔ 1946ء

میں فوت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسری بیوی مسماۃ فاطمہ بی بی بنت حاجی محمد اسماعیل صاحب تھیں۔ بعد از وفات 1917 لغایت نومبر 1925ء زندہ رہی۔ موصیہ تھی۔ بعد از وفات پاکر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئی۔ اس کی یادگار مبارک احمد صاحب لیفٹننٹ کرنل ہے۔ جو واہ فیکٹری میں ملازم ہے۔ اس کے بھی تین بچے ہیں۔

تیسری بیوی مسماۃ امۃ الحئی بیگم بنت میاں محمد یوسف صاحب مقیم مردان ہیں۔ جو فروری 1926ء کو نکاح میں آئی اس کے بطن سے نو بچے ہیں۔ (1) سعید احمد صاحب کلرک گورنمنٹ ٹرانسپورٹ راولپنڈی (2) لئیق احمد صاحب متعلم جماعت دہم گورنمنٹ ہائی سکول جمرود۔ اس کی بڑی لڑکی مردان میں شادہ شدہ ہے۔ یہ تین لڑکیاں گھر پر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کا حامی وناصر ہو۔

معذرت

چونکہ پشاور شہر پاکستان کا ایک سرحدی شہر ہے۔ اور سابق صوبہ سرحد کا صدر مقام ہے۔ اس لئے پنجاب اور باہر سے بسلسلہ ملازمت وتجارت کئی احمدی افراد ہمیشہ آتے جاتے ہیں۔ چونکہ ان کی رہائش اس صوبہ میں مستقل نہیں۔ اس وسطے ایسے لوگوں کا ذکر بے فائدہ اور ہماری استطاعت سے باہر ہے۔

ہم نے صرف ان لوگوں کا ذکر لکھا ہے یا تو وہ یہاں کہ اصلی باشندہ ہیں اور یا بسلسلہ کاروبار ملازمت سالہا سال سے مقیم ہیں۔

فصل دوئم۔سکول اور کالج وغیر

مشن ہائی سکول پشاور

خاکسار راقم الحروف پہلی سے لے کر پانچویں جماعت تک ''مشن ہائی سکول'' میں پڑھا۔ 1907ء میں خان محمد عجب خان آف ''زیدہ'' کے دوفرزند ''محمد یوسف خان'' اور محمد یعقوب خان پشاور آئے۔ اور ان کی خواہش کے مطابق میں نے ان کو ''مشن ہائی سکول'' پشاور میں داخل کیا۔ کیونکہ یہ سکول ہمارے مکان کے زیادہ قریب تھا۔ اور ان کے واسطے ایک مکان بغرض رہائش ''کوچہ گلبادشاہ'' میں کرایہ میں لے دیا۔ اس سکول میں ان کے گاؤں اور خاندان کے اور بھی لڑکے پڑھتے تھے۔ جو''مشن ہوسٹل'' میں رہتے تھے ان بچوں کے ذریعہ میری واقفیت ان لوگوں سے ہوئی۔

(1) بہادر شیر خان پسر سمند خان خانخیل ''زیدہ'' (2) علی بہادر خان (3) عبد العزیز خان (4) عبدالقیوم خان پسران میجر عبدالقادر خانخیل ''زیدہ'' (5) محمد دلاور خان اور (6) شیر افضل خان پسران خان بہادر عبدالقادر خان۔ خان آف ''جھنڈہ'' (7) فقیر محمد خان پسر مولوی محمد امیر خان مدرس پرائمری سکول زیدہ (8) کرامت اللہ خان ولد سعد اللہ خان بابر (9) محمد جعفر خان ساکن ''پیر پیائی'' (10) بادشاہ گل ساکن پیر پیائی (11) اخوندزادہ محمد شاہ ڈرل ماسٹر ساکن ''دوبیاں'' (12) میاں احیاالدین ولد خان بہادر میاں وسیع الدین مگر میاں بورڈر نہ تھے۔

ان سب نے وقتاً فوقتاً سلسلہ احمدیہ میں بیعت کی۔ اس ''بورڈنگ'' میں خاکسار 1907ء لغایت 1924ء تک تبلیغ کرتا رہا۔ ان میں نمبر پانچ خان بہادر دلاور خان ریٹایرڈ

ڈپٹی کمشنر ہیں۔نمبر 6 شیر افضل خان ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر احمدیت پر قائم نہ رہا۔نمبر 8 کرامت اللہ خان بی۔اے۔بی۔ٹی ہیں اور آج کل گورنمنٹ ہائی سکول پشاور نمبر 3 میں ہیڈ ماسٹر ہیں۔نمبر 11 میجر جنرل احیاء الدین فوج میں اعلیٰ افسر ہیں۔نمبر 12 ''بادشاہ گل'' ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر ہیں۔

2۔مشن کالج ہوسٹل

جب خان بہادر محمد دلاور خان 1912ء میں مشن کالج میں داخل ہوا۔اور ہوسٹل میں رہنے لگا۔تو خاکسار نے وہاں آنا جانا شروع کر دیا۔مشن ہوسٹل کے طلبا میں سے مندرجہ ذیل نے احمدیت قبول کی۔

(1) کرنل صاحبزادہ احمد خان'' ساکن کوٹھہ'' (2) میاں شہاب الدین خلف میاں شفیع الدین صاحب کاکا خیل'' سُرخ ڈھیری''(3) ملک محمد ایوب خان نمبردار موضع''شیخ محمدی''(4) قاضی عبدالخالق ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ایبٹ آباد(5)اخوندزادہ فضل خالق کلرک'' دفتر پولیٹکل ایجنٹ خیبر'' ساکن میاں عیسیٰ شبقدر پشاور (6) قاضی محمد شفیق صاحب ایم اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ہوتی مردان (7) میاں فضل ہادی صاحب بی اے بیٹی ہیڈ ماسٹر ساکن سُرخ ڈھیری (8) شیخ عبدالخالق کرسچن نومسلم فاضل بائبل مقیم ربوہ (9) سالومن کرسچن نومسلم مسلمان ہوا۔

3۔میونسپل بورڈ ہائی سکول پشاور

خان زادہ گل محمد خان بی اے ایڈوکیٹ'' صوابی'' خلف شاد محمد خان ساکن'' زیدہ'' (جس کا بھائی ملک فیض محمد خان صاحب) ساکن گنگوڈھیر ہے۔میونسپل ہائی سکول نے

دئے۔

4۔اسلامیہ ہائی سکول پشاور

اس سکول میں خاکسار راقم الحروف نے 1901ء سے 1906ء تک تعلیم حاصل کی (1) میں احمدی ہوا۔(2) میرے ذریعہ خانزادہ محمد یوسف خان خلف خادی خان ساکن ''زیدہ'' (3) میاں اسلم خان خانخیل زیدہ اور (4) میاں الف دین برادر زادہ ٹھیکدار عبدالکریم ''منڈی بیری'' پشاور احمدی ہوئے۔

5۔اسلامیہ کالج پشاور

اس کالج کی بنیاد 1913ء میں پڑی۔ یہاں ابتدائی طلباء قادیان سے پیر محمد زمان شاہ صاحب ساکن ''داتہ'' ہزارہ۔(2) ڈاکٹر سعید احمد خلف مولوی محمد یحیٰ صاحب ساکن ''دیپ گراں'' ہزارہ اور غلام ربانی صاحب ساکن ''مانسہرہ'' ہزارہ داخل ہوئے۔ان کی وجہ سے میں نے اسلامیہ ہوسٹل میں آنا جانا شروع کیا اس کالج نے ہم کو مندرجہ ذیل طلباء دئے۔

(1) پیر محمد زمان شاہ ایڈووکیٹ مانسہرہ (2) مولوی مظہر الحق صاحب خلف مولوی منہاج الدین ساکن کوٹ ''نجیب اللہ'' (3) سید غلام نبی شاہ ساکن ''خواجگان'' تحصیل مانسہرہ۔(4) مولوی عبدالقیوم صاحب بی اے ساکن ''چکیا'' ہزارہ (5) محمد نجیم خان صاحب اسٹنٹ رجسٹرار کواپریٹوسوسائٹی ساکن پنج پیر (6) بابو غلام محمد صاحب صوفی بی اے ہیڈ کلرک ساکن ڈیرہ اسماعیل خان (7) محمد رستم خان اسٹنٹ سروے آفیسر پاکستان ساکن ''حلّو زائی'' (8) میاں غلام جان خان بی اے ساکن بدو بانڈی ہزارہ۔

مذکورۃ الصدر کے علاوہ (1) ہزہائینس ناصر الملک مہتر چترال (2) مظفر مہتر الملک چترال (3) مہتر جاؤ حسام الملک گورنر دڑدش (4) محمد یونس خان سابق رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹی ساکن نوشہرہ (5) سید لال شال اسٹنٹ رجسٹرار کوپریٹو سوسائٹی ساکن کوہاٹ (6) مولوی عبد المنان خان قریشی وکیل ضلع کوہاٹ اور کئی دوستوں کو احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا اور متاثر ہوئے۔

اسلامیہ کالج میں خاکسار 1913ء سے لے کر 1926ء تک باقاعدہ جاتا رہا اور تبلیغ وغیرہ کرتا رہا۔ مگر جماعت کے اندر برادران یوسف کی تکلیف دہ باتوں کی وجہ سے وہ تبلیغ بند کردی۔

6۔ دفتر سول سیکرٹریٹ سرحد

خاکسار دفتر چیف کمشنر میں 3 ستمبر 1906ء کو امیدوار ملازمت ہوا۔ اور 1932ء تک ملازم رہا۔ بدورانِ ملازمت فارسی دفتر کے محرر منشی غلام محمد خان بلوچ ساکن ''سوری لنڈان'' ڈیرہ غازی خان اور (2) محمد عجب خان پسر خواجہ محمد ساکن ''اسماعیلیہ'' کلرک دفتر کمانڈنٹ فرانٹئر کانسٹبلری میرے ذریعہ احمدی ہوئے۔ اور میر افضل خان چپڑاسی ساکن ''سفید ڈھیری'' احمدیت کا گرویدہ رہا۔

خاکسار کی تحریر کردہ کتب بزبان ''پشتو'' ''افغانستان'' ''بلوچستان'' ''برما'' اور حیدرآباد دکن میں پہنچیں۔ اور جو لوگ میرے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔ انہوں نے آگے اوروں کو احمدیت پہنچائی۔ یہ تعداد کوئی 120 سے زائد ہے۔

فصل سوئم۔دیہات تحصیل پشاور

1۔موضع خزانہ

موضع خزانہ علاقہ داؤدزئی میں دریائے شاہ عالم کے کنارے پر واقع ہے۔محمد امیر خان آف خزانہ کے تین فرزند تھے۔جن میں سے ''عبدالاکبر خان'' اور ''محمد عمر خان'' احمدی ہوئے۔ 1900ء میں میونسپل بورڈ ہائی سکول میں حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے ساتھ عبدالاکبر خان ہم تین ہم مکتب طالب علم تھے۔اوران کے ذریعہ احمدی ہوئے۔دیکھو اخبار الحکم 31 جولائی 1901ء

عبدالاکبر خان کے والد نے عبدالاکبر خان کو لوگوں کے شر کے خوف سے گھر سے باہر کر دیا۔اور کہا کہ'' پشاور شہر میں رہائش اختیار کرے چنانچہ حضرت مولانا غلام حسن کی اجازت سے ان کے دردولت پر ٹھہرے اور کبھی کبھی ان کا والدان سے ملنے آتا۔خاکسار کی بھی شاہی باغ میں'' پلے گراؤنڈ'' میں عبدالاکبر خان سے 1902ء میں واقفیت ہوئی۔انہی کے ذریعہ سے کتاب'' ازالہ اوہام'' کے پڑھنے کا موقع ملا۔ہم دونوں شاہی باغ کے چمن میں ہر نمازِ عصر کے بعد بیٹھ جاتے اور نوجوانوں کو تبلیغ کرتے۔عبدالاکبر خان ان دنون ڈپٹی کمشنر صاحب پشاور کے دفتر میں امیدوارِ ملازمت تھا۔ 1904ء میں بنوں کے بندوبست میں بحیثیت گردوار وامیدروار نائب تحصیل دار شامل ہوا۔رفتہ رفتہ تحصیلدار ہوگیا۔تحصیلداری سے پنشن لی۔مگر جو اخلاص اور شوق اس کو نوجوانی میں تبلیغ کا تھا۔اختلاف سلسلہ ہونے پر ماند پڑ گیا۔اور خلافت ثانیہ کے بغض میں مبتلاء ہوا۔اس کا بہت بُرا نتیجہ بھگتا پنشن کے بعد موضع'' خزاعہ'' میں جارہا۔اور بسبب بخل اور نہ خرچ کرنے

کے افغانوں میں مقبول نہ ہوا۔اس کے رشتہ دار بھی اس کی دشمنی میں غالب رہے۔بیمار ہوا۔ اور 3 مئی 1950ء میں فوت ہوا۔رشتہ داروں نے غیر مبائعین کو اطلاع تک نہ کی اور دفن کر دیا۔اس کی بیوی اپنے والد کے گھر چارسدّہ جا رہی۔نرینہ اولاد کم عمر تھی۔

محمد عمر خان اس کا دوسرا بھائی مبائع احمدی تھا۔تربوؤں سے دبا ہوا تھا۔وہ بھی جلد فوت ہو گیا۔اس کے مرنے کی اطلاع بھی کسی نے نہ دی۔

2۔تہکال بالا

علاقہ خلیل میں ''تہکال بالا'' مشہور قصبہ ہے۔خاکسار جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں ایک دفعہ قادیان گیا تو مہمان خانہ میں ایک معمر بزرگ دیکھے جو سفید ریش قد آور خوبصورت انسان تھے۔جب اُن سے باتیں کیں۔تو وہ افغان بزرگ ثابت ہوئے۔ جن کا نام ''مولوی محمد امیر صاحب'' تھا۔اور جن کے فرزند مولوی عطاء الرحمٰن صاحب احمدی پروفیسر ڈھاکہ تھے۔یہ بزرگ موضع تہکال کے باشندہ تھے۔اور عرصہ دراز سے ڈبروگڑھ ملک آسام میں قیام تھا۔اور حضرت احمد علیہ السلام کے زمانہ میں احمدی ہوئے تھے۔

عزیز محمد زمان خان احمدی ساکن بالا کوٹ نے بدوران جنگ جاپان و برطانیہ 1944ء ڈبروگڑھ میں ان سے ملاقات کی اور 1946ء میں یہ بزرگ فوت ہوئے۔ اللھم اغفرہ ورحمہ

ارباب محمد عجب خان

1933ء میں ارباب محمد عجب خان صاحب بی اے مِتّہ خیل ساکن تہکال دفتر سیکریٹری فوائد عامہ سرحد میں کلرک تھے۔اور ماسٹر نظام الدین گجراتی مدرس کوہاٹ کی

تحریراتِ خلافِ احمدیت سے متاثر تھے۔ برادر محمد خواص خان صاحب احمدی جو اسسٹنٹ سیکریٹری فوائد عامہ تھے۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب احمدی کی تحریک سے 1934ء کے آغاز میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر احمدی ہوئے۔ آپ سادہ مزاج، حلیم الطبع، مسکین وضع اور خوش اخلاق انسان ہیں۔ مگر گفتگو کم کرتے ہیں۔ نماز اور تہجد کے پابند ہیں ان کا والد گاؤں کی مخالفت کی وجہ سے بیٹے سے تعلق کم رکھتا تھا۔ بظاہر منقطع مگر کبھی کبھی ضرور ملنے آتا تھا۔ چونکہ محمد عجب خان کی اپنی والدہ فوت ہو چکی تھی۔ اور اس کی سوتیلی تھی۔ والد نے اپنی سکونتی مکان اور دوسری جائیداد کی ملکیت اپنی موجودہ بیوی کو لکھ دی تھی۔ اور محمد عجب خان کو محرم الارث کر دیا۔

ارباب محمد عجب خان نے ارباب عبدالکریم خان صاحب کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ ارباب عبدالکریم کے دو لڑکے تھے۔ عبدالوہاب خان اور عبدالستار خان۔ عبدالستار خان اس کی زندگی میں ہی فوت ہوا۔ اور اس کے دو بیٹے یادگار رہے۔ جب ارباب عبدالکریم خان فوت ہوا تو اس کی جائیداد کے وارث اس کا بیٹا عبدالوہاب اور دو بھتیجے۔ اور محمد عجب خان کی بیوی تھے۔ صوبہ سرحد میں 1936ء سے شریعت قرآنیہ جاری تھی۔ از روئے اصول ابوحنیفہ یہ جائیداد تین حصے ہونے تھی۔ دو حصے عبدالوہاب خان کے اور ایک حصہ ان کی ہمشیرہ کا اور بھتیجے محروم الارث تھے۔ ارباب محمد عجب خان کی بیوی نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ مجھے میرا حصہ جائیداد دی جائے۔ چونکہ عبدالوہاب خان افغان تھا۔ اور افغان قرآن شریف کی تقسیم کی میراث کو قبول نہیں کرتے اور عورتوں کا جائیداد میں سے حصہ نہیں دیتے تو اس نے دیکھا کہ شریعت قرآنیہ اس کی ہمشیرہ کو اس کا حصہ دلاتی ہے تو اس نے ملّاؤں سے امداد طلب کی۔ ملّاؤں نے یہ مسئلہ پیش کر دیا کہ تم یہ جواب دعویٰ دے دو کہ چونکہ محمد عجب خان احمدی ہے اور اس کی بیوی بھی احمدی ہے۔ اور احمدی ملّاؤں کے فتویٰ کی

رُو سے مرتد ہیں۔اس واسطے وہ لڑکی اپنے والد کی جائیداد میں حصہ نہیں لے سکتی۔اگرچہ محمد عجب خان کی بیوی اس وقت تک احمدی نہ تھی۔مگر بھائی کا یہ بیان سُن کر اُس نے کہا کہ آج سے میں احمدی ہوں اور احمدی ہو کر میں اپنا حق لوں گی۔ اور ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح سے بیعت کر لی۔اور عدالت میں درخواست دی کہ چونکہ میں احمدی ہوں میں چاہتی ہوں کی مجھے میرا حق 3/1 کی بجائے 5/1 دیا جائے اور دو حصے میرے بھائی عبدالوہاب خان کو۔اور دو حصے میرے فوت شدہ بھائی عبدالستار خان کے دو بیٹوں کو دئے جائیں اور مجھے پانچواں حصہ دیا جائے۔

ہندو منصف نے فیصلہ دیا کہ محمد عجب خان کی بیوی از روئے عدالت ہائے عالیہ حکومت ہند احمدی مسلمان ہیں۔لہذا مدعیہ کو اس کا حق میراث دیا جائے۔ یہ فیصلہ تا عدالت چیف کورٹ قائم رہا۔اور اس کو اپنے حق کی ڈگری مل گئی۔تقسیم ابھی تک مکمل نہیں ہوئی۔عبد الوہاب خان بھی مر گیا۔محمد عجب خان کو اپنی سوتیلی ماں سے اپنا مکان قیمتاً مل گیا۔اب تہکال میں سکونت پذیر ہے۔آپ کے دو بیٹے ہیں کپتان عبدالاکبر خان اور سردار علی خان۔عبدالاکبر خان ایک نیک اور صالح نوجوان ہے اور سردار علی خان محکمہ فوائد عامہ میں کلرک ہے۔ یہ نوجوان سولہ سال کی عمر میں ''فرقان فورس'' میں جہادِ کشمیر میں شامل ہوا۔اور غازی بن کر آیا۔اور بڑی عمر کے بزدلوں کے لئے عبرت آموز ہوا۔اللہ تعالیٰ ان کو بڑی عمر اور برکت دے۔ مجھے ارباب محمد عجب خان اور اس کے جرأت مند خاندان سے اُنس ہے۔

ارباب محمود خان

ارباب محمود خان خلف ارباب ''محمد خان'' اُسی تہکال کے باشندے ہیں۔اور محلہ غریب آباد میں رہتے ہیں۔ 1927ء میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے بیعت کی متلوّن

مزاج اور بڑے لوگوں کی دوستی کا شائق ہے۔ باتیں زیادہ کرتا ہے۔ مگر نتیجہ خیز نہیں ہوتی۔ شادی ہے مگر کوئی اولاد نہیں۔ دائم المرض ہے۔ خدا تعالیٰ رحم کرے۔

اس گاؤں میں کئی اور افراد نے بھی احمدیت قبول کر رکھی ہے۔ مگر مخالفت کے ڈر سے اظہار کی جرأت نہیں۔

3۔ سفید ڈھیری

اس گاؤں کو پشتو زبان میں ''سپینہ وری'' کہتے ہیں۔ یہ قصبہ خلیل قوم کا ہے۔ اسلامیہ کالج پشاور سے جنوب کی طرف واقع ہے۔

ملک صندل خان سفید ڈھری کا نمبردار 1913ء میں بیمار ہوا اور محترم صاحبزادہ سیف الرحمٰن خان ساکن ''بازید'' خیل کے ساتھ قادیان بغرض علاج حضرت مولانا نورالدین صاحب کے پاس گیا۔ اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ صاحبزادہ سیف الرحمٰن نے 1914ء میں بیعت کی تھی۔

اور ان کے رشتہ دار پیر عبد اور پیر عبدالقدوس ساکن سفید ڈھیر نے اُن کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ مگر پیر عبدالقدوس غیر مبائع تھے۔ اور اپنی احمدیت مخفی رکھتے تھے۔ ملک صندل خان نے بھی احمدیت قبول کی تھی۔ 1925ء کے قریب فوت ہوئے۔ اس نے ایک جندر اور کچھ زمین وقف کی تھی۔ جس کو بیچ کر انجمن کا مکان بنایا گیا جس پر ملک کندل خان قابض ہے۔

اس گاؤں کے ایک معزز زمیندار احمد خان صاحب کا فرزند میر اکبر خان دفتر چیف کمشنر سرحد میں کلرک تھا۔ 1926ء میں ایک دن خاکسار اور برادر محمد اعظم گجراتی دونوں پیادہ موضع سفید ڈھیری جا نکلے اور ملک کندن خان اہلحدیث کے حجرہ میں ایک

چار پائی پر جا بیٹھے دوسری چار پائی پر ایک اور نوجوان لیٹا ہوا تھا۔ اور میری پشتو کی کتاب۔ ’’تذکرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘‘ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمری پڑھ رہا تھا۔ خاکسار نے اس سے گفتگو چھیڑنے کی غرض سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ اور یہ کون سی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ میرا نام محمد زمان ہے۔ میں تذکرۃ النبی پڑھ رہا ہوں میں نے کہا کہ آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات پڑھ لئے ہوں گے اور آپ کا نام بھی محمد زمان ہے۔ ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھ کر آپ کن معنوں میں محمد زمان ہیں۔ آپ نے پڑھ لیا ہوگا کہ آپ کے ہم نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کا پیغام پہنچانے میں اور قرآن کی تبلیغ میں کس دلیری اور جرأت سے کام لیا۔ کیا آپ بھی اپنی قوم کو جو اس وقت کم ضلالت میں مبتلاء نہیں قرآن کی تبلیغ پہنچانے میں جرأت اور دلیری دکھلا سکیں گے۔؟

یہ سُن کر وہ اٹھ بیٹھا اور باہمی تعارف ہوا۔ اور تبلیغ احمدیت کے لئے میدان کھلا۔ 1926ء میں دو سال تک یہ حجرہ اور احمد خان کا حجرہ میدان تبلیغ بنے رہے۔ ہم دو چار دوست ہر اتوار کو وہاں جاتے اور گرد و نواح کے علماء آتے اور حضرت عیسیٰ ناصری کی حیات و وفات پر گفتگو ہوتی۔ اسی گاؤں کے اہلحدیث مولوی ’’محمد بہرام‘‘ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے سفیر کا ہم نے ناطقہ بند کر دیا۔ اور دوسرے مولوی بھی زک اٹھا کر لاجواب ہوئے۔ وہاں ہماری گفتگو کے نتیجہ میں ملک کندن خان نمبردار اور اس کے بھائی محمود خان، شیر زمان خان اور محمد زمان خان احمد خان، فیض محمد خان فقیر محمد خان اور کئی دوست وفات حضرت مسیح ناصری قبول کر چکے۔ الحمد اللہ علی ذالك

ہم کو ڈرانے کے لئے کسی نے افواہً یہ خبر اڑا دی کہ نواب دوست محمد خان رئیس تہکال نے حکم دے رکھا ہے کہ اگر قاضی محمد یوسف یا کوئی احمدی سفید ڈھیری میں پھر آئے تو اس کو قتل کر دیا جائے جب خاکسار کو یہ اطلاع ملی۔ تو میں نے خان بہادر عبدالرؤف خان صاحب

ساکن تہکال کے ذریعہ ان سے اس خبر کی تصدیق کرانی چاہی کہ اس افواہ کی حقیقت کیا ہے۔ ارباب نواب دوست محمد خان صاحب بمع ارباب عبدالرؤف خان صاحب پشاور شہر کوچہ گل بادشاہ میں تشریف لائے ہمارے مکان پر ملے اور اس افواہ کی تردید کی۔

ہماری جماعت کے اندر بعض حاسد طبیعتوں نے نہ چاہا کہ ہماری تبلیغ جاری رہے۔ کچھ ایسی باتیں کہنی شروع کیں۔ جن سے متاثر ہو کر خاکسار نے اسلامیہ کالج اور سفید ڈھیری جانا کم کر دیا۔ اس وقت مولوی محمد علی کے رفقا کو موقع مل گیا۔ انہوں نے لاہور کے مرکز سے امداد لے کر سفید ڈھری کے بیس افراد کو سالانہ جلسہ پر لے جا کر مولوی محمد علی کی بیعت کرادی۔ اور اس کا وبال خدا کے ہاں حُسّاد برادران یوسف کی گردن پر رکھا۔

سفید ڈھیری میں برادر فیض محمد خان صاحب اور فقیر محمد خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے بیعت کی۔ برادر فیض محمد خان صاحب تو اب فوت ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ مغفرت کرے اور فقیر محمد خان صاحب بمع خاندان زندہ موجود ہیں۔ اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے اچینی پایان چلے جاتے ہیں۔

4۔موضع اچینی پایان

جن ایام میں خاکسار سفید ڈھیری میں تبلیغ کر رہا تھا۔ تو ''اچینی پایان'' میں بعض دوست مباحثات سُننے کے لئے سفید ڈھیری آیا کرتے تھے۔ مثلاً محترم چراغ شاہ صاحب۔ محمد جمشید خان صاحب بی۔اے ایڈوکیٹ، مولوی محمد امین صاحب امام مسجد اور مہردل خان صاحب ساکن ''ہسپانڈؤ'' یہ سامعین بھی 1926ء میں احمدی ہوئے۔ مولوی محمد امین صاحب دل سے احمدیت کو قبول کر چکے تھے۔ مگر کھلم کھلا اقرار نہ کر سکتے تھے۔ 1929ء میں اچینی پایان میں ایک تبلیغی جلسہ کیا گیا۔ قریباً تیس افراد وہاں کی

جماعت کے ممبر تھے۔ 1928ء میں چچا عبدالکریم صاحب مرحوم نے بیعت کی۔ جواب فوت ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ مغفرت کرے۔

محترم ملک چراغ شاہ صاحب نے اپنا ایک مکان بطور انجمن اور مہمان خانہ وقف کر رکھا ہے۔ مہمان ان کے پاس ٹھہرتے ہیں اور حق مہمان نوازی وہ اور محمد جمشید خان ایڈوکیٹ ادا کرتے ہیں ملک چراغ شاہ صاحب کے دو فرزند میمون شاہ اور اکبر شاہ دونوں مخلص اور مستعد نوجوان ہیں۔ اسی طرح اسرار حسین خان خلف ملک صندل خان صاحب ایک خاکسار ملنسار اور خوش طبع شخص ہیں۔ یہ سب انجمن کے روحِ رواں ہیں۔

محترم مقبول شاہ صاحب ہیڈ کلرک دفتر انسپکٹر جنرل فرائنٹر کور سرحد گریجوئٹ ہیں۔ اور ایل۔ ایل۔ بی کی تیاری کر رہے ہیں۔ چند سال ہوئے ہیں کہ داخلِ احمدیت ہوئے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور سمجھدار انسان ہیں۔ تبلیغ کا شوق کا بھی ہے۔

1912ء میں خاکسار نے ایک پشتو کتاب لکھی جس کا نام ''حقیقۃ المہدی'' ہے۔ حضرت مولانا غلام حسن خان کے مکان پر ایک دن ''اچینی پایان'' کا نمبردار محمد سلیم خان صاحب اہلحدیث حضرت مولوی صاحب کو ملنے آئے۔ یہ ملک چراغ شاہ صاحب کے چچا تھے۔ اور ملک صندل خان کے والد تھے۔ خاکسار نے ان کو ایک جلد کتاب حقیقۃ المہدی دی کہ وہ مطالعہ کریں۔ اس کے نتیجہ میں 1926ء میں اس کے خاندان کے اکثر افراد احمدی ہو گئے۔ جو چھوٹے بڑے یکساں مخلص ہیں اور احمدیت کے لئے غیرت رکھتے ہیں۔

5۔ موضع اسپانڈو

یہ موضع اچینی پایان کے ساتھ واقع ہے۔ یہاں کا ایک باشندہ مہر دل خان ایک مخلص احمدی ہے۔ اگرچہ ان پڑھ ہے۔ مگر بڑا اچھا سمجھ دار اور عقلمند مبلغ ہے۔

6۔موضع شاہی بالا

اس موضع میں ایک مولوی عبدالرحیم صاحب پنشنر ای۔اے سی اہلحدیث ہوا کرتے تھے۔وہ بلوچستان سے ملازمت کی پنشن پا کر یہاں آرہے تھے۔اُن کی پہلی بیوی سے جو فوت ہو چکی تھی۔ایک لڑکا عبدالحیٔ خان تھا۔یہ نوجوان ایف۔اے تک تعلیم یافتہ تھا۔اور دفتر سیکریٹری ڈسٹرک بورڈ پشاور میں کلرک تھا۔اور سعد اللہ خان صاحب بابر آف پیر پیائی یہاں ہیڈ کلکرک تھا۔اور اسی دفتر میں منشی نور محمد صاحب احمدی بھی کلرک تھا۔یہ صاحب قادیان صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں بھی ہیڈ کلرک ہے۔یہ تینوں بزرگ خاکسار کے پاس 1912ء میں درسِ قرآن سننے آیا کرتے تھے۔اور کبھی کبھی سوال و جواب بھی ہوجاتا اگرچہ گفتگو میں میرے مخاطب سعد اللہ خان ہوتے۔مگر تبلیغ کا اثر عبدالحیٔ خان کے دل پر ہوتا رہا اور اس نے خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیعت کر لی۔اور احمدی ہو گئے۔

جب اس کے والد مولوی عبدالرحیم صاحب کو علم ہوا کہ میرا لڑکا عبدالحیٔ احمدی ہو گیا ہے۔تو اس نے اپنے گھر سے نکال دیا۔پھر عبدالحیٔ خان حضرت مولانا غلام حسن خان کے مکان پر آرہا۔چند دن کے بعد عبدالحیٔ خان کی سوتیلی والدہ نے مولوی عبدالرحیم صاحب کو قتل کرادیا۔کیونکہ وہ جوان تھی اور اس کا شوہر معمر تھا۔

کچھ عرصہ بعد عبدالحی مرض سل میں مبتلا ہوا اور جون 1914ء میں جوان فوت ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ملتان خان

عزیز عبدالحیٔ خان کے پاس ملتان خان نامی شاہی بالا کہ باشندہ ملازم تھا۔اور کسی قدر پشتو

پڑھ سکتا تھا۔اس نے میری پشتو کتابیں مطالعہ کیں۔اور 1913ء میں احمدی ہوگیا۔یہ شخص بڑا جرّی اور مخلص احمدی ثابت ہوا۔شاہی بالا چھوڑ کر وہ موضع اچینی پایان میں آ کر سکونت پذیر ہوا ایک دفعہ ''شبقدر'' میں زینہ سے گرا اور دماغ میں چوٹ آئی۔جس کی وجہ سے دماغ میں نقص واقع ہوگیا۔خاموش اور تنہائی پسند ہوگیا۔اگر چھیڑا جاتا تو غصہ آجاتا اور بے تعلق باتیں شروع کر دیتا۔قریباً 80 سال کی عمر پائی۔''اچینی پایان'' میں 17 اکتوبر 1953ء میں فوت ہوا۔اور وہیں قبرستان میں دفن ہوا۔نماز جنازہ غائب خاکسار نے پڑھائی۔

7۔لنڈی اخون احمدی

اس گاؤں میں صاحبزادگان میں سے صاحبزادہ فضل الرحمٰن صاحب نے صاحبزادہ سیف الرحمٰن کی تحریک سے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں (1913ء) میں احمدیت قبول کی۔یہ ایک مخلص آدمی تھے۔مگر زندگی نے وفا نہ کی آغازِ اختلافِ سلسلہ میں وفات پا گئے۔

میاں محمد شریف موچی اسی گاؤں کا باشندہ تھا۔میری پشتو کتب پڑھ کر احمدی ہوا۔کچھ عرصہ زندہ رہا۔اور پھر فوت ہوگیا۔مولوی مسیح الدین صاحب کے نکاح میں اس کی لڑکی تھی۔

8۔موضع کگادلہ

یہ گاؤں موضع ''بازید خیل'' کے پاس ہے۔اور کوہاٹ روڈ پر واقع ہے۔صاحبزادہ سیف الرحمٰن کی تبلیغ سے یہاں ایک نمبردار ''بخت خان صاحب خلافت اولیٰ میں احمدی ہوا۔اور یہ شخص ان پڑھ مگر جوانمرد تھا۔بڑا سمجھدار اور ہوشیار انسان تھا۔علمی باتیں سمجھ سکتا

تھا۔ خلافت ثانیہ کے آغاز میں چونکہ صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب نے بیعت خلافت ثانیہ نہ کی تو ''کگا دلہ'' کے دوستوں نے بھی بیعت نہ کی۔ ملک صاحب موصوف کے دو فرزند ہیں ''خباز خان'' اور جرہ باز خان'' دونوں آسودہ حال ہیں۔

1924ء کے قریب ملک بخت مل خان اپنے گاؤں کے قریب صبح اندھیرے کھیت کو پانی لگا رہے تھے کہ کسی شخص نے فائر کر کے شہید کر دیا۔ مگر قاتل بھی اپنا نتیجہ بھگت چکا۔

ملک جیفور خان صاحب نے بھی خلافت اولیٰ کے زمانہ میں احمدیت قبول کی۔ یہ ایک مخلص اور متین انسان تھے۔ عرصہ ہوا کہ فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا صاحبزادہ ملک سیفور خان اُن کی یادگار ہے۔

9۔ بڈھ بیر

پشاور کوہاٹ روڈ پر دس میل کے فاصلہ پر یہ موضع واقع ہے۔ یہاں اُستاد مظفر خان صاحب پشتو ٹیچر بذریعہ ملک محمد ایوب خان نمبردار ''شیخ محمدی'' حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں احمدی ہوئے۔ مگر اُن کی احمدیت گھر تک ہی محدود رہی۔ اختلاف سلسلہ واقع ہونے پر غیر مبائع رہے۔ حضرت مولانا غلام حسن خاں کو کبھی کبھی ملنے آتے۔ ہم نے کبھی استاد مظفر خان کی زبان سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے خلافِ شان بات نہیں سنی۔ ان کی اولاد بھی ان کے نقشِ قدم پر ہے۔ عبد اللہ جان اُن کا بڑا لڑکا '' اسلامیہ کالج پشاور'' میں اکونٹنٹ رہا۔ ایک شریف الطبع انسان ہے کئی سال گذرے کہ استاد مظفر فوت ہوئے۔

10۔ موضع شیخ محمدی

یہ موضع علاقہ ''مہمند'' میں واقع ہے۔ اور پشاور سے سات میل جانب جنوب مغرب

ہے۔ یہ ایک آباد گاؤں ہے جس کے ہر کوچہ و ہر گھر میں دریائے باڑہ کا پانی بہتا ہے۔ اور ہر گھر میں درخت موجود ہیں۔ اس گاؤں کے انگور بہت مشہور ہیں۔ اور اس گاؤں میں ''موروں'' کا مسکن ہے۔ سارا دن بولتے رہتے ہیں۔

اس گاؤں کا نمبردار ملک محمد ایوب خان جو مشن کالج پشاور میں 1912ء میں زیرِ تعلیم تھا۔ اور انگریزی افسروں کو اردو پشتو پڑھایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ ''رسالہ'' میں بھی ملازم رہا تھا۔ اور ان کا ایک دوست استاد صاحب گل نامی جو انگریزوں کو پشتو بولنا سیکھاتا تھا۔ تاکہ وہ پشتو زبان میں پشتو لب و لہجہ میں بول سکیں۔ ملک محمد ایوب خان سے میں مشن کالج میں واقف ہو چکا تھا۔ اور وہ بھی میرے ذریعہ 1910ء سے احمدیت سے واقف ہو چکے تھے۔

ایک دن دسمبر 1911ء میں حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کے مردانہ مکان میں ظہر کے قریب ہم چند دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اتوار کا دن تھا کہ اتنے میں ملک ایوب خان اور استاد صاحب گل تشریف لائے۔ ملک صاحب نے خاکسار سے کہا آج میرے ساتھی استاد صاحب کو تبلیغ کریں۔ وہ ان کو ہمارے پاس چھوڑ کر خود بازار کسی کام کے لئے چلے گئے۔ اور ہم استاد صاحب کو تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ اور احمدیت کے عقائد، تعلیم و دلائل سمجھائے۔ اور استاد خاموشی سے سُنتے رہے۔

استاد صاحب ایک صالح دیندار، سمجھدار، اور کم گو انسان تھے۔ ملک محمد ایوب خان صاحب سے بھی احمدیت کی باتیں سُن چکے تھے۔ جب عصر کا وقت آیا تو استاد صاحب کی درخواست پر اُن کی بیعت کا خط 1912ء میں خلیفۃ المسیح کو لکھ دیا مگر ابھی ڈاک میں نہ ڈالا تھا کہ ملک محمد ایوب خان صاحب بازار سے واپس آ گئے۔ اور آتے ہی دریافت کیا کہ اُستاد صاحب کہاں پہنچے؟ خاکسار نے کہا کہ انہوں نے تو بیعت کا خط لکھ دیا ہے۔ ملک صاحب

کھلکھلا کر ہنسے کہ وہ مجھے سے بھی سبقت لے گئے۔جلدی کرو میری بیعت کا خط بھی لکھ دو تا کہ ہم دونوں کے خطوط قادیان میں یکساں پہنچیں۔

چنانچہ ملک محمد ایوب خان کا خط بھی خاکسار نے لکھ دیا۔اوراس طرح ''موضع شیخ محمدی'' میں ملک محمد ایوب خان اوراستادگل احمدی اول المبائعین ہوئے۔دیکھواخبار بدر قادیان 4 جنوری1912 جس میں ان کے نام شائع ہوئے۔

ملک محمد ایوب خان اپنے گاؤں میں صاحب جائیداد تھے۔اور دونمبرداریاں رکھتے تھے۔عربی، فارسی اردو انگریزی میں خاص دسترس حاصل تھی۔مطالعہ وسیع تھا۔پشتو مادری زبان تھی۔پشتو کے شاعر بھی تھے۔گفتگو میں حاضر جواب تھے۔لسّان اور چست و چالاک تھے۔احباب کا حلقہ وسیع تھا۔اور حاسدوں کے لئے حسد کرنے کا سب سامان موجود تھا۔

ملک محمد ایوب خان کے رشتہ داروں میں ایک نوجوان عبدالاحمد جو پشتو پڑھ سکتا تھا۔ میری کتابیں پڑھ کر 1912ء میں احمد ہوا۔اب بھی موجود ہے۔بہت معمر ہے ڈاکخانہ میں پوسٹ مین تھا۔

استادگل کا بھائی احمد گل صاحب کو بھی خاکسار نے تبلیغ کی اوراس نے بیعت کی مگر غیر مبائعین سے الگ نہ ہوا۔اس کے تین بیٹے موجود ہیں۔ماسٹر محمود احمد اس کے دو چھوٹے بھائی احمد گل صاحب چند سال ہوئے فوت ہو گیا۔

ملک عبدالرؤف خان جو ملک محمد ایوب خان کا بڑا بیٹا تھا۔اور قادیان میں کچھ عرصہ تعلیم پا چکا تھا۔اُس نے بھی خلیفہ اوّل سے بیعت احمدیت کی تھی۔دیکھو اخبار بدر قادیان 4 جنوری1912ء

یہ نوجوان جس کی تازہ شادی ہوئی تھی اپنے والد کی وفات کے بعد نمبرداری کی وجہ سے اپنے گھر میں اُجرتی قاتلوں کے ذریعہ جوانی میں رات کے وقت 18 جون 1925ء کو شہید

کیا گیا۔اس کی بیوی اور ایک بچہ جمرود جا کر رہے۔ وہاں وہ لڑکا بالغ ہوا۔اور پنے گاؤں میں آیا اپنا حق نمبرداری طلب کیا۔مگر جلد جوانمرگ فوت ہوا۔

اختلاف سلسلہ کے واقع ہونے پر حضرت مولوی غلام حسن خان کی وجہ سے ''شیخ محمدی'' کے احمدی بھی غیر مبائع رہ گئے مگر خاکسار ان لوگوں کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔

23 مارچ 1922ء کو بوقت عصر بازار قصہ خوانی میں کتب فروشوں کی دوکان کے پاس جب کہ میں دفتر سے آ رہا تھا۔ ملک محمد ایوب خان سے ملاقات ہوئی۔ تپاک سے گلے ملے۔اور کوچہ گل بادشاہ میں مسجد احمدیہ کی تعمیر پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔خاکسار نے عرض کیا کہ آج رات میرے پاس مہمان رہو۔مگر بڑے الحاح سے اجازت چاہی اور کسی دوسرے دن پر شب باشی کا وعدہ کیا۔ پشاور شہر سے صدر بازار گئے۔ وہاں وقت زیادہ خرچ ہوا۔ شام کے قریب موضع کگادلہ پہنچے ایک پانی کا نالہ پر وضوع کیا۔اور نمازِ شام ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک غدار شخص دوست بن کر پاس آیا اور کچھ مقدمات کے کاغذات دکھا کر باتوں میں لگایا اور گاؤں کی طرف پیادہ پا چلنے لگے۔ یہ شخص بائیں طرف ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔جس طرف ملک صاحب کا پستول لٹک رہا تھا۔اور دائیں ہاتھ میں سائیکل تھامے ہوئے تھا۔اور بائیں ہاتھ میں کاغذات تھے۔ اتنے میں پشاور کوہاٹ روڈ چھوڑ کر جب گاؤں کی طرف رُخ کیا تو قریب کے ایک کھیت سے چلا ملّاں ''خوست'' کے رہنے والے چادریں اوڑھے ہوئے نکل آئے۔ ان میں سے ایک کا نام یوسف تھا۔اور دوسرے کا نام خپستہ باقی دو کے نام معلوم نہیں۔ یہ اُجرتی قاتل تھے۔ جو شخص بائیں جانب تھا اس نے پستول پر قبضہ کر لیا۔ اور دائیں طرسے چاروں قاتل حملہ آور ہوئے۔ ان کے پاس خنجر تھے۔سب گھتم گتھا کر گر گئے۔ اور قاتلوں نے گلے پر چھری پھیر دی۔ اگر کسی نے دور سے دیکھا بھی تو مدد کے لئے نہ آئے۔ دوسرے دن صبح کسی نے دیکھا کہ محمد ایوب خان کی

نعش میدان میں پڑی ہے۔ ایک طرف سائیکل پڑی ہے پستول اور لنگی کلاہ قاتل لے گئے۔ اس طرح حاسدوں نے اجرتی قاتلوں کے ذریعہ ملک صاحب کو شہید کر دیا۔
تاریخ وفات 23 مارچ 1922ء

ملک محمد ایوب خان کے قاتل وقتاً فوقتاً گرفتار ہوئے۔ اور اپنے جُرم کی سزا بھگت چکے۔

ملک نور احمد خان

خلافت ثانیہ کے زمانہ میں ملک سید احمد خان کا ایک فرزند ملک نور احمد خان جو غیر مبائع تھا۔ خاکسار کی تحریک سے خلافت ثانیہ سے وابستہ ہوا۔ اس کے بعد ملک عبد الغنی خان اور ان کے قریبی رشتہ دار احمدی ہو گئے۔ اور پھر استاد گل نے بھی تحریری بیعت خلافت کی۔

اس گاؤں میں خاکسار اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب گجراتی، مکرم مولوی عبد الکریم صاحب اور بابو شمس الدین صاحب نے وقتاً فوقتاً آنا جانا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں ملک عبد القیوم خان صاحب نمبردار خلف ملک محمد ایوب خان مرحوم اور کئی افراد نے خلیفہ ثانی سے بیعت کی۔ اور وہاں ایک جماعت قائم ہو گئی۔ ہمارے قبضہ میں ملک نور احمد صاحب کی مختصر سی مسجد بھی آئی۔ اور مسجد کے پاس ہی ملک عبد القیوم خان کا پختہ حجرہ ہے۔ جہاں مہمان قیام کرتے ہیں۔ ملک نور احمد صاحب کا بیٹا منیر احمد مخلص احمدی ہے۔ اور عبد القیوم خان کے لڑکے بھی قریباً سب جوان اور با اخلاص ہیں۔ کچھ تھوڑے عرصہ سے جلال خان نے بھی احمدیت کی بیعت کی ہے۔ جماعت کے صدر عبد الغنی خان صاحب ہیں۔ جو ایک غیور اور جرّی افغان ہیں۔

استاد صاحب گل بیمار ہو کر دس ذی الحجہ 1365 ہجری مطابق 5 نومبر 1944ء فوت ہو گئے۔

ان کے دولڑکے تھے۔ جن میں سے بڑا لڑکا ہارون فوت ہو چکا ہے۔ اور چھوٹا فردوس خان زندہ ہے۔ جو غیر مبائع افراد کا صدر ہے۔ اس گاؤں میں چند نو عمر لڑکے غیر مبائع باقی ہیں۔ جنہوں نے ایک مسجد علیحدہ تعمیر کر رکھی ہے۔

ملک نور احمد خان صاحب 13 جون 1956ء کو ''دمہ'' کی بیماری سے فوت ہو گئے۔ خدا تعالیٰ مغفرت کرے۔ بہت جوانمرد اور دیندار شخص تھے۔

11۔موضع بازید خیل

اس گاؤں کا ایک حصہ عیدگاہ کہلاتا ہے۔ جہاں صاحبزادوں کا خاندان رہتا ہے۔ ان کے بزرگ اکثر عالم گزرے ہیں۔ اور دور دور سے لوگ تحصیل علم کے لئے یہاں آتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ عبد الطیف شہید آف خوست ایام طالب علمی میں عیدگاہ میں رہ چکے تھے۔ گردونواح کے دیہات کے لوگ بھی اس خاندان کی عزیت کرتے ہیں۔

1912ء میں ایک دن عبد الرحیم جان خلف حضرت مولانا غلام حسن نے بازار سے آکر کوچہ گلبادشاہ میں خاکسار کو اطلاع دی کہ جہانگیر پورہ چوک میں ڈاکٹر حاجی محمد دین صاحب ساکن کھاریاں کی دوکان پر ایک نوجوان افغان تشریف فرما ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے حال ہی میں احمدیت کی بیعت کی ہے۔ خاکسار اسی وقت ڈاکٹر صاحب کی دوکان پر گیا۔ اور وہاں پر'' بازید خیل'' عیدگاہ کے صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کو بٹھایا۔ اس وقت اُن کی عمر کوئی 32-30 سال نظر آتی تھے۔ عندالملاقات معلوم ہوا کہ وہ دہلی اور لکھنؤ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اور اپنے ایک دوست ملک صندل خان ساکن سفید ڈھیری کے ساتھ قادیان گئے تھے۔ صندل خان بیمار تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے پاس بغرض علاج گیا تھا۔

بدوران قیام ملک صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح سے بیعت احمدیت کی ہے۔صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کی وطن واپسی پر صاحبزادہ حبیب الرحمٰن اور صاحبزادہ خلیل الرحمٰن جو صاحبزادہ صاحب کے بھائی تھے۔احمدیت قبول کی صاحبزادہ حبیب الرحمٰن 1914ء میں فوت ہو گئے۔اور صاحبزادہ خلیل الرحمٰن کوئی تیس سال حبیب الرحمٰن کے بعد زندہ رہا۔22 فروری 1944ء کو فوت ہوئے۔انہوں نے خلیفۃ المسیح ثانی سے بیعت خلافت کی۔ان کے کئی بچے ہیں۔اس گاؤں کے لوگوں نے عام طور پر خلیفہ ثانی سے بیعت نہ کی تھی۔مولوی محمد علی صاحب نے صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کو اپنے مبلغین میں شامل کر لیا تھا۔ان خاندان میں صاحبزادہ علی اکبر خان اور کچھ اور افراد نے بھی مولوی محمد علی صاحب سے بیعت کی تھی وہ اب بھی غیر مبائعین ہیں۔

ایک غریب شخص سید امیر جو بہادر اور نڈر تھا۔اس نے ''بازید خیل'' میں احمدیت قبول کی۔اس کا سارا خاندان مبائع احمدی ہے۔اس نے 1940ء میں بیعت خلافت کی۔یہ شخص عجائب گھر پشاور میں چوکیدار تھا۔اس کے تین لڑکے ہیں۔لال میر۔باز میر۔محمد میر ہیں۔

بابا سید امیر کوئی 90 سال کا ہو کر 1958ء میں بیمار ہو کر فوت ہوا۔اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔اور جنت نصیب کرے۔

حاجی سیف الرحیم صاحب معروف ''بے مثال خان'' ساکن چارسدّہ جو 1912ء میں احمدی ہوئے تھے۔دوسری شادی صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کی چچا زاد لڑکی سے کی تھی۔وہ یہیں آباد ہوئے۔اب معمر ہیں۔اور گردوں کی تکلیف سے بیمار ہیں۔یہ غریب الطبع کم گو اور نیک فطرت انسان ہیں۔

1940ء میں جب حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب نے خاکسار کی تحریک

سے قادیان جا کر حضرت خلیفہ ثانی سے تجدید بیعت کی تو اس کے بعد چچا سید امیر صاحبزادہ سیف الرحمٰن نے بھی تجدید بیعت خلافت کی۔اس گاؤں میں مبائعین کے پاس الگ مسجد اور حجرہ ہے۔اور غیر مبائعین کے پاس بھی الگ حجرہ مسجد ہے۔ایک جائیداد جو صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کے لاولد خسر اور چچا کی ہے۔کی وراثت پر ورثاء میں ناراضگی اور انتشار ہے۔کاش شریعت قرآنیہ کی روشے تقسیم ہو کر ہر حقدار کو اس کا حق مل جاتا۔تو یہ بے انصافی اور کدورتیں نہ ہوتیں۔اے کاش دین کو دنیا پر مقدم کیا جاتا تو احمدیت کی ترقی میں روک پیدا نہ ہوتی۔دنیا کی محبت فسادات کی جڑھ ہے۔حب الدنیا راس کل خطیئة

12۔موضع سر بند

یہ موضع پشاور سے علم گذر روڈ پر دس میل کے فاصلہ پر خیبر ایجنسی کے سرحد پر واقع ہے۔ یہاں کی قاضی محمد یونس صاحب اور آدم پور صاحب آفریدی کو احمدیت سے واقفیت تھی مگر انہوں نے بیعت نہ کی تھی۔قاضی صاحب معمر تھے۔فوت ہو گئے۔مگر ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس گاؤں کا ایک نوجوان محمد سرور خان نامی 1957ء میں نعم البدل عطا کیا۔اس نوجوان کو جماعت احمدیہ'' اچینی پایان'' نے تحریک احمدیت کی۔اور یہ نوجوان بڑی جرأت کر کے احمدی ہوا۔تنگ پسند ملاؤں نے حسب عادت شر کا میدان گرم کیا۔اور جبر کا ہر ایک ہتھیار استعمال کیا۔اور اس نوجوان کو ارتداد پر مجبور کیا۔اور آیت **أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ** کا نظارہ قائم کیا۔لیکن اس کی استقامت اور استقلال میں فرق نہ آیا۔عہد بیعت پر قائم رہا۔اور دوکان بجائے سر بند کے سفید ڈھیری منتقل کر دی۔میڈیکل پریکٹس کر رہا ہے۔اور خدمت خلق بجالا رہے۔ہے۔خدا کرے اس کا وجود دوسروں کے لئے نافع ہو۔خود بھی مستقیم الاحوال رہے۔

فصل چہارم

دیہات تحصیل ہشت نگر ضلع پشاور

ہشت نگر کے منعی سنسکرت میں آٹھ گاؤں کے ہیں۔ یہ گاؤں قریباً سب کے سب دریائے ''سوات'' کے کنارے پشاور سے شمال کو واقع ہیں۔

(1) موضع تنگی (2) موضع عمرزئی (3) موضع شیر پاؤ (4) موضع ترنگزئی (5) موضع اتمان زئی (6) موضع رجڑ (7) چارسدہ (8) پڑانگ۔ مگر اب نستہ۔ درگئی اور سرڈھیری بھی شامل ہے۔

(1) موضع تنگی

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم نے اپنی کتاب سیرت المہدی روایت نمبر 309 میں بروایت حضرت سراج الحق صاحب سرساویؓ لکھا ہے کہ

ایک بزرگ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب رضی اللہ عنہ حضرت احمد علیہ السلام کی ملاقات کے لئے آئے تھے۔ اور 31 مارچ 1898ء کو بیعت کی۔ حضرت اقدس نے ان کو بیعت لینے کی بھی اجازت دی۔ حضرت پیر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ ''خوست'' علاقہ افغانستان کے تھے مگر شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم کہتے ہیں کہ وہ موضع ''تنگی''، ضلع پشاور کا باشندہ تھا۔ مگر ہمیں آج تک پتہ نہیں لگا کہ تحصیل ہشت نگر میں کبھی اس نام کا کوئی شخص گذرا ہے۔ ہمارا اتفاق حضرت پیر صاحب کے ساتھ ہے۔ البتہ (1) حضرت مولوی احمد جو ایک عالم، متقی اور پشتو کے شاعر گذرے ہیں اور پشتو زبان کے ادیب

بھی۔کلید افغانی میں گنج پشتو کا حصہ اور خطوط بزبان افغانی انہی کی تصنیف ہے۔ یہ صاحب حضرت سید امیر ساکن کوٹھہ کے مخلص مرید تھے۔اور جب حضرت احمد علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کا اعلان کیا تو حضرت مولوی احمد نے اپنے پیر کوٹھہ والے کے ظہورِ مہدی کی پیشگوئی کی عملی تصدیق کے لئے حضرت احمد علیہ السلام کی بیعت کی۔

پشتو زبان کے مصنف کپتان ''راوڑٹی'' نے حضرت مولوی محمد کو اپنی تصانیف کے لئے اپنا استاد مقرر کیا۔آپ 1901ء کے قریب فوت ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ۔

(2) حضرت مولوی احمد کا خلف الرشید مولوی عبد الرحمٰن صاحب مرحوم 1916ء کے قریب پشاور تشریف لائے۔ خاکسار سے ملاقات کی اور بالا خانہ انجمن احمدیہ میں جو بازار جہانگیر پورہ میں واقع تھا۔ ہمارے پاس مہمان رہے۔ انہوں نے بھی حضرت احمد علیہ السلام کی صداقت کی تصدیق کی اس کے بعد وہ جلد فوت ہو گئے۔

(2) موضع تالاشاہ

موضع تالاشاہ قصبہ ''شیر پاؤ'' کا ''بانڈہ'' ہے۔ یہاں (3) حکیم عبدالاکبر صاحب احمدی رہتے تھے۔ جو چند دفعہ 1915ء اور اس کے بعد ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے 1916ء کے قریب بیعت کی تھی۔مولوی عبد الرحمٰن صاحب انہیں حکیم صاحب کے ساتھ پشاور تشریف لائے تھے۔اور یہی ان کے رہبر بنے تھے۔حکیم عبدالاکبر کبھی کبھی ملنے آتے رہتے۔ جب تک بقید حیات تھے۔ان کی عمر کوئی 50 سال ہوگی جب کہ وہ فوت ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت کرے۔اور اپنا قرب نصیب کرے۔

(3) موضع ترنگزئی

یہ موضع چارسدّہ سے 5 میل شمال کو واقع ہے۔گذشتہ صدی میں یہاں ملک معظم دین صاحب ایک معزز محمدزئی افغان تھے۔ان کے دو فرزند تھے۔(1) ملک مدار شاہ اور ملک عادل شاہ۔مگر ملک عادل شاہ اپنے بڑے بھائی سے چھ ماہ چھوٹا تھا۔

ملک مدار شاہ ایک قدآور اور بارعب انسان تھا۔تعلیم معمولی تھی مگر قابل اور ہوشیار شخص تھا۔خوش اخلاق اور لطیفہ گو تھا۔مخالفوں کو مسکت جواب دیا کرتا تھا۔چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک پادری کے ساتھ مردان سے چارسدّہ ایک ٹانگہ میں ہمسفر تھے۔پادری نے موقع جان کر مسیحیت کی تبلیغ شروع کر دی۔آپ نے پادری صاحب سے کہا کہ کیا واقعی حضرت عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔پادری نے کہا ہاں۔ملک صاحب نے کہا کیا مریم خدا تعالیٰ کی منکوحہ بیوی تھے یا نہ۔اگر نہیں تھی اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ پہلے یوسف نجار کے نکاح میں تھی۔تو خدا تعالیٰ نے حضرت مریم کو کس طرح اپنی بیوی بنا لیا۔کیا یوسف نجار مر چکا تھا۔؟ اور حضرت مریم بیوہ ہو چکی تھی؟ یا یوسف نجار نے طلاق دے دی تھی۔اور حضرت مریم مطلقہ تھی۔یا جیسے کے عام طور پر لوگ اغوا کر لیتے ہیں خدا تعالیٰ نے بھی بالجبر یوسف کی منکوحہ کو اغوا کر لیا تھا۔آخر وہ کیسے خدا کے ہاتھ آئی؟ پادری صاحب ملک صاحب کی طرف دیکھ کر کہنے لگے آپ قادیانی معلوم ہوتے ہیں۔مَیں آپ سے اور گفتگو نہیں کروں گا۔

ملک عادل شاہ آپ ایک معزز اور متین شخص تھے۔اہل حدیث خیالات کے تھے۔ذی علم تھے۔قرآن شریف اور حدیث سے واقف تھے۔گاؤں کے پرہ جنبہ میں حصہ دار تھے۔اس گاؤں میں ملک مدد خان، ملک سید احمد خان اور ملک عادل شاہ اپنے اپنے جھتوں کے لیڈر تھے۔کبھی عادل شاہ ملک مدد خان کا ساتھی ہوتا اور کبھی ملک سید احمد کا۔اکثر

مقدمات میں اوقات بسر ہوتے تھے۔

محترم صاحبزارہ فضل حق صاحب ساکن ''اکبر پورہ'' جو اہلحدیث تھے اور لللہ احمدیت کی تبلیغ کرتے۔ ملک عادل شاہ صاحب سے ملاقات تھی۔ ان کی تحریک سے حضرت احمد کے دعویٰ و دلائل سے واقف ہوئے اور احمدیت قبول کی۔ دیکھو اخبار الحکم قادیان مورخہ 8 فروری 1901ء ملک مدار شاہ نے اپنے بھائی کی تحریک سے بیعت کی۔

1907ء میں جب فنانشل کمشنر پنجاب دورے پر قادیان آیا تھا۔ اور حضرت احمد علیہ السلام کی طرف سے جن رؤسا اور معززین نے خوش آمدید کہا۔ ان میں سرحد کی طرف سے یہ دونوں بھائی شامل تھے۔ یہ دونوں بھائی قدآور قوی ہیکل اور مضبوط تھے۔ بالخصوص ملک مدار شاہ کی موٹی اور سرخ آنکھیں تہمتن وجود اور موسم سرما میں قدآدم پوشتین میں ملبوس سر پر سفید مختصر سی پگڑی۔ سیدھی قامت باوقات رفتار قابل دید تھی۔ قدرت نے انسانوں میں سے ایک پُررعب شیر بنا رکھا تھا۔ مگر حضرت احمد کی بیعت نے حلیم الطبع، خندہ رُو اور بھیڑ کر دیا تھا۔ ملک مدار شاہ نے آخری عمر میں کشتہ استعمال کیا۔ جس کے اثر سے فالج ہوا۔ اور قریباً 75 سال کی عمر میں 10 محترم الحرام 1343 ہجری مطابق جولائی 1924ء ہو گئے ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

بزمانہ حضرت نورالدین اور خلافت ثانیہ خلافت سے وابستہ رہے۔ ملک مدار شاہ صاحب کے دو فرزند تھے۔ الحاج محمد اکبر خان عرف شاہ جی اور سعد اللہ خان صاحب۔ شاہ جی خان بارعب، دیندار، خوش طبع، بامذاق، صالح اور غیور انسان تھے۔ وسیع حلقہ احباب تھا۔ اور مہمان نواز تھے۔ آپ نے 1949ء میں حج بیت اللہ کیا۔ اس کے بعد بلڈ پریشر کی بیماری لاحق ہو ئی۔ آپ کی یادگار دو بیٹے تھے۔ جن میں سے بشیر احمد جو ربوہ میں زیر تعلیم تھا۔ 1949ء میں جوانمرگ فوت ہوا۔ دوسرا فرزند فضل اکبر ہے۔ جو اعمال صالحہ میں پیش پیش ہے۔

بدصحبتی سے اپنی صحت دولت اور ایمان کا دشمن ہے۔خدا تعالیٰ اس کی اصلاح کرے۔اس کا اثر شاہ جی پر پڑا۔وہ بھی بیمار ہو گیا اور وقتاً فوقتاً علاج کراتا رہا۔بالآخر''لیڈی رنگ ہسپتال'' پشاور جہاں زیرِ علاج تھا۔9 ستمبر 1956ء کو فوت ہوا۔اور''ترنگزئی''میں سپرد خاک ہوا۔ اب اس گھر کا بڑا اسعد اللہ خان خلف مدار شاہ صاحب ہے۔

ملک عادل شاہ صاحب قریباً 80 سال تک زندہ رہے۔مگر ضعیف ہو چکے تھے۔27 نومبر 1948ء کو فوت ہوئے۔ان کی یادگار دو فرزند ہیں۔ملک محمد عمر خان اور میر اکبر خان۔دونوں صاحب اولاد ہیں۔ملک محمد عمر خان''ترنگ زئی''میں رہتے ہیں۔اور میر اکبر خان اپنے''بانڈہ''غزگی میں۔میر اکبر خان کو بھی تو بلڈ پریشر کی بیماری لاحق ہے۔خدا تعالیٰ صحت دے اور عمر دراز کرے۔

ایک افسوس ناک واقعہ

ملک مدد خان کسی وجہ سے ملک عادل شاہ کے فرزند محمد عمر خان کو قتل کرانا چاہتا تھا۔اس نے چمنے نامی ایک مشہور ڈاکو کو کہا کہ مدد خان اس کو اپنی لڑکی دے دے گا۔اگر وہ ملک عادل شاہ کا لڑکا قتل کر دے۔چمنے نے منظور کر لیا۔اور اپنے دو مددگار ڈاکو''نوروز''اور ''غیرت''کو بھیجا کہ موضع غزگی میں آئے۔تو وہاں محمد عمر خان نہ تھا بلکہ اس کے بھائی عبد الغفور خان کو 14 مارچ 1934 میں قتل کر دیا۔اور اسی رات مدد خان کو موضع جلّو میں آگاہ کر دیا۔صبح ہوتے ہی مدد خان چاول اور گھی اور تین صد روپیہ لے کر ترنگزئی آیا۔ملک عادل شاہ سے اظہار ہمدردی کی اور کہا کہ قتل ملک سلطان محمد خلف ملک سید احمد خان نے کرایا ہے۔آپ ان پر دعویٰ کریں مدد خان نے اس طرح ایک پنتھ سے دو کاج پر عمل کیا۔دوستی کے لباس میں عبد الغفور خان کو قتل کرایا اور ملک عادل شاہ کو نقصان پہنچایا اب سلطان محمد خان

پر جھوٹا دعویٰ قتل کا کرانا چاہا۔مگر ملک عادل شاہ صاحب نے صبر سے کام لیااور خاموش ہو رہا۔

نروز اور غیرت کو کسی شخص نے اُجرتی قاتل بنا کر ''اتمانی زئی'' آنے کی دعوت دی۔اور ایک بالا خانہ میں ان کو ٹھہرایا۔اتنے میں پولس کو اطلاع ہوگئ۔پولس نے وہ بالا خانہ گھیر لیا۔ دونوں ڈاکو گرفتار کر لئے۔حکومت نے 14 مارچ 1935ء کو پھانسی چڑھادئے۔

چند دن بعد مسمات جرمنی جو چمنے ڈاکو کو مدد خان نے بطور انعام نکاح میں دی تھی مرض سل میں بیمار ہو کر مرگئی۔چمنے ڈاکو کو کوئی شخص علاقہ غیر سے اُجرتی قاتل بنا کر لا یا اور موضع ''سنڈھ سر'' کی ایک مسجد میں شب باش ہوئے۔اور رات کے وقت جب کے چمنے سویا ہوا تھا۔اس کو ذبح کر دیا گیا۔کچھ دن بعد چمنے کا بیٹا بھی مارا گیا۔

مدد خان اور اس کا بیٹا فضل الرحمٰن ''جلو'' سے موضع ترنگ زئی آرہے تھے۔راستہ میں ملک عادل شاہ کے خاندان کے بچے شکار کر رہے تھے جب انہوں نے مدد خان اور اُس کے بیٹے کو آتے دیکھا تو ان کی رگوں میں خون نے جوش مار۔اباپ اور بیٹا دونوں کو قتل کر دیا۔مدد خان کو اپنے سیاہ کردار کا بُرا پھل ملا۔اور عبد الغفور شہید کا خون رنگ لایا۔اور کئی جانیں ضائع ہوئیں۔

ملک خداداد خان

یہ ملک صاحب موضع ترنگ زئی کے نمبردار تھے۔خوش پوش،علم دوست،شریف النفس اور بے آزار انسان تھے۔ملک عادل شاہ کی صحبت سے 1921ء میں احمدی ہوئے 1928ء کے قریب جب ڈاکٹر فتح دین صاحب ''ایجٹن ہسپتال'' پشاور میں کام کرتے تھے۔ملک خداداد خان صاحب کے کان میں تکلیف ہوئی ڈاکٹر فتح دین صاحب نے ان کے کان میں دوائی ڈالی مگر ملک صاحب بیہوش ہو گئے اور اسی بیہوشی میں ختم ہو گئے۔خدا

تعالیٰ مغفرت کرے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اس کی یادگار اس کا ایک اکلوتا بیٹا شیر افضل خان ہے جس نے کئی بیویاں کیں۔ کثیر الاولاد ہے۔ مگر دین سے کوئی تعلق نہیں۔

سید حسن ولد محمد سلیم خان نے موضع ترنگ رائی میں ملک عادل شاہ صاحب کی تحریک سے بیعت کی۔ 26 دسمبر 1907ء میں اور اس کا بیٹا شاہ صنم بھی احمدی ہوا تھا۔ مزید حالات کی خبر نہیں۔

4۔موضع چارسدّہ

چارسدہ تحصیل ہشت نگر کا صدر مقام ہے۔ یہاں ایک آبادی ''قاضی خیل جدید'' کہلاتی ہے۔ خاندان میاں نگان میں سے جو یہاں آباد ہیں۔ حضرت مولوی محمد الیاس صاحب ساکن چارسدّہ کی تحریک سے خلیفہ اوّل کے زمانہ میں میاں محمد زمان خان صاحب بی اے نے 1912ء میں احمدیت کی بیعت کی۔ ان میاں صاحب کی زمیندارہ منڈی تھی۔ جن میں کئی ملازم افراد نے بیعت کر لی تھی۔ مگر 14 مارچ 1914ء میں اختلاف سلسلہ واقع ہو جانے پر یہ لوگ قادیان سے منحرف ہوئے۔ میاں محمد زمان خان جو حاجی صاحب ترنگ زئی کے تشدّد کے زمانے میں احمدیت پر ڈٹے رہے۔ مگر اب اپنے خاندان کے ڈر سے مولوی محمد علی صاحب کے ساتھی بن گئے۔ اور حضرت احمد علیہ السلام کی نبوت اور خلافتِ احمدیہ کی وابستگی سے ہٹ گئے اور احمدیت کی گرفت ڈھیلی کر دی اور احمدیت کا جوش ختم ہو گیا۔ نہ تو صاف انکار ہے اور نہ پُورا اقرار۔ خاموشی میں زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔

انہی ایام میں یعنی 1912 میں پراچہ قوم کے تین بھائی حاجی فضل الرحیم صاحب اور حاجی سیف الرحیم صاحب عرف مثال خان اور سیف الرحمٰن احمدی ہوئے مگر اختلافِ سلسلہ واقع ہونے پر غیر مبائع رہے۔ حاجی فضل الرحیم صاحب نے فوت ہونے سے پہلے

میرے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے بیعتِ خلافت کر لی تھی۔ اور حاجی سیف الرحیم صاحب 1912ء میں چارسدّہ چھوڑ کر کوچہ گل بادشاہ شہر پشاور میں آرہے۔ اور پہلی بیوی کی زندگی تک یہیں رہے۔ جب یہ بیوی فوت ہوگئی۔ جس کی یادگار عبدالحلیم خان بی۔ اے انسپکٹر ڈاکخانہ جات ہے تو حاجی سیف الرحیم نے موضع ''بازید خیل'' میں صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کی سالی سے شادی کی ۔ اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اس بیوی سے ان کے تین فرزند ہیں۔ (1) عبدالودود (2) عبدالرؤف (3) عبدالمجید۔ ان میں سے جو بڑا ہے۔ وہ صاحب اولاد ہے۔ مثال خان میرے پاس کچھ عرصہ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھتے رہے۔ ایک غریب الطبع، ملنسار اور مہمان نواز شخص ہے۔ اس کو خاکسار سے اور خاکسار کو اس سے اُنس ہے۔ ان کے منہ سے خاکسار نے کبھی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے خلاف بے ادبی کی بات نہیں سنی۔ اور نہ وہ دوسرے غیر مبائعین کی طرح منہ پھٹ ہے۔ اس وقت ان کی عمر 80 سال کے قریب ہوگی ضعیف ہے۔ گردہ کے درد سے تکلیف ہے۔ خدا تعالیٰ صحت دے اور عاقبت بخیر کرے۔

سیف الرحمٰن صاحب چارسدّہ سے پشاور صدر آرہے۔ یہاں تجارت کرتے تھے۔ اب چند سال سے فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے صاحبزادے اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ یہ خاندان تجارت پیشہ اور کاروباری ہے۔

حضرت مولوی محمد الیاس

آپ کے والد کا نام حاجی عبداللہ تھا۔ چارسدّہ میں رہتے تھے۔ اُن کے والد کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے مولوی رحمٰن الدین صاحب اہل قرآن اور حضرت مولوی محمد الیاس نرینہ فرزند تھے۔ مولوی رحمٰن الدین صاحب 1910ء سے پہلے بلوچستان جارہے

تھے۔اور ''پشین'' میں رہتے تھے۔ایک عالم شخص تھے۔اور عرائض نویس تھے۔اب بھی خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔حضرت مولوی محمد الیاس صاحب نے مڈل کا امتحان پاس کیا تحصیل علم دین کی نارمل سکول میں ٹریننگ حاصل کی۔محکمہ تعلیم سرحد میں مدرس مقرر ہوئے۔1906ء میں موضع اسماعیلہ میں مدرس تھے۔آپ ایک قوی ہیکل شخص تھے۔گولہ سب سے دور پھینکتے تھے۔رسہ کشی میں جس طرف آپ ہوتے وہی ٹیم جیتتی۔خانزادہ امیر اللہ خان ساکن اسماعیلہ نے احمدیت کی کتابیں پڑھنے کو دیں۔ایک عرصہ تک مطالعہ کتب جاری رکھا۔1911ء کے قریب چارسدّہ میں احمدیت قبول کی۔حاجی فضل واحد معروف بہ حاجی ترنگ زئی نے مخالفت شروع کی۔چارسدّہ کا کتب فروش ملا محمود مشہور بہ اخی مقامی مخالف تھا۔اور لوگوں کو ان کے خلاف اکساتا۔جب مولوی رحمٰن الدین صاحب کو پتہ لگا تو انہوں نے بلوچستان بلوالیا۔وہاں ''مستون'' میں قیام کیا۔اور عرصہ دراز تک عرضی نویسی کرتے رہے۔نواب قلات اور سرداران بلوچستان اور مقامی افسر آپ کی بڑی عزت کرتے تھے آپ وہاں کھلی تبلیغ کیا کرتے تھے۔

آپ نے شادی چارسدّہ میں کی تھی اور آپ کی بیوی صاحبہ مخلص احمدی تھی۔نماز اور تہجد کی پابندی تھی۔آپ کے چھ نرینہ فرزند اور چھ لڑکیاں تولد ہوئیں۔فرزندوں کے نام یہ ہیں۔

(1) ماسٹر عبدالحئی خان جو ایف اے پاس جے اے وی تھے۔(2) عبدالقیوم خان جو اسلامیہ کالج پشاور سے بی۔ایس۔سی۔پاس کر چکے تھے۔(3) عبدالجلیل خان جو اسلامیہ کالج پشاور کے بی اے تھے۔(4) عبدالسلام خان جو میٹرک پاس ہیں محکمہ برق سرحد میں سینئر کلرک ہیں اور سول کواٹر پشاور میں رہتے ہیں (5) عبدالقدوس خان جو میٹرک پاس ہیں اور سالہا سال سے گوادر میں پوسٹ ماسٹر رہے ہیں آج کل ضلع پشاور

میں پوسٹ ماسٹر ہیں۔(6) عبدالرحمٰن خان جو قریباً 12 سال کی عمر میں 1934ء کے زلزلہ میں فوت ہوا۔

عبدالقیوم خان مرضِ سل سے بیمار ہوکر کوئٹہ میں 1934ء میں فوت ہوا۔ بعد میں عبد الجلیل خان اس سے متاثر ہوکر مرضِ سل سے بیمار ہوا۔ 1936ء کے قریب چارسدّہ میں فوت ہوا۔ ماسٹر عبدالحیّٔ بھی عبدالجلیل کی بیماری سے متاثر ہوکر 1938ء کے قریب فوت ہوئے۔ اس کی یادگار ایک لڑکی اور ایک لڑکا عبدالعزیز ہے۔

آپ کی پہلی لڑکی دانشمند خان احمدی آف ''محب باند'' کے نکاح میں ہے۔ اور دوسری لڑکی قاضی محمد یوسف صاحب کی زوجہ ثانیہ ہے۔ تیسری لڑکی عبدالرحمٰن خان بی اے والد امیر اللہ خان اسماعیلوی کی زوجہ ہے۔ چوتھی محمود احمد خان اسماعیلوی کی بیوی تھی جو نوجوان فوت ہوئی۔ اس کی یادگار ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔ پانچویں لڑکی محمد رستم خان خٹک احمدی آف جلّوزئی کے نکاح میں ہے۔ اور چھٹی لڑکی محمد ہاشم خان درّانی آف چارسدّہ کی بیوی تھی۔ جو ایک لڑکا چھوڑ کر جوان فوت ہوئی۔

حضرت مولوی صاحب اور اس کی بیوی نے چار جوان فرزندوں دو جوان لڑکیوں کی افسوسناک موت کو صابر اور شاکر ہوکر برداشت کیا۔ اور صبر جمیل پر عمل کیا۔ محترم مولوی صاحب کے ملنے والے جانتے ہیں کہ وہ کیسے خوش اخلاق خوش طبع اور عالمِ دین تھے۔ آنریری مبلغ تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اور احمدیت پر علی وجہ البصیرت قائم تھے۔ متوکل علی اللہ ہوکر ساری زندگی بسر کی۔ وہ اپنے دوستوں اور دامادوں کی عزت کرتے تھے۔ آپ قریباً 85 سال کی عمر میں خون کے دباؤ سے بیمار ہوئے۔ عیدالفطر کے تیسرے دن 1367 ہجری مطابق 9 اگست 1948ء کو اچانک فوت ہوگئے۔ آپ کا جنازہ احباب نے پڑھا۔ اور احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔ خدا تعالیٰ مغفرت کرے بڑے بے نظیر انسان تھے۔

قریباً دس سال بعد ان کی زوجہ محترمہ بیمار ہوئیں۔ 6-5 جنوری کو 1957ء میں پشاور میں فوت ہوئیں۔ اور قریباً 75 سال عمر پائی۔ اور احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئیں۔

4۔ دُرّانیاں چارسدّہ

چارسدّہ میں درّانی خاندان آباد ہے۔ بیسویں صدی 1901ء کے آغاز میں اس نے قصبہ میں تین دُرّانی بھائی گل محمد خان، ولی محمد خان صاحب اور غلام محمد خان صاحب تھے۔ یہ تینوں بھائی سر سید احمد خان صاحب کے ہم خیال تھے۔ اور علم دوست لوگ تھے ان تینوں میں سے صرف گل محمد خان کے چار فرزند تھے۔ محمد اکرم خان صاحب بی۔ اے خان صاحب فقیر محمد صاحب بی۔ اے ایک والدہ سے تھے۔ اور غلام سرور خان صاحب اور الحاج غلام صفدر خان صاحب دوسری والدہ سے تھے۔

محمد اکرم خان کو احمدیت ابتداً حضرت مولوی محمد الیاس سے پہنچی کچھ عرصہ میں غیر مبائع رہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے تجدید بیعت کی اور بڑے مخلص احمدی رہے۔ تبلیغ کا شوق تھا۔ مطالعہ کتب کا جنون تھا۔ کچھ عرصہ نائب تحصیلدار تھے۔ دفتر چیف کمشنر سرحد میں میر منشی بھی رہے۔ پھر زمینداری اختیار کی۔ اور چارسدّہ کے قریب موضع ''ڈب'' آباد کیا اور باغات لگائے۔ اور اناج اگواتے رہے۔ آپ نے محمد اکبر خان صاحب درّانی کی ہمشیرہ سے شادی کی۔ جس سے چار نرینہ فرزند پیدا ہوئے۔ (1) ڈاکٹر محمد امین خان صاحب احمدی جو بلوچستان میں محکمہ حفظان صحت میں ڈاکٹر ہیں۔ محمد ہاشم خان صاحب احمدی جو بی۔ اے تک تعلیم یافتہ ہیں۔ اور چوہدری فتح محمد صاحب سیّال کے داماد ہیں۔ ان کی پہلی زوجہ حضرت مولوی محمد الیاس صاحب کی چھوٹی لڑکی تھی۔ اور اس سے ایک بچہ محمد عالم خان ہے۔ (2) محمد حسن خان صاحب احمدی جو بی۔ اے تک تعلیم یافتہ ہے۔ اور

زمینداری کرتا ہے۔آج کل یہ دونوں بھائی ربوہ میں مقیم ہیں۔ یہ برادر دانشمند خان کا داماد ہے۔اوراس کا بھی ایک بیٹا موجود ہے۔اور چوتھا لڑکا محمد علی خان صاحب ہے جو اپنے چچا غلام سرور خاں کا داماد ہے۔اور یہ چاروں بھائی احمدی ہیں۔

محمد اکرم خان صاحب جب کہ ''دُب'' میں تھے۔کسی کے انگیخت پر ''طاہر'' نامی ایک بدمعاش سے سہ شنبہ کے دن 20 ربیع الاوّل 1369ء مطابق 10 جنوری 1950ء بندوق سے فائر کر کے شہید کر دیا۔اور قاتل گرفتا ہو کر 14 سال قید ہوا۔

خان صاحب فقیر محمد خان جو محکمہ فوائد عامہ سرحد میں سپرنٹنڈنٹ انجینئر تھے۔1934ء میں احمدی ہوئے۔آپ کا ایک ہی بیٹا تھا جو فوج میں کپتان تھا۔اور نثار احمد خان کے نام سے مشہور تھا۔یہ وزیرستان میں ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مارا گیا۔جس کا صدمہ خان صاحب کو ہوا۔اس کے دو فرزند موجود ہیں۔اب قریباً جوان ہیں اور انگلینڈ میں زیر تعلیم ہیں۔

اگست 1938ء میں خان صاحب فقیر محمد خان ڈیرہ اسماعیل خان میں متعین تھے۔ خاکسار دورہ پر ڈیرہ گیا تھا۔وہاں کی جماعت نے تعمیر مسجد احمدیہ کے واسطے زمین جستجو کی۔ خان صاحب نے میری تحریک سے مسجد کے لئے زمین پسند کرنے کے واسطے بعض مقامات دیکھے۔بلآخر بیگم شاہنواز خان صاحبہ آف لاہور کی ایک قطعہ زمین جو ٹانک روڈ اور بنوں روڈ کے مقام اتصال پر واقع تھی۔اس کا مشرقی کونہ جو اُونچا تھا۔بمقابلہ مغربی حصہ کے جو نشیب تھا۔پسند کیا۔اور بارہ کنال خرید کر جماعت کے سپرد کر دیا۔قیمت اپنے پاس سے ادا کی۔اور فرمایا کہ مبلغ دو ہزار (2000) روپیہ کے لئے تعمیر بھی دوں گا۔یہ اگست کا مہینہ تھا۔اس کے بعد بہت جلد آپ ڈیرہ سے پشاور تبدیل ہوئے۔ان دنوں وکٹوریہ میموریل ہال پشاور کی چھت زیر تعمیر تھی۔مرحوم خان صاحب بمعہ چار افراد چھت پر چڑھے وہ دیکھ بھال کر رہے تھے کہ چھت کا ایک حصہ نیچے گرا۔اور یہ چاروں اُوپر سے نیچے آ گرے۔اور

خان صاحب بمعہ اپنے ساتھیوں کے فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خان صاحب فقیر محمد خان ایک خوش طبع، بامذاق اور لطیفہ گو انسان تھے۔ اپنے فن میں ماہر تھے۔ حکومت نے خان صاحب کا خطاب دے رکھا تھا۔ خاکسار سے خاص اُنس تھا۔ اور حضرت مولوی محمد الیاس صاحب کے ساتھ ان کو قریبی تعلق تھا۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔

5۔ موضع سورخٹکی

غلام سرور خان صاحب 1912ء میں قادیان میں زیر تعلیم تھے۔ اور اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی بیعت کر چکے تھے۔ اور آغاز جوانی میں احمدی ہوئے تھے۔ غلام سرور خان صاحب اور ان کا بھائی غلام صفدر خان صاحب دونوں ''سرخٹکی'' میں رہتے ہیں۔ جو چارسدّہ سے مردان روڈ پر کوئی آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ بھی اپنی زمینداری کرتے ہیں۔ عمدہ زمیندار ہیں۔ اور اپنا گاؤں دنیوی جنت بنا رکھا ہے۔ خوش اخلاق ہیں۔ مہمان نواز ہیں اور کُھلا دستر خوان رکھتے ہیں۔ جماعت کے کاموں میں دل کھول کر حصہ لیتے ہیں۔ مرنج ومرجان ہیں۔ تبلیغ کا بھی شوق ہے۔ مگر اُن کی تبلیغ کا اثر نہ اولاد پر ہے اور نہ رشتہ داروں پر وہ اپنے گاؤں میں اکیلے احمدی ہیں۔ خدا کرے کہ ان کی اولاد صالح اور نیک ہو۔ اور ماں باپ کی فرمانبردار ہو۔ اور باعمل احمدی ثابت ہوں۔ خاکسار سے خاص اُنس کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر مجھے اُن کی بعض کوتاہیوں سے صدمہ ہے۔

موضع سرخٹکی میں احمد خان صاحب دُرّانی بھی احمدی ہیں۔ مگر افسوس کہ اُن کے تعلقات اپنے بیٹوں سے اچھے نہیں۔ اور غالباً افیون کا نشہ کرتے ہیں۔ جو آج تک ترک نہ کر سکے۔ بذریعہ غلام سرور خان احمدی ہوئے۔ بے ضرر اور خاموش انسان ہیں۔

چارسدّہ میں فتح محمد خان دُرّانی جو محمد افضل خان صاحب دُرّانی کے سوتیلے بھائی ہیں۔آپ نے محمد اکرم خان اور حضرت مولوی محمد الیاس کی تحریک سے 1944ء میں احمدیت قبول کی تھی۔

الحاج محمد علی خان صاحب دُرانی بی اے ایڈووکیٹ چارسدّہ میں رہتے ہیں۔ 1933ء میں احمدیت قبول کی۔آپ کی موضع ''ادرحمہ'' میں کاشت کی زمین ہے۔ وہاں مالک ہیں۔مگر سکونت چارسدّہ میں ہے۔نیک فطرت، صالح انسان ہیں۔اگرچہ وکالت کرتے ہیں مگر وکالت سے نفرت بھی ہے۔تجارت کے شائق ہیں۔اللہ تعالیٰ رزق حلال دے اور کسی کا محتاج نہ کرے۔خواہ زراعت سے ہو یا تجارت سے۔آپ کے پانچ نرینہ فرزند ہیں۔سب خوش اخلاق اور نیک سیرت ہیں اور پُرمحبت ہیں۔ ماں باپ کے فرمانبردار ہیں۔ ابھی حصولِ تعلیم میں مشغول ہیں تین جوان ہیں اور دوسرے جوانی کے قریب ہیں۔

آپ نے ماہ ذوالحجہ 1367 ہجری میں حج بیت اللہ کیا۔اور آج کل جماعت احمدیہ کے صدر ہیں۔

مولوی نورالحق صاحب منشی فاضل ہیں اور گورنمنٹ ہائی سکول چارسدّہ میں مدرس ہیں۔اور چارسدّہ میں ہی سکونت ہے۔آپ بذریعہ نیک محمد خان صاحب غزنوی 1918ء میں بمقام'' ڈیردون'' احمدی ہوئے۔ آپ صالح اور مخلص انسان ہیں۔مگر پیسہ سے ضرورت سے زیادہ محبت ہے۔ جب چارسدّہ تحصیل میں محمد اکرم خان صاحب کی زیر صدارت انجمن احمدیہ کی جائیداد زیرتعمیر تھی۔جو مشتمل بر چار دوکانات اور ایک سرائے ہے جو تنگی روڈ پر واقع ہے۔اس کی نگرانی اور تعمیر مولوی نورالحق صاحب کرتے رہے۔ان کی اولاد ہے۔بڑا لڑکا ڈھاکہ بنگال میں زیر تعلیم ہے۔

6۔موضع پڑانگ

منشی فضل گل صاحب جو محترم قاضی محمد شفیق صاحب احمدی ایڈووکیٹ کی تحریک سے 1941ء میں احمدی ہوئے۔ یہ موضع پڑانگ کے باشندہ ہیں۔ اور قاضی صاحب کے ایجنٹ ہیں۔اور اپنے پیشہ میں ماہر اور ہوشیار آدمی ہیں اور صوم وصلوۃ کے پابند ہیں۔

اس موضع میں علاوہ منشی فضل گل صاحب کے ایک اور صاحب عبدالحنان نامی 1936ء میں احمدی ہوئے۔ایک غریب الطبع اور معمّر شخص تھے۔ بڑے دیندار انسان تھے جو موسم سرما 1948ء میں فوت ہوئے۔

7۔موضع نِسَتّہ

موضع نِسَتّہ میں ایک معمر شخص مصطفیٰ بابا افغان ان پڑھ مگر سمجھ دار انسان احمدی ہوا۔نماز جمعہ میں چارسدّہ اور کبھی پشاور آیا کرتے تھے۔اب بہت ضعیف العمر ہیں۔

8۔موضع سرڈھیری

عبدالعزیز خان صاحب ساکن سرڈھیری افغان قوم کے ایک مخلص اور دیندار احمدی ہیں۔ بذریعہ محمد اکرم خان صاحب احمدیت میں داخل ہوئے۔اپنی زمینداری میں مشغول رہتے ہیں۔غلام سرور خان صاحب سے اکثر ملتے رہتے ہیں۔

9۔موضع ترناب

اس قصبہ میں ملک محمد الطاف خان صاحب ''محمد زئی'' نمبردار تھے۔تعلیم یافتہ شخص

تھے۔ جو 1912ء کے قریب قصبہ ہوتی میں مدرس تھے۔ اور مرزا میرا کبر صاحب احمدی کے پاس قیام تھا۔ اور اُن کی تحریک سے احمدی ہوئے۔ ان کے دو بھائی اور تھے۔ جو ان کی تحریک سے احمدی ہوئے۔ ملک محمد الطاف خان کو اپنے گاؤں میں اہل دہ نے بہت تنگ کیا۔ مگر مستقیم الاحوال رہے۔ اور مدرسی کرتے رہے۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں۔ اور ان سے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ بڑا لڑکا محمد عباس خان ہے۔ دوسرا محمد اکرم خان اور تیسرا عبدالاکبر خان اور چوتھا عبدالکریم جو آوارہ ہے۔ پہلے تینوں احمدی ہیں۔ ملک محمد الطاف خان کا درمیانہ بھائی احمدی ہو کر فوت ہو چکا ہے۔ اور چھوٹا فردوس خان زندہ ہے۔ فردوس خان کے چار فرزند ہیں۔ اور سب احمدی ہیں۔ ان میں محمد صادق خان میٹرک پاس ہے۔ اور کمپونڈری کا امتحان پاس کر چکا ہے۔ فردوس خان نے موضع ''خرکی'' میں شادی کی۔ اور یہ اولاد اسی بیوی سے ہے۔ اب آسودہ حال ہے۔ اور اپنے گاؤں میں احمدیت پر ڈٹا ہوا ہے۔

ملک الطاف خان گاؤں کی مخالفت سے تنگ آ کر قادیان 1930ء کے قریب ہجرت کر گیا تھا۔ اور وہیں سکونت محلہ دار الفضل میں اختیار کر رکھی تھی۔ موصی تھے۔ جب فوت ہوئے تو بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ یہ وفات 1935ء سے قبل واقع ہوئی۔

ان کا فرزند محمد عباس خان قادیان سے ترناب آرہا۔ مگر بھائیوں سے گذارہ کرنا نہیں جانتا تھا۔ عبدالاکبر خان پشاور میں سکونت رکھتا ہے۔ اور اپنا کاروبار کرتا ہے۔

قلندر خان نامی محمد زئی افغان جو عبدالحکیم خان مشہور ڈاکو کا بھتیجا تھا۔ تعلیم یافتہ تھا۔ مدرسی کرتا تھا۔ اور بذریعہ محمد الطاف خان احمدی ہوا تھا۔ عرصہ ہو گیا ہے کہ وہ فوت ہو گیا ایک غریب الطبع اور دیندار شخص تھا۔

10۔موضع خرکی

1912ء کے قریب اس گاؤں میں حکیم خوشحال خان صاحب احمدی ہوئے۔ یہ ایک غریب الطبع اور صالح انسان تھا۔ اپنے گاؤں میں اکیلا احمدی تھا۔ 1920ء کے قریب فوت ہوا۔

11۔موضع شبقدر

اس قصبہ میں محترم صاحبزادہ عبدالطیف صاحب آف ٹوپی محکمہ انہار میں مثل خوان تھے۔ ان کی تحریک سے 1916ء میں میر عمر خطاب خان وثیقہ نویس ساکن شبقدر احمدی ہوئے۔ ان کا روزگار وثیقہ نویسی تھا۔ جب صاحبزادہ عبدالطیف صاحب ملازمت چھوڑ کر ٹوپی چلے گئے تو یہ شبقدر میں تنہا احمدی رہ گئے۔ میر عمر خطاب کا ایک لڑکا میر آفتاب ہے۔ جو پشاور میں میڈیکل کالج میں زیر تعلیم ہے۔ ایک لڑکی ملک وحید الزمان صاحب احمدی ہزاروی سینئر کمپونڈر لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور کے نکاح میں ہے۔ دوسری لڑکی الحاج شیخ مظفرالدین صاحب احمدی کی بیوی تھی اور اس سے ایک لڑکا شیخ جمال الدین اور ایک خورد سال لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بیوہ ہوگئی۔ تیسری لڑکی پشاور زنانہ کالج میں زیر تعلیم ہے میر عمر خطاب صاحب پشاور میں بیمار ہو کر زیر علاج تھے۔ مگر صحت نہ ہوئی اور 18 مارچ 1952ء کو پشاور میں فوت ہوئے۔ اور احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئے۔ جنازہ خاکسار نے پڑھایا۔

12۔موضع میاں عیسیٰ

موضع میاں عیسیٰ شبقدر کے قریب ایک گاؤں ہے۔ جہاں خاندان اخوندزادہ گان

رہتا ہے۔ ان کا ایک نوجوان فضل خالق خان صاحب 1912ء میں مشن کالج پشاور میں زیر تعلیم تھا۔ خاکسار کی تبلیغ سے احمدی ہوا۔ چونکہ وہ ''خیبر ایجنسی'' میں کلرک ہو گیا تھا۔ اختلافِ سلسلہ واقع ہو جانے پر وہ جماعت پشاور کے ساتھ غیر مبائع رہا۔

1930ء کے قریب وہ ''ٹوچی ایجنسی'' میں کلرک تھا۔ جو بیمار ہو کر اسی سال فوت ہوا۔ یہ نوجوان ایک سادہ مزاج نیک اور صالح شخص تھا۔

1928ء میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر جب حضرت مولانا غلام حسن خان خاکسار کی تحریک سے قادیان تشریف لے گئے تھے تو اُن کے ساتھ مرحوم فضل خالق بھی قادیان گیا تھا۔ اور پہلی دفعہ قادیان دیکھا۔

متفرق احباب

شبقدر میں کچھ عرصہ مرزا نصر اللہ خاں صاحب لدھیانوی محکمہ انہار کے اور سیر کچھ عرصہ مقیم رہے۔ یہاں سے پنشن پا کر قادیان دارالفضل میں جا کر آباد ہوئے۔ اسی طرح ایک عرصہ دراز تک چودھری محمد شفیع صاحب احمدی خلف چودھری عبدالعزیز صاحب احمدی ساکن ''اوجلہ'' ضلع گورداسپور جن کا مکان قادیان میں ایڈیٹر الحکم کے مکان کے پاس تھا۔ شبقدر میں قیام پذیر تھے۔ یہ چودھری صاحب بھی محکمہ انہار میں اورسیئر تھے۔ پنشن پانے کے بعد قادیان جا رہے۔ اور تقسیم ہندو پاک کے بعد قادیان سے سندھ جا رہے۔ آج کل وہاں آباد ہیں۔

شیخ محمد صدیق صاحب ''شیخ صدیقی'' ساکن ضلع کیملپور شبقدر میں ٹھیکدار رہے اور صاحبزادہ عبدالطیف صاحب کی تحریک سے احمدی ہوئے۔ اور ایک مخلص اور دیندار انسان تھے۔ 21-1920ء میں وزیرستان میں ٹھیکدار تھے۔ جب خاکسار پشاور شہر میں مسجد

احمدیہ کی تعمیر کرارہا تھا۔تو22-1921ء میں بمقام ''لدھا'' سے مبلغ تین ہزارروپیہ مسجد کی تعمیر کے لئے اپنے دوستوں اوراحمدیوں سے جمع کر کے پشاور بھیجا۔آپ نے عین وقت پر مدددی۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**

آپ آج کل شہر کیملپور صدیقی روڈ سکونت رکھتے ہیں۔مقامی جماعت کے کبھی نائب امیراورکبھی امیر رہے۔اس وقت معمر ہیں۔خاکسار کے ساتھ خاص اخلاص رکھتے ہیں۔اور خاکسار بھی قریباً ہر نماز میں روزانہ ان کی صحت اورحسن عاقبت کے لئے دعا کرتا رہتا ہے خدا کرے کے اس کی اولاد اپنے باپ کی طرح مخلص اور دیندار احمدی ہوں۔

مولوی خلیل احمد صاحب فاضل

آپ کے والد عبدالرحیم صاحب احمدی سمت جنوبی افغانستان کے علاقہ خوست سے قادیان شریف ہجرت کر کے آیا تھا اور قادیان میں مقیم رہا۔بلکہ تقسیم ہندوپاک کے بعد بھی قادیان میں درویش ہے۔

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب قادیان میں پیدا ہوئے وہیں مولوی فاضل پاس کیا۔عرصہ دراز سے پشاورشہر میں مقیم ہین۔مہاجر ہیں۔شادی فیض اللہ چک میں کی۔اس سے اولاد ہے اور دولڑ کے موجود ہیں۔لڑکیاں بھی ہیں۔محکمہ تعلیم سرحد میں مدرس ہیں اور جماعت کے کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں اکثر محصل بھی رہتے ہیں۔مزاج میں اخلاص اورمحبت ہے ملنساراورخدمت گذار ہیں بعض اوقات پریشانی طبع کی وجہ سے بجیل بات کر دیتے ہیں۔جس سے بعض افراد ناراض ہوجاتے ہیں۔تاہم جن سے تعلق ہوتا ہے ان کی پوری خبر گیری کرتے ہیں تبلیغ کا بھی بیحد شوق ہے۔گذشتہ سالوں میں ایک حادثہ پیش آیا تھا ایک لڑکا ضائع ہوا۔خودبھی پاؤں پر چوٹ آئی۔خاکسار سے للہ تعلق ہے۔فجز اہ اللہ احسن الجزاء۔''

تحصیل ہشت نگر ضلع پشاور

موضع ترنگزئی

مکرم ومحترم ہدایت اللہ خان خلف محمد سرور خان صاحب احمدی ساکن ترنگزئی ایک نوعمر احمدی ہے۔ جو ترنگ زئی کے ایک معزز زمیندار خاندان سے ہے۔ جو محمد زئی قوم کا چشم و چراغ ہے۔ وہ 1926ء میں پیدا ہوئے۔ ملک مدار شاہ صاحب احمدی کی تحریک سے احمدی ہوئے۔ ملک مدار شاہ صاحب اور ملک عادل شاہ صاحب ہدایت اللہ خان کے ماموں تھے۔ ان کی طبیعت کے مطابق ہی ہدایت اللہ خان کی تربیت ہوئی۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم ترنگ زئی میں حاصل کی۔ پھر قادیان شریف ان کو روانہ کیا گیا۔ تاکہ مزید تعلیم حاصل کرے۔ اور یہ سلسلہ تعلیم 1947ء کی تقسیم تک جاری رہی۔ اگر چہ یہ خاندان 1900ء سے احمدی تھا۔ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے۔ تاہم ہدایت اللہ خان نے بدوران قیام قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت 1944ء میں مسجد مبارک میں انہوں نے کی۔ سعد اللہ خان صاحب خلف ملک مدار شاہ صاحب بھی بوقت بیعت شریک بیعت ہوئے۔

ہدایت اللہ خان کی شادی محمد الطاف خان صاحب احمدی ساکن ترناب تحصیل چارسدّہ کی لڑکی سے 1949ء میں ہوئی۔ ملک محمد الطاف خان صاحب ترناب سے ہجرت کر کے قادیان چلے گئے تھے۔ وہیں فوت ہوئے۔ اور وہیں بوجہ موصی ہونے کے مقبرہ بہشتی میں مدفون ہیں۔

اس بیوی کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوائے۔ مقصود احمد خان۔ فاروق احمد خان اور

رفیق احمد خان اور دو لڑکیاں ہوئیں۔

موضع ترنگزئی میں احمدیت کی شدید مخالف کا مقابلہ کیا اور اخلاص سے سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے رہے۔خود ہدایت اللہ خان بھی سلسلہ کے چندوں میں دلچسپی اور شوق سے حصہ لیتے ہیں۔عزیز ہدایت اللہ خان تحریر کرتے ہیں کہ احمدیت میں داخل ہو کر اپنے اندر ایک خاص تبدیلی محسوس کرتا ہوں۔بیعت سے قبل عجیب قسم کے خیالات اور فضولیات میں مبتلا تھا۔ بیعت کے بعد میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول میں کوشاں رہتا ہوں۔اور ہر روز اپنے اندر ایک نیک تبدیلی پاتا ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ بعض آنے والے حالات پر قبل از وقت مجھے آگاہ کر دیتا ہے۔خدا تعالیٰ میری اکثر دعائیں۔سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں نعمتوں یعنی دنیاوی اور روحانی انعامات سے نوازا ہے۔ میں ہمیشہ تبلیغ کرتا ہوں اور اکثر احباب کو سلسلہ احمدیہ کی کتب پڑھنے کے دیتا ہوں۔

اس وجہ سے میرے متعارف لوگ احمدیت کے مداح ہیں۔

درحقیقت عزیز ہدایت اللہ خان ایک غیور،مستعد اور دیندار نوجوان ہیں۔خاکسار سے اس کو اور اسے خاکسار سے محبت ہے۔آج کل پشاور صدر میں قیام پذیر ہیں۔ایک عمدہ مکان ربوہ میں بھی بنا رکھا ہے۔

اُتمان زئی

برادر فضل غفور خان صاحب احمدی خلف عبد الغفور صاحب محمد زئی ساکن اتمان زئی تحصیل چارسدّہ جو یکم فروری 1939ء کو پیدا ہوئے۔گھر پر پرورش پائی۔اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ بسلسلہ تجارہ ڈیرہ اسماعیل خان آئے تو وہاں مولوی فاضل جناب رحمت اللہ خان صاحب کابلی مربی سلسلہ ڈیرہ کے ذریعہ احمدیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور

مولوی عبدالمالک صاحب مربی سلسلہ کے قیام ڈیرہ کے ذریعہ مارچ 1959ء میں بیعت احمدیت کی ۔ یہ امر روحانی تولید کی ابتدا تھی ۔ آپ کی پیدائش جسمانی کے تین ماہ قبل دسمبر 1938ء میں والد صاحب فوت ہو گئے ۔ آپ کی پیدائش حالت یتیمی میں ہوئی ۔

آپ جب احمدی ہوئے تو دل میں جوش پیدا ہوا کہ ہمارے عزیز اور واقف دوست کیوں نعمت احمدیت سے محروم رہیں ۔ بڑے جوش سے ہر شخص کو جس سے ملاقات کا موقع ملا ۔ پیغام احمدیت پہنچایا ۔ کسی نے مخالفت کی کسی نے خاموشی اختیار کی ۔ کسی نے برا بھلا کہا ۔ جو تبلیغ کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے ۔ جن رشتہ داروں کی دوکان پر کام کرتے تھے ۔ وہ بھی مخالف ہو گئے اور تمباکو کی فرم کے کام سے انہوں نے فارغ کر دیا ۔

خاکسار اور مولوی چراغ دین صاحب جو کامل پور ہوتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خان ، بنوں کوہاٹ کے دورہ پر 1959ء میں گئے تو وہاں ڈیرہ میں مولوی عبدالمالک صاحب کے معرفت فضل غفور خان سے ملاقات ہوئی ۔ آپ کو ایک خوبصورت اور مستعد نوجوان پایا ۔ دوران قیام میں احمدیت کے مسائل کے متعلق باتیں ہوتی رہتی تھیں ۔ مسجد احمد ڈیرہ میں نماز پڑھنے آتے تھے ۔

آج 11 اکتوبر 1959ء کو اچانک ہوتی آ نکلے ۔ اور ایک گھنٹہ کے قریباً قیام رہا ۔ اور ملاقات ہوئی ۔ معلوم ہوا کہ وہ ڈیرہ سے رخصت ہو کر آ گئے ہیں ۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس نوجوان کو استقامت اور ہمت عطا فرمائے ۔ رزق حلال کمانے کی توفیق اور عزت سے زندگی بسر کرنے کی سبیل پیدا کرے ۔ سو تکالیف کی ایک تکلیف بیکاری اور بے روزگاری ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان تمام مشکلات سے نجات عطا فرمائے ۔ آمین

فصل پنجم

دیہات تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور

1۔صدر بازار نوشہرہ

اخبارات سلسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد موسیٰ خان صاحب ساکن میانوالی احمدی یہاں صدر پرائمری سکول میں مدرس تھے۔جس نے اپریل 1902ء میں حضرت احمد علیہ السلام کے زمانے میں احمدیت کو قبول کیا۔خاکسار نے ان کو کئی دفعہ دیکھا تھا۔وہ ایک صالح اور خاموش انسان تھے۔حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کی ملاقات کو آیا کرتے تھے۔اس سے زیادہ مجھے حالات معلوم نہیں۔

پشاور کے سیٹھ رحمت اہلحدیث کے فرزند سیٹھ محمد سعید صاحب لال کڑتی بازار میں دوکان کرتے تھے۔اور جنرل مرچنٹ تھے۔اُن کے پاس مولوی گل احمد اخوندزادہ ساکن دوبیان رہتا تھا۔وہ ان کا امام الصلوٰۃ تھا۔موسم سرما میں نوشہرہ اور موسم گرما میں ''کوہ چراٹ'' پر رہتا تھا یہ محترم عبد الرحمٰن صاحب احمدی کا چچا زار بھائی تھے۔ان سے اکثر نوشہرہ میں ملاقات ہوتی تھی۔وہ بھی اپنے آپ کو احمدی ظاہر کرتے تھے۔ایک معمر و سفید ریش شخص تھے۔داڑھی کو حنا سے رنگتے تھے۔سیٹھ صاحب موصوف کی ایک بیوی مسمات زیب النساء صاحبہ جس کا بھائی آغا لال شاہ صاحب برق تھا۔یہ دونوں بھائی بہن احمدی تھے۔اور حضرت احمد علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔دیکھو اخبار الحکم قادیان 10 جنوری 1903ء مسمات زیب النساء کی صدر بازار نوشہرہ میں جائیداد تھی۔اور ایک بڑا مکان برلب

سڑک تھا جس میں وہ اور اس کا بھائی آغا لال شاہ صاحب رہتے تھے۔ایک اور چھوٹا مکان کچھ فاصلہ پر تھا۔جس میں منشی مسیح اللہ صاحب احمدی مقیم تھے۔اسی مکان کے قریب بازار میں دو اور دوکانات تھیں۔ اور کچھ فاصلہ پر دوسرے کوچہ میں جنوب کی طرف آبادی میں ایک سرائے بھی تھی۔زیب النساء کچھ عرصہ بعد فوت ہوگئی اور اس کی جائیداد کی ملکیت آغا لال شاہ کے نام منتقل ہوئی۔

ان دنوں چھاؤنی مجسٹریٹ کیپٹن وا کر تھا۔ جو روزانہ بازار میں گشت لگاتا تھا۔ اس جائیداد کی مرمت اور صفائی کے بارہ میں نت نئے احکام دیتا تھا۔ جو آغا لال شاہ جیسے سہل نگار اور آرام طلب کے لئے تعمیل مشکل تھی۔

1905ء میں حضرت احمد علیہ السلام نے ''الوصیت'' لکھی اور ایک ضمیمہ قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان اس کے ساتھ ضم فرمایا۔اور صدر انجمن قائم ہوئی۔

خواجہ کمال الدین صاحب جو پشاور میں وکیل رہ چکے تھے۔اور آغا لال شاہ کو اپنے مذاق کا پاکر اپنے ساتھ رکھتے تھے۔آغا لال شاہ کو تحریک کی کہ وہ یہ جائیدا صدر انجمن احمدیہ کو سپرد کردے اور خود سلسلہ کا مبلغ ہو جائے۔

غالباً یہ پہلی جائیداد تھی جو صدر انجمن احمدیہ کے نام وقف کر دی گئی اور آغا لال شاہ صاحب کو 25 روپیہ ماہوار بطور وظیفہ ملتا رہا۔ اور مبلغ قرار پایا۔ یہ سب کچھ خواجہ کمال الدین صاحب نے کیا۔

آغا لال شاہ نے 39 سال یعنی 1906ء سے تا وفات 1945ء میں واقع ہوئی مبلغ گیارہ ہزار سات سو روپیہ بطور وظیفہ لے چکے اور میر مدثر شاہ سیکرٹری انجمن احمدیہ پشاور نے یہ سب جائیدا مبلغ پانچ ہزار روپیہ میں 1906ء میں فروخت کر دی۔ بڑا مکان میاں نور محمد صاحب احمدی ولد فقیر محمد صاحب ٹھیکدار نوشہرہ پر فروخت کر دیا۔ یہ مکان اگر چہ بڑی

قیمت کا تھا لیکن مدثر شاہ صاحب نے مبلغ یکصد روپیہ نذرانہ بذریعہ مرزا محمد سلطان صاحب نور محمد صاحب سے وصول کیا اور بظاہر نور محمد صاحب سے بیعت بھی کروادی۔ دیکھو اخبار بدر مورخہ 29 جولائی 1907ء اور اسی طرح مکان کی فروخت پر پردہ ڈالا۔ سرائے تین ہزار میں میاں رحیم شاہ پر فرخت کردی۔ اور دو دوکان اور ایک چھوڑا مکان ایک ہزار میں یہ سب بددیانتی کا نتیجہ تھا کہ بڑی قیمتی جائیداد کوڑیوں کے مول فروخت کی گئی۔

1907ء میں حضرت احمد علیہ السلام نے دریافت کیا کہ سید لال شاہ کہاں ہے جو تبلیغ کے لئے زندگی وقف کر چکا تھا۔ خواجہ صاحب نے تار دے کر پشاور سے آغا لال شاہ کو قادیان بلوایا اور کچھ عرصہ حضرت اقدس کا محرر ڈاک کا کام کرتے رہے۔

حضرت صاحب کی وفات کے بعد آغا ز لال شاہ پشاور آ رہا۔ اور اپنے خسر میاں محمد عباس اردلی کے مکان میں دروازہ گنج کے قریب سکونت پذیر ہو۔ محمد عباس صاحب کی وفات کے بعد اس کی جائیداد سید لال شاہ صاحب ٹھہرے۔ آخر عمر میں اس کا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سید زمرّد شاہ رکھا۔ یہ لڑکا ابھی بچہ ہی تھا کہ پہلے والد اور پھر والدہ دونوں فوت ہو گئے۔ اور اس کی نانی تربیت و پرورش کرتی رہی۔ اب وہ بھی بیس سالہ نوجوان ہوگا۔

آغا لال شاہ خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد غیر مبائع رہے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ہندوستان کے دورہ میں 1911ء میں پھرتے رہے۔ حکمت کا کام کرتے تھے۔ وفات کے قریب مرض سل لاحق ہوئی۔ ریڑھ کی ہڈی میں ایک منکہ گل گیا۔ بیٹھ نہ سکتے تھے خاکسار کبھی کبھی بیمار پُرسی اور ملاقات کو جاتا۔ 1945ء کو قریباً 75 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

سیٹھ عبدالرحمٰن خانساماں ڈاک بنگلہ نوشہرہ

جوایک معمر اور صالح انسان تھا۔اور اچھا مہمان نواز بھی۔ جب تک زندہ رہا احباب اُن کے ملنے کو جاتے۔ جمعہ کی نماز ڈاک بنگلہ میں ہوتی۔ان کے پانچ لڑکے تھے اور ایک لڑکی۔ جو محترم مولوی محمد علی صاحب احمدی ساکن بکٹ گنج کے نکاح میں تھی۔ بڑا لڑکا شیخ فضل الرحمٰن تھا۔ جو 1923ء میں خیرا گلی ہزارہ میں مقیم تھا۔اور 1924ء کے قریب فوت ہوگیا۔ایک لڑکا شیخ عبدالحمید ہے جو مردان بکٹ گنج میں بیلف تھا۔اور ایک لڑکا عبد الحکیم صاحب ہے۔جو ڈاک بنگلہ نوشہرہ میں خانساماں ہے جو مخلص اور مستعد نوجوان ہے۔

میاں عبدالرحمٰن عرف ننھا قصاب ساکن نوشہرہ

1904ء میں احمدی ہوا۔خلیفہ ثانی کے زمانہ میں ایبٹ آباد جارہا۔اور گنج جدید میں سکونت تھی۔ وہ ایک خوش باش اور مستعد شخص تھا۔گائے بیل خریدتا اور فروخت کرتا موضع سسل میں شادی کی۔مگر جلد ہی یہ بیوی فوت ہوگئی۔نرینہ اولاد کوئی نہ تھی۔شیخ عبدالرحمٰن 1939ء میں فوت ہوئے۔ یہ ناخواندہ تھے مگر ہوشیار شخص تھے۔

میاں عبدالرحمٰن صاحب عرف بلّو

میاں عبدالرحمٰن صاحب عرف بلّو قصاب تھے۔اور نوشہرہ میں رہتے تھے۔میاں عبدالرحمٰن ننھا کی تحریک سے بیعت کی۔ دیکھو اخبار بدر مورخہ 24 مئی 1907ء۔ یہ صاحب بھی مستعد مزاج کے احمدی تھے۔مگر ناخواندہ تھے۔آخری عمر میں نظر میں فرق آ گیا تھا۔اپنی ضروریات زندگی کے واسطے محتاج ہو گئے۔

میاں محمد امین صاحب

میاں محمد امین صاحب قصاب صدر بازار نوشہرہ۔حضرت نورالدین صاحب کے زمانہ میں احمدیت قبول کی اور خلافت ثانیہ میں فوت ہوئے۔

میاں کریم بخش صاحب

میاں کریم بخش صاحب قصاب بزمانہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی احمدیت قبول کی۔ مگر خرچ زیادہ اور آمد کم ہے۔تکلیف میں رہتے ہیں۔اس کی ایک ہمشیرہ محمد عمر خان افغان آفریدی کوکی خیل احمدی کے نکاح میں ہے۔یہ محمد عمر خان نوشہرہ میں رہتا ہے۔اور پھل خرید کر اور بیچ کر گذارہ کرتا ہے۔اس کا عیال زیادہ اور آمد کم ہے مگر باہمت اور دیندار ہے۔

منشی مسیح اللہ صاحب

منشی مسیح اللہ۔یہ ہندوستان کے باشندہ تھے۔خاکسار نے انہیں 1903ء کے قریب نوشہرہ میں کئی دفعہ دیکھا۔انہیں ایام میں اس نے حضرت اقدس سے بیعت کی تھی۔اُردو کے شاعر تھے۔اور آغا سید لال شاہ برق کے چھوٹے مکان میں رہتے تھے۔1906ء کے قریب فوت ہوئے۔یہ مسمریزم سے واقف تھے۔ہمارے سامنے ایک چودہ سالہ لڑکے کو توجہ سے بیہوش کیا۔اور چند باتیں اس سے حضرت احمدیہ علیہ السلام اور قادیان کے متعلق دریافت کیں جو اس نے درست بتائیں۔

حضرت شیخ احمد اللہ ساکن فیروز پور

یہ شیخ صاحب چھاؤنی مجسٹریٹ کے پاس ہیڈ کلرک تھے۔ 1921ء کے قریب نوشہرہ میں تھے۔ سالہا سال وہاں قیام رہا۔ اور یہیں سے پنشن پائی۔ اور قادیان جا کر رہے۔ یہ ایک مستعد جوان تھے۔ شکار کے شائق تھے۔ تبلیغ احمدیت کے دلدادہ تھے۔ مہمان نواز تھے۔ خاکسار سے بڑا اخلاص تھا۔ جب تک نوشہرہ میں رہے۔ خوب رونق قائم رکھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں نوشہرہ میں رہے۔ اکثر جماعت احمدیہ کے امیر رہے۔ البتہ باتونی بہت تھے۔ صاحب اولاد تھے۔

یہ شیخ صاحب ایک دفعہ پشاور تشریف لائے جب کہ انجمن احمدیہ پشاور کا مکان بازار جہانگیر پورہ کے بالا خانہ میں تھا۔ فرمانے لگے مجھے تبلیغ اسلام کا شوق ہے اور انگلینڈ جا کر تبلیغ کرنا چاہتا ہوں مگر نہ مجھے علم دین پورا حاصل ہے اور نہ میرے پاس آنے جانے کا خرچ ہے اور نہ صدر انجمن یا جماعت پر بوجھ ڈالنا چاہتا ہوں۔ آپ دعا بھی کریں کہ میری یہ خواہش پوری ہو اور مشورہ بھی دیں کہ کیا مَیں تبلیغ کے لئے جاؤں۔ خاکسار نے عرض کیا کہ بدورانِ تعلیم ہمارا ایک ہم سبق تھا۔ سردار محمد آصف نامی وہ بغیر ایک پیسہ خرچ کرنے کے پہلے بمبئی اور پھر وہاں سے انگلینڈ پھر آیا۔ آپ بھی بمبئی جا کر کسی کمپنی کے ساتھ ایجنٹ ہونے کا یا جہاز میں ملازمت کا انتظام کر کے ان کے خرچ سے انگلینڈ جائیں۔ اور جو معلومات آپ کو اسلام اور احمدیت کے پڑھنے اور مشاہدہ سے حاصل ہیں۔ صرف اسی کو بیان کر کے تبلیغ کریں خدا تعالیٰ برکت دے گا۔ اہل انگلستان یا دوسرے مسلمان اسلام اور احمدیت سے قطعاً ناواقف ہیں۔ ان کے واسطے آپ ایک علامہ ثابت ہوں گے۔

شیخ صاحب نے نوشہرہ جا کر ایک سال کی رخصت حاصل کی کچھ با تنخواہ اور کچھ بے تنخواہ۔ بمبئی جا کر ایک کمپنی کے ایجنٹ مقرر ہوئے۔ اور کمپنی کے خرچ سے لندن پہنچ گئے۔ اپنی ایک انگریزی ٹائپ مشین بھی ساتھ لے گئے اور خدا کا نام لے کر تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ اور کمپنی کی ملازمت سے کچھ عرصہ بعد فارغ ہو گئے روزانہ اپنی تبلیغی رپورٹوں دو درجن کے قریب چھاپ کر قادیان مرکز سلسلہ اور باہر دوستوں کو بھیجتے رہے اور خاکسار کو بھی ایک کاپی روانہ کرتے رہے۔ ہائیڈ پارک کے میدانوں میں تبلیغ کرتے۔ کئی افراد اُن کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوئے۔ دو دفعہ انگلستان گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے کامیابی دی۔

ایک دفعہ ہم نے 25 افراد معززین کا وفد بنا کر مجسٹریٹ نوشہرہ کے پاس پیش کیا۔ اور تعمیر مسجد کے لئے صدر بازار میں ایک موزوں جگہ ملنے کی درخواست کی۔ چھاؤنی مجسٹریٹ ایک معقول اور شریف الطبع انگریز تھا۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ اسلامیہ ہائی اسکول نوشہرہ کے بالمقابل پشاور روڈ پر کھڑے ہو جائیں۔ انتظار کریں۔ میں پانچ بجے ٹھیک پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ ہم نے مقررہ موقع پر انتظار کیا اور ٹھیک وقت پر مجسٹریٹ صاحب آ گئے اور ایک فیتہ بھی ساتھ لائے۔ لب سڑک جانب جنوب جہاں آج کل بسوں کا اڈہ اور کمپنی باغ ہے۔ اسلامیہ سکول کے بالمقابل 150 فٹ لمبا اور 100 فٹ چوڑا ڈیڑھ ہزار فٹ رقبہ کی زمین ماپ دی اور کہا یہ زمین امید ہے کہ آپ کے لئے کافی ہوگی۔

درحقیقت یہ ایک عمدہ موقع اور صدر بازار میں بہترین ٹکڑہ تھا مگر محترم شیخ احمد اللہ صاحب کی جلد باز طبیعت نے ان کی زبان سے یہ عار نکالا کہ اگر ہم یہاں مسجد بنائیں تو عامۃ الناس کہنے لگیں گے کہ احمدی لوگ ہمارے بچوں کو جو سکول میں پڑھتے ہیں احمدی بنانا چاہتے ہیں اس طرح تنازعہ پیدا ہوگا۔

مجسٹریٹ صاحب نے سُن کر سارے بازار سے گذر کر وہاں پہنچے جہاں آج کال

''خوڑ'' ٹانگہ شیڈ ہے۔ اس جگہ برلب سڑک ڈیڑھ ہزار فٹ زمین ماپ کر دینے کا تہیہ کیا پھر محترم شیخ صاحب نے عذر کیا کہ یہ پہاڑی نالہ ہے اور بارشوں کی وجہ سے سیلاب آتے ہیں۔ ہماری جماعت کو نقصان پہنچائے گا۔

ایک اور نامعقول عذر پیش کر کے ایک عمدہ قطعہ اراضی نہایت موزوں جگہ ہاتھ سے نکل گئی۔

مجسٹریٹ نے پوچھا آخر میں کہاں سے جگہ دوں شیخ صاحب نے لال کڑتی بازار کے قریب ریلوے پھاٹک کے ساتھ وہ قطعہ بتایا جہاں آج کل کمپنی باغ ہے۔ ان دونوں وہاں لکڑی کا ٹال تھا۔ اور یہ زمین ''لیز'' پر تھی۔ مجسٹریٹ صاحب نے کہا چونکہ وہ زمین ''لیز'' پر ہے افسوس ہے میں نہیں دے سکتا۔ اس طرح شیخ صاحب کے غلط رویہ نے جماعت احمدیہ نوشہرہ کو تعمیر مسجد سے محروم کر دیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ ہمیں مولوی عبدالحق احمدی کے ذریعہ ایبٹ آباد میں پیش آیا۔

محمد عبداللہ صاحب احمدی

یہ صاحب پنجاب کے باشندہ تھے۔ چھاؤنی کی کمیٹی میں کانزرونسی انسپکٹر تھے۔ مخلص احمدی تھے۔ تبلیغ کا بھی شوق تھا۔ اور فوجی افسروں سے خط و کتابت کرتے تھے۔ جنرل ڈوڈا کو آمادہ کیا کہ وہ جماعت احمدیہ کو بازار سے مغربی جانب ایک قطعہ اراضی بغرض تعمیر مسجد دے مگر بعض سرگردگانِ نوشہرہ کی مخالفت سے یہ تجویز رہ گئی۔

نوشہرہ کی انجمن احمدیہ کے پاس 1905ء میں بڑی باموقع جائیداد نوشہرہ میں تھی۔ جس میں بڑی موزوں جگہ پر مسجد بن سکتی تھی۔ اور دوکانات کی آماد سے حفاظت ہوسکتی تھی۔ مگر میر مدثر شاہ کی بد دیانتی سے وہ ہاتھ سے نکل گئی۔

دوسری دفعہ شیخ صاحب کی ناسمجھی سے دو عمدہ قطعات اراضی ہاتھ سے نکل گئے۔اور خدا تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہم آج تک نوشہرہ میں مسجد تعمیر نہ کر سکے۔ ہر کام کے لئے ایک وقت ہوتا ہے اور جب وہ وقت آتا ہے تو خدا تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے۔

اب خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خود ایسا انتظام کر دے کہ ہمیں ایک موزوں قطعہ اراضی دلا دے تا کہ ہم خانہ خدا تعمیر کر سکیں اور وہاں خدا کو یاد کریں۔خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اب وہ ہماری دعاؤں کو سن لے گا اور جلد مسجد تعمیر ہو جائے گی۔

بابو عبداللہ صاحب

بابو عبدہ اللہ صاحب بھی قریباً اس وقت نوشہرہ سے پنشن یاب ہوا جب کہ شیخ احمد اللہ صاحب کے مدّتِ ملازمت ہوئی۔ دونوں پنجاب چلے گئے اور بابو عبداللہ صاحب ضلع سرگودہا میں قیام پذیر ہیں اور کمپونڈری کی دوکان کرتے ہیں۔

محترم مرزا غلام حیدر وکیل

محترم مرزا غلام حیدر صاحب ولد اللہ دتہ صاحب ساکن پنڈی لالہ ضلع گجرات جو محترم مولوی غلام نبی صاحب مرحوم احمدی اور محترم مولوی غلام رسول صاحب احمدی مرحوم ریڈر چیف کورٹ پشاور کے چھوٹے بھائی ہیں۔آپ کی تاریخ پیدائش 13 مارچ 1896ء کی ہے۔ 1911ء میں جب کہ چھٹی جماعت میں زیر تعلیم تھے۔حضرت نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل کے ہاتھ پر داخل احمدیت ہوئے۔ 1923ء میں بی اے۔ایل۔ایل۔بی۔ پاس کیا۔اور 9 ستمبر 1929ء کو نوشہرہ آ کر وکالت کا کام شروع کیا۔

بدونِ قیام نوشہرہ باشندگان نوشہرہ کی درخواست 5 جنوری 1933ء لغایت 1950ء

اسلامیہ ہائی سکول نوشہرہ چھاؤنی کے سیکریٹری رہے۔اوران کی محنت اور قابلیت کا زندہ گواہ اسلامیہ ہائی سکول نوشہرہ کی وہ شاندار عمارت ہے جو اس وقت موجود ہے۔ دو بار گرلز ہائی سکول نوشہرہ کے سیکریٹری 13 ستمبر 1941ءلغایت 1951ءتک رہے۔ اور بڑے اخلاص اور دیانت سے اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔

آپ کی بڑے بھائی محترم غلام نبی صاحب گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی میں مدرّس تھے۔آپ نے اپنے بھائی صاحب کے زیر نظر 1909ء سے لے کر 1906ءتک میانوالی میں تعلیم حاصل کی اور ان کو پہلی دفعہ 1917ءمیں قادیان جانے کا اتفاق ہوا۔

نوشہرہ میں جماعت احمدیہ کے امیر یکم مئی 1930ء سے چلے آتے ہیں۔ جماعت کے ہر صیغہ اور ہر عہدہ پر نہایت عمدگی سے کام کیا۔ یہ ایک ذہین محنت کش، حلیم الطبع، خوش اخلاق اور خوش مذاق انسان ہیں۔ پہلے نوشہرہ بازار سے جنوب کی طرف لب خوڑ ایک مکان کرایہ پر لیا تھا۔ جو گرلز سکول کے قریب واقع تھا۔ سالہا سال وہاں رہے۔ اب چند سال سے برف کارخانہ کے پاس ریلوے لائن کے ساتھ ایک عمدہ اور قیمتی مکان تعمیر کیا۔ ان کا مکان جماعت کے لئے مسجد اور مہمان خانہ کا کام دیتا ہے اور فرائض مہمان نوازی خود اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں جماعت کے حسابات بڑے صاف رکھتے ہیں۔

آپ کی اولاد ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہوئے۔ چند سال ہوئے کہ لڑکی نوجوان فوت ہوگئی۔ جس کی موت کا صدمہ اس کی والدہ محترمہ کے دماغ پر ہوا۔ اور خطرناک اثر کیا۔ والد نے نہ صرف صبر جمیل سے کام لیا بلکہ اپنی بیوی کے دماغ کی خرابی کی وجہ سے اپنی صحت کھو بیٹھے۔ اور جوانی میں سیاہ داڑھی سفید ہوگئی آپ کا ایک لڑکا ڈاکٹر عبد الرحیم اکلوتا بیٹا ہے۔ البتہ خدا تعالیٰ نے اس کو ایک لڑکا اور تین لڑکیاں دیں ان کے خاندان کے جملہ افراد احمدی ہیں۔

جس طرح حکومت کو انکم ٹیس دیانت سے ادا کرتے ہیں اور حکام اُن کے حسابات رکھنے کی تعریف کرتے ہیں اسی طرح جماعت کی مختلف مدات میں چندہ ادا کرتے ہیں۔اور موصی بھی ہیں۔زمرہ وکلاء میں آپ ایک کامیاب وکیل ہیں۔ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بڑی عمر عمدہ صحت اور عزت اور برکت دے اور اجر عظیم پائیں۔

مرزا عبدالحفیظ صاحب وکیل

آپ محترم غلام رسول صاحب کے فرزند اکبر ہیں۔نوعمر،نوجوان ہیں۔پیدائش قریباً 1918ء میں ہوئی۔اور بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی تک تعلیم حاصل کی۔چند سال چیف کورٹ میں ملازمت کی۔اب نوشہرہ میں وکالت کا کام کرتے ہیں۔خدا تعالیٰ کرے کامیاب وکیل ثابت ہوں۔

آپ کی شادی محترم مولوی غلام نبی صاحب لڑکی سے ہوئی اور گریجوئٹ ہے۔مگر عبد الحفیظ صاحب کے بےالتفاتی سے آج تک اولاد سے محروم ہیں۔

یہ نوجوان خوش طبع ملنسار اور بامذاق انسان ہے۔ایک جوکر کا مزاج رکھتے ہیں۔خود خوش رہتے ہیں۔اور دوسروں کو خوش رکھتے ہیں۔

صوبیدار میجر سلیم اللہ صاحب

آپ محترم ڈاکٹر نواب علی خان صاحب احمدی ساکن بکٹ گنج مردان کے ہمشیرہ زادے اور داماد ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ میری تاریخ پیدائش 17 جنوری 1897ء ہے اصل وطن پونچھ کشمیر ہے۔1916ء میں میٹرک پاس کیا۔اور ماہ جون 1916ء میں فوج کے محکمہ سپلائی میں بطور کلرک ملازم ہوئے۔32 سال کی عمر میں صوبیدار میجر کا عہدہ ملا۔

اور 1947ء میں پنشن یاب ہوئے 1948ء سے نوشہرہ میں قیام کیا۔ انگریزی ادویات کی دوکان کھولی اب یہی کاروبار کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تعلیم مشن ہائی سکول میں پائی۔ اور اناجیل اربع حرف بحرف پڑھیں۔ اناجیل کے امتحان میں 100 میں سے 99 نمبر پاتا رہا۔ مگر اسلامیات کے لئے فرصت کم تھی۔ فرائض مذہبی کے ادا کرنے سے بالکل بیگانہ تھا۔ 27-1926ء میں ایبٹ آباد میں ''میول کول'' میں کلرک تھا۔

ایک میرے کان میں یہ آواز پڑی کے مسجد کے کوزرے پلید ہو گئے اور ایک سپاہی نے سب توڑ دئے۔ یہ سُن کر میں حیرت زدہ ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ دفتر سے فارغ ہو کر ایک کمرہ میں آیا۔ جہاں کمپنی کا سکول ماسٹر میر احمد صاحب رہتا تھا۔ ملا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ آج کوزوں کے توڑے جانے کا ذکر کیا تھا۔

اس نے کہا کہ مسجد میں ایک میرزائی (احمدی) آیا تھا۔ اور اس نے وضو کیا۔ اور نماز پڑھی مسجد کے ملاں نے کہا کہ اب یہ کوزے سب پلید ہو گئے اور ایک سپائی نے توڑ دئے۔ میں نے ماسٹر سے دریافت کیا کہ یہ میرازائی کون ہوتے ہیں؟ جواب ملا کہ میرزائی نماز نہیں پڑھتے اور نہ روزہ رکھتے اور نہ حج کرتے ہیں۔ میں سُن کر خاموش رہا۔ مگر دل میں سوچتا رہا کہ جب میرزائی نماز نہیں پڑھتے تو پھر وہ شخص مسجد میں کیوں آیا اور وضو کیوں کیا۔ یہ کیا عجیب بات ہے۔

اس کے بعد ہماری کمپنی میں ایک ٹیلر ماسٹر آیا۔ جس کا نام ماسٹر رحمت اللہ صاحب تھا۔ (احمدی ساکن شیخان بانڈی۔ ہزارہ) ان کی دوکان ہمارے کمرے کے پاس تھی۔ دفتر کے کام سے فارغ ہو کر اُس نے اکثر ملاقات رہتی۔ انہوں نے مجھے تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ میں نے ان کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ عام طور پر درزی بے علم اور جاہل ہوتے ہیں۔ اور حقہ پیتے ہیں مگر میاں رحمت اللہ خاں تو خاصہ عالم آدمی ہے اس نے سب سے پہلے

سیدنا حضرت محمد ﷺ اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی زندگی کا مقابلہ کر کے دکھایا اور پھر دوسرے مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد ہم اکثر روزانہ کھیلوں کے گراؤنڈ میں جاتے اور دینی باتیں کرتے اور نماز باجماعت ادا کرتے۔ مگر گاؤں کے لڑکے ہم کو پتھر مارتے۔ مَیں حیران ہوتا کہ ہم تو نماز پڑھتے ہیں اور یہ لڑکے نماز نہیں پڑھتے اور جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہمیں پتھر کیوں مارتے ہیں۔

ان ایام میں ایبٹ آباد میں محترم مولوی غلام رسول صاحب احمدی سے ملاقات ہوئی۔ جو ان دنوں سیشن جج کے ریڈر تھے۔ مولوی صاحب مرحوم نے ملکانوں کے ارتداد کے واقعات سنائے۔ جس میں مولوی صاحب موصوف نے بھی عدالت سے رخصت لے کر مبلغ اسلام کا فرض ادا کیا۔ اور تین ماہ ملکانوں کو تبلیغ کی تھی۔ میں نے اپنے دل میں اندازہ کیا کہ نماز پڑھنا روزہ رکھنا زکوٰۃ دینا حج ادا کرنا یہ سب فرائض ادا کرنا آسان ہیں مگر تبلیغ کرنا اور مخالفت برداشت کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ ہم ملازم لوگ دفتر سے فارغ ہو کر گھر آئے ہیں اور خوش گپیوں میں وقت گذراتے ہیں۔ مگر یہ احمدی لوگ رخصت حاصل کر کے بجائے آرام کرنے کے دور دراز علاقوں میں سفر کرتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں یہ کیا عجیب بات ہے۔

محترم مولوی غلام رسول صاحب نے مجھے قادیان جانے کا اور وہاں کے حالات دیکھنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ میں نے رخصت لی اور قادیان گیا۔ میں مہمان خانہ میں مقیم رہا۔ میرا کوئی واقف وہاں موجود نہ تھا۔ مگر جس شخص سے ملاقات ہوئی یا جس کوچہ سے گذرتا ہر شخص مجھے السلام علیکم کہتا۔ اس بات کا مجھ پر بڑا عمدہ اثر ہوا۔ ہمارے ملک میں لوگ سلام دینا یا لینا بوجھ سمجھتے ہیں۔ اور نہ ان میں یہ دستور ہے مگر قادیان کی سرزمین میں اس پر پورا عمل ہوتا ہے۔ خاکسار نے 1927ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بیعت احمدیت لی

مگر ٹھیک تاریخ یاد نہیں ہے۔

1941-42ء میں دوسری عالمگیر جنگ میں مجھے انگلینڈ اور سکاٹ لینڈ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کپتان (کرنل) ڈگلس صاحب جو کسی زمانہ میں گورداسپور میں مجسٹریٹ تھا۔ ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک پادری نے حضرت احمد علیہ السلام پر انہیں عدالت میں اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا تھا۔ کرنل صاحب موصوف نے اس مقدمہ کے حالات بالتفصیل سنائے۔

میرے رشتہ داروں میں سے محترم ڈاکٹر نواب علی خان صاحب جو میرے ماموں تھے۔ احمدی تھے۔ جو اصل باشندہ پونچھ تھے۔ اور بکٹ گنج مردان میں سکونت اختیار کی تھی۔ ان کا ایک صاحبزادہ ڈاکٹر عبدالصمد خان صاحب تھا۔ وہ صوابی میں اسسٹنٹ سرجن تھا۔ اور عالم جوانی 1933ء میں فوت ہوا۔ ایک قابل ڈاکٹر تھا۔ اور مخلص احمدی تھا۔ خدا تعالیٰ سب کی مغفرت کرے۔

نوشہرہ کلاں

خاندان کا کا خیل نوشہرہ میں میاں ایوب شاہ صاحب بی اے 1924ء میں احمدی ہوئے۔ ان میاں صاحب کی شادی محمد عمر خان صاحب افغان ٹھیکدار مقیم جموں کے ہاں ہوئی تھی۔ میاں صاحب اکثر جموں جاتے رہتے تھے۔ اور ٹھیکوں کا کام کرتے تھے۔ 1947ء تک جموں میں رہے۔ جب کشمیر پر ہندوؤں نے قبضہ کیا۔ اور مسلمانوں کو نکالا گیا۔ محمد عمر خان صاحب اور اس کے خاندان کے چند آدمی مارے گئے۔ اور کچھ افراد بمعہ میاں ایوب شاہ نکل آئے۔ اور مردان بکٹ گنج میں آ کر آباد ہوئے۔ میاں صاحب مردان کاروبار کرتے ہیں اور محلہ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

میاں محمد اسحاق صاحب

یہ محمد ایوب شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور کوئی 24 سال عمر ہوگی جب کہ وہ بھائی کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔ صدر بازار نوشہرہ میں کلاہ ولنگیاں کی دوکان تھی ۔ کچھ عرصہ زندہ رہے پھر بیمار ہو کر فوت ہو گئے ۔

قاضی محمد علی صاحب

یہ جوان بھی نوشہرہ کا رہنے والا تھا۔ میاں ایوب شاہ صاحب کے ذریعہ احمدی ہوا تھا۔ میاں محمد اسحاق صاحب کے ساتھ شریک کار تھا۔ نوجوان تھا۔ کوئی 25 سالہ عمر ہوگی۔ خاموش طبیعت اور جوشیلے مزاج کا تھا۔ جب کبھی پشاور سودا لینے آتا تو اکثر ملا کرتا تھا۔ تبلیغ کا شوق تھا۔ نماز اور تہجد کا پابند تھا۔

اپریل 1930ء میں جن دنوں مستری فضل کریم اور ان کے بیٹوں عبدالکریم اور محمد زاہد ساکنان جالندھر مقیم قادیان نے ایک فتنہ برپا کیا تھا اور اخبار مباہلہ جاری کیا تھا۔ ان دنوں قاضی محمد علی صاحب دوکان کا سامان خریدنے پشاور آئے تھے۔ اور مجھ سے بھی ملنے آئے تھے۔ دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ جس سے میرے دل میں گذرا شاید بیمار ہیں یا دماغی کوفت کا عارضہ ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ امرتسر جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ امرتسر گئے اور وہاں سے قادیان بھی چلے گئے۔

قادیان میں اس کو علم ہوا کہ گورداسپور میں اُن مستریوں نے مقدمہ دائر کیا ہوا ہے۔ وہاں تاریخ مقدمہ ہے۔ قاضی صاحب بھی مقدمہ کے حالات سُننے کے لئے گورداسپور گئے۔ وہاں سے واپسی پر ایک لاری میں سوار ہو کر بٹالہ آنا چاہا۔ اتفاق سے اس لاری

میں مستری عبدالکریم وغیرہ بھی سوار تھے۔ بدوران سفر وہ اپنے مقدمہ کا ذکر کر رہے تھے۔ اور طرز بیان سخت اشتعال دہ تھا۔ بٹالہ میں اُترتے وقت قاضی محمد علی صاحب نے کسی بات کا جواب دیا۔جس پر مستری عبدالکریم نے بدزبانی اختیار کی۔قاضی صاحب پر پھر حملہ کر کے خوب مارااور بیہوش کر دیا۔ جب ہوش آئی تو دیکھا کہ مستری محمد حسین نامی گواہ زخمی ہو کر مرا ہوا ہے۔

خدا جانے اس رات کے اس اندھیرے اور گھمسان میں کس نے مارا تھا۔جس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوگئی۔قاضی محمد علی صاحب ماخوذ ہوئے اور عدالت نے 16 مئی 1931ء بمطابق 1350 ہجری میں ان کو پھانسی کی سزا سنادی۔قاضی صاحب شہید ہو کر قادیان میں دفن ہوئے۔ انا للہ وان الیہ راجعون۔

قاضی صاحب کی وفات کے بعد ان کا ایک چھوٹا بچہ باقی رہا۔جس کی پرورش کے لئے 1947ء تک قادیان سے ماہوار وظیفہ ملتا رہا۔

موضع پیر پیائی

اس گاؤں میں ایک خاندان بابڑ افغان رہتے ہیں۔ جو اکثر تعلیم یافتہ اور ملازمہ پیشہ ہیں۔ان میں سے محمد یعقوب خان صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی۔خاکسار کی تبلیغ سے دسمبر 1912ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ہاتھ پر احمدی ہوا۔ بمقام پشاور شاہی باغ میں جون 1912ء میں ملاقات ہوئی۔ اور کالج کی تعطیلات کے ایام میں ان کو تبلیغ کرتے رہے۔ وہ ان دنوں اسلامیہ کالج لاہور میں بی اے کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے ایک بیان میں جو پیغام صلح میں شائع ہوا وہ کہتے ہیں کہ 25 دسمبر 1912ء کو کالج کے بورڈنگ بمقام لاہور سویا ہوا تھا کہ اچانک علی الصبح ایک فرشتہ آیا۔اور مجھے خواب سے

جگا کر قادیان لے گیا۔ قادیان میں مسجد اقصیٰ میں سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ اور 27 تاریخ کو بعد از جلسہ عام بیعت ہو رہی تھی۔ میں نے بھی حضرت نور الدین صاحب کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت کی۔ بی اے پاس کرنے کے بعد تعلیم السلام ہائی سکول قادیان میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ 1914ء میں اختلاف واقع ہونے پر جب لاہور بی ٹی کا امتحان دینے آئے تو مولوی محمد علی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب نے ان کو اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ اور ڈاکٹر بشارت احمد بھیروی کی لڑکی سے نکاح کروا دیا۔ اس طرح وہ مولوی صاحب کے ہمزلف ہو گئے۔ ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب اُن کو وکنگ لے گئے۔ اور کچھ عرصہ وہاں ان کے نائب امام رہے۔ دو سال سے زائد عرصہ قیام کیا۔ اور وہاں انگریزی زبان صاف کی۔ اور تحریر و تقریر شستہ ہوئی واپس آ کر لاہور میں مسلم ہائی سکول لاہور میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اور انگریزی میں ''لائٹ'' اخبار جاری کیا۔ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آج کل پھر وکنگ میں امام ہیں۔ اور غیر مبائعین کی طرح منہ پھٹ اور گستاخ نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی شان میں مؤدب اور خاموش ہیں۔

میاں کرامت اللہ خان صاحب

یہ نوجوان سعد اللہ خان صاحب بابڑ کے بیٹے اور محمد یعقوب صاحب کے ہمشیر زاد ہیں۔ مشن ہائی سکول پشاور میں 1921ء میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ عزیز احمد زمان شاہ صاحب احمدی داتوی بھی ان کے ہم سبق تھے۔ اس کے ذریعہ خاکسار کو ملنے آیا کرتے۔ 1922ء میں احمدی ہوئے۔ اسلامیہ کالج میں بی اے پاس کیا۔ بی ٹی ہوئے۔ محکمہ تعلیم سرحد میں ملازمت اختیار کی۔ لندن گئے۔ وہاں تعلیمی ڈگریاں حاصل کیں۔ اپنے محکمہ میں چوٹی کے آدمی بن گئے۔ مگر ایسے افسروں سے پالا پڑا جنہوں نے ان کی ترقی

میں روک پیدا کی۔اپنے آدمیوں کو آگے بڑھایا اور ان کو پیچھے رکھا۔وہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر بھی رہے۔آج کل گورنمنٹ ہائی سکول پشاور نمبر 2 میں ہیڈ ماسٹر ہیں۔نشتر آباد میں سکونت اختیار کی۔صاحبِ اولاد ہیں اور داڑھی سفید ہونے لگی ہے۔طبیعت مرنج و مرنجان ہے۔ خاموش طبع ہیں۔اپنے فرائض بخوبی ادا کرتے ہیں۔

بادشاہ صاحب بابر

یہ صاحب بھی بابر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔1912ء میں پشاور میں زیر تعلیم تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ہاتھ پر بذریعہ خط بیعت کی۔میٹرک پاس کر کے محکمہ ڈاک میں پوسٹ ماسٹر مقرر ہوئے۔سرحد کے کئی مقامات میں متعین ہوئے۔کبھی اخبار نہیں خریدا۔ڈاک خانہ کے ذریعہ جو اخبارات لوگوں کے نام آتے پڑھ لیا کرتے۔اسی طرح سارا وقت گذرا۔پنشن یاب ہوئے۔سادہ مزاج، خندہ رو انسان ہیں۔مگر دینی معلومات نہ بڑھائی۔آج کل بچوں کی تربیت میں مشغول ہیں۔اپنی احمدیت اپنی ذات تک محدود رکھی۔اظہار جرأت نہ ہوئی۔

زیارت کاکا صاحب

نوشہرہ سے یہ گاؤں سات میل جنوب کی جانب واقع ہے۔یہاں حضرت رحمکار رحمۃ اللہ کا مدفن ہے۔یہ بزرگ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں گذرے ہیں۔اس موضع کے اندر ایک جامع مسجد ہے۔اس مسجد امام الصلوٰۃ 1901ء میں مولوی عبدالدّ یان جو ایک معمر بزرگ تھے۔حضرت بابو شاہ دین رضی اللہ عنہ کی نیک صحبت سے متاثر ہو کر حضرت احمد علیہ السلام کے ہاتھ مبائع ہوئے۔دیکھو اخبار الحکم 31 جولائی 1901ء۔اس بزرگ کو

خاکسار نے خود بھی دیکھا ہے۔ایک باوقار انسان تھے۔

موضع پبّی

یہاں اصلی باشندہ کوئی احمدی نہیں۔ضلع جالندھر کے حکیم خاندان سے حکیم فضل محمد صاحب خلف عبداللہ صاحب قوم ارول یہاں 1943ء میں دوکان کرتے ہیں۔1930ء سے احمدی ہیں۔ایک مخلص اور چست و چالات دوست ہیں۔حکمت کا کام اچھا چلتا ہے۔ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتے ہیں۔اور سلسلہ کے کاموں میں اخلاص سے حصہ لیتے رہے۔1943ء سے موصی بھی ہیں۔حسب دستور ملا لوگ مخالفت کرتے ہیں۔مگر مومن محافظ اور حامی خدا خود ہوتا ہے۔

ڈاکٹر عزیز الدین لدھیانہ

ڈاکٹر عزیز الدین لدھیانہ کے ضلع کے رہنے والے ہیں۔احمدی ہیں۔ان کی بیوی صاحبہ بھی زنانہ علاج و معالجہ میں ماہر ہیں۔انگریزی دوا سازی اور دوا فروشی کا کام کرتے ہیں۔مخلص اور مستعد انسان ہیں خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں۔اگر چہ ملّا لوگ فتنہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو شر سے محفوظ رکھتا ہے۔اور ان کا پہلے سے اچھا چلتا ہے۔

جماعت احمدیہ پبّی کی کوشش سے محمد وارث خان صاحب خٹک افغان جو قریب کے گاؤں ڈاک بیسود کے باشندہ ہیں احمدی ہوئے۔الحمدللہ

محبّ باندہ

یہاں محمد زئی افغان سکونت رکھتے ہیں۔محمد دانشمند خان خلف الرشید عبدالمنان خان

صاحب جب کے مستونگ بلوچستان میں ملازم تھے۔ حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب احمدی کی صحبت سے 1913ء میں احمدی ہوئے ئ۔ محترم مولوی صاحب نے اپنی بڑی لڑکی ان کو نکاح میں دی اور وہ میرے ہمزلف بھی ہیں۔ یہ ایک مخلص اور دیندار شخص ہیں۔ دینی مطالعہ وسیع ہے۔ مگر اپنے گاؤں میں تنہا احمدی ہیں۔ اپنے والد اور اہل دہ نے بڑی مخالفت کی مگر یہ ثابت قدم رہے۔ کئی اولاد ہوئی جن میں سے دولڑکے زندہ ہیں۔ عزیز بشیر احمد خان رفیق احمدی بی۔ اے واقف زندگی جو عبد الرحمٰن خان ساکن اسماعلیہ کے داماد ہیں اور اس وقت لنڈن میں بمع عیال مقیم ہیں۔ بغرض تبلیغ اسلام گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں مقصد میں کامیاب اور بامراد کرے۔ اور دوسرا لڑکا عزیز نذیر احمد خان ہے۔ عساکر پاکستان میں لفٹیننٹ ہیں۔ ایک مخلص اور مستعد نوجوان ہیں۔ خدا تعالیٰ عمر اور صحت دے اور بااقبال رکھے۔ یہ محمد رستم خان کے داماد ہیں۔

محترم دانشمند خان ایک مدت تک ریاست قلات بلوچستان میں رہے۔ اور ریاست لہڑی میں بھی ملازمت کی۔ آج کل اپنے گاؤں میں مقیم ہیں۔ اور زمینداری کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ پبی کے صدر ہیں۔ شب مابین 14-13 جولائی 1959ء کو کسی ظالم نے دانشمند خان پر بحالت خواب گھر میں شکاری بندوق سے فائر کیا اور اس کا بایاں ہاتھ ضائع ہو گیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے زندہ بچا لیا۔ یہ ملاؤں کا اسلام ہے۔ اور یہ جماعت چندوں میں باقاعدہ ہے۔ 1953ء سے یہ انجمن احمدیہ قائم ہے۔ خدا تعالیٰ بابرکت رکھے۔

موضع جلّوزئی

یہ موضع ''پشاور'' نوشہرہ روڈ پبیؔ ریلوے اسٹیشن سے سات میل جنوب کو ہے۔ یہاں خٹک قوم آباد ہے۔ یہاں کے باشندہ صوبیدار محمد دلاور خان صاحب خٹک پنشنر ساکن

''جلوزئی'' کا ایک لڑکا محمد رُستم خان جب کہ اسلامیہ کالج پشاور میں زیر تعلیم تھا۔ ان ایام میں مَیں اسلامیہ کالج میں بغرض تبلیغ جاتا تھا۔ یعنی 1926ء کے قریب محمد رستم خان صاحب بھی احمدیت کی تحریک سے متاثر ہوئے۔ بسلسہ ملازمت محمد رستم خان آبادان ملک ایران میں تھا۔ اور وہاں گل صاحب بھیروی جو پشاور میں ہمارے پاس رہ چکے تھے۔ کی تحریک سے 1934ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ایران سے واپس آکر محکمہ سروے آف پاکستان میں جس کا ہیڈ کواٹر'' کوہ مری'' میں ہے۔ ملازم ہوئے۔ آج کل سروے آفسر ہیں۔ برادر دانشمدن آف محب باندہ کی تحریک سے محمد رستم خان صاحب نے حضرت مولوی محمد الیاس صاحب کی ایک لڑکی سے شادی کی جس کی اب تک پانچ لڑکیاں اور ایک لڑکا عبدالحمید خان ہے جو 12 سال کی عمر کا ہے۔

محمد رُستم خان صاحب ایک ہوشیار، خوش مذاق اور خوش وضع ظریف الطبع جوان ہے۔ افسوس ہے کہ سینے کی بیماری کی وجہ سے کبھی کبھی تکلیف میں ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ عمر دے صحت دے اور اقبال بخشے۔ یہ میرے ہمزلف بھی ہیں۔

ان کو پشتو اشعار لکھنے کا شوق ہے۔ اور کبھی کبھی مناظر قدرت پر کچھ نہ کچھ لکھ دیا کرتے ہیں۔ مزاج میں انگریزوں کی تقلید کا شوق ہے۔ مگر قضاوقدر کے فرشتوں نے اکھڑ افغانوں میں قیام کا موقع دیا۔ ان کے بھائی اس سے خودغرضانہ تعلق رکھتے ہیں۔ اور محمد رستم خان صاحب کو مستقبل کا خیال اور اندیشہ نہیں اور ان کے بھائیوں سے برادرانِ یوسف کی بو آتی ہے۔ اور وہ رستم خان صاحب اور اس کی اولاد سے کسی نیک سلوک کے روادار نہیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ اور ناصر ہو۔

بسلسلہ ملازمت کبھی کوہ مری میں ہیں۔ کبھی مشرقی بنگال اور کبھی ڈیرہ اسماعیل خان یا سندھ میں مگر ان کا عیال مسجد احمدیہ سول کواٹرز کے ایک مکان میں سکونت رکھتے ہیں۔

تا کہ ان کے بچے احمدیوں کے زیر سایہ احمدیت کی ہوا میں پرورش پاویں۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ آمین

موضع اکبر پورہ

یہ موضع لبِ دریائے ''باڑہ'' علاقہ ''خالصہ'' میں واقع ہے۔ پشاور سے کوئی سات میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ 1900ء کے قریب حضرت فضل حق نامی بزرگ اس موضع میں رہتے تھے۔ جن کو خاکسار نے کئی دفعہ دیکھا۔ یہ ایک عالم اور آزاد خیال شخص تھے۔ مذہباً اہل حدیث تھے اور احمدیت کے سرگرم مبلغ تھے۔ درمیانہ قد، نہ موٹا نہ پتلا جسم، سلامت اعضا سرخ ریش عمر قریباً 60 سال تھی۔ حضرت مولانا غلام حسن صاحب کی ملاقات کو کبھی کبھی آنکلتے۔ احباب کا حلقہ وسیع تھا۔ وادی پشاور میں چکر لگاتے رہتے۔ کبھی نوشہرہ، کبھی چارسدّہ اور کبھی ترنگزئی کبھی ''موضع دوبیان'' علاقہ یوسف زئی۔ موضع دوبیان کے مولوی عبد الرحمٰن صاحب ولد مولوی ظہیر الدین صاحب اور حمز اللہ خان صاحب اور ترنگزئی میں ملک عادل شاہ صاحب انہیں کے ذریعہ احمدیہ سے واقف ہوئے۔

خاکسار نے کئی دفعہ دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب کی چادر میں لپٹی ہوئی حضرت احمد علیہ السلام کی ایک دو کتابیں ضرور ہوتیں۔ بالخصوص عسل مصطفیٰ مصنفہ خدا بخش صاحب احمدی اکثر پاس رکھتے اور اپنے دوستوں کو پڑھنے کے لئے دیتے۔ زیارت کا کا صاحب کے مولوی عبدالدّیان صاحب اور ''چراٹ'' کے امام الصلوٰۃ اخوندزادہ گل احمد صاحب سے بھی ان کا تعلق تھا۔ جب تک زندہ رہے۔ احمدیت کی فی سبیل اللہ تبلیغ کرتے رہے۔ آپ 1908ء کے قریب فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے ایک قابل قدر شخص تھے۔

رسالپور چھاؤنی

یہ چھاؤنی نوشہرہ سے بجانب شمال مالاکنڈ روڈ پر چھ میل کے فاصل پر واقع ہے۔ یہ چھاؤنی 1914ء میں بنی۔ ابتدا میں یہاں ''رسالے'' رہتے تھے۔ اور اب ہوائی فوج اور ٹینکوں کا مسکن ہے۔ یہاں کی افواج میں فوجی افسر جو احمدی ہوتے ہیں اکثر آتے رہتے ہیں مگر کسی کا مستقل قیام نہیں ہوتا۔ ان کے چندوں اور نمازوں کا انتظام ہوتا ہے مگر کوئی مستقل انجمن نہیں۔

موضع رشکّی

یہ مقام رسالپور سے چار میل اور شمال کو ہے۔ اور یہاں سے پانس میل اور آگے ''مردان'' ہے۔ یہاں ضلع پشاور اور ضلع مردان کی حد بندی ہے۔ رشکّی کے ساتھ موضع غلہ ڈھیر ہے یہاں کے نمبردار ملک بلند خان صاحب تھے۔ جن کی دو بیویاں تھیں۔ زوجہ اولیٰ سے تین فرزند تھے۔ جن میں سے محمد خواص خان صاحب سب سے چھوٹا تھا اور دوسری بیوی سے قریباً چھ فرزند تھے۔

محمد خواص صاحب گورنمنٹ ہائی سکول مردان میں تعلیم پاتے تھے۔ اور وہیں سے میٹرک پاس کیا۔ اور 1916ء میں مرزا میر احمد صاحب اپیل نویس ہوتی کے ذریعہ احمدی ہوئے۔ پشاور میں 1916ء میں دفترِ فوائد عامہ سرحد میں کلرک مقرر ہوئے۔ اور بالا خانہ انجمن احمدیہ پشاور میں قیام رہا۔ 1918ء میں بسلسلہ جنگ عظیم عراق گئے۔ اور ''کرکوک'' بغداد اور گردونواح میں قیام رہا۔ آپ نے رفتہ رفتہ ترقی کی اور اسسٹنٹ سیکریٹری ہو گئے۔ اور اسی عہدہ سے 1953ء میں پنشن پائی۔

آپ ایک فہیم، خوش مذاق، خندہ رو، اور بردبار طبیعت کے مالک ہیں۔ البتہ طبیعت میں تلوّن زیادہ ہے۔ نمازوں کے پابند ہیں۔ کتب سلسلہ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور عرصہ دراز تک خاکسار کا درسِ قرآن سنتے رہے اور تبلیغ کا بھی شوق ہے۔ گفتگو سوچ کر اور مدلل کرتے ہیں۔

آپ نے دو شادیاں کیں اور دونوں قصبہ ہوتی کی ہیں۔ پہلی بیوی مرزا میر احمد صاحب ہوتی کی لڑکی ہے۔ جس نے تین نرینہ فرزند پیدا ہوئے۔ خلیل احمد خان بی ایس سی انجینئرنگ ایس ڈی اور ڈاکٹر بشیر احمد خان صاحب ایم ۔بی۔ بی۔ ایس سرحد یہ دونوں خاکسار کے داماد ہیں۔ اور سعید احمد خان جو کراچی میں میڈیکل کالج میں زیر تعلیم ہے۔ دوسری بیوی سے دو نرینہ فرزند ہیں۔ مظفر احمد خان جو زیر تعلیم ہے۔ اور رضا احمد خان یہ ابھی پانچ سالہ بچہ ہے۔ آپ کے چھ داماد ہیں۔ (1) عبدالسلام خان سینئر کلرک محکمہ و برق سرحد محکمہ سرحد (2) عبدالقدوس خان صاحب پوسٹ ماسٹر محکمہ ڈاک سرحد (3) شیخ نور الدین (4) شیخ بشیر الدین ایمپریل الیکٹرک سٹور پشاور (5) میجر قاضی بشیر احمد (6) رشید احمد خان بحری انجینئر و مقیم سکاٹ لینڈ۔

محمد خواص خان صاحب پنشن کے بعد پشاور میں سکونت رکھتے ہیں اور کابلی دروازہ کے باہر رضا میڈیکل سٹور انگریزی ادویات کی فروخت کی دکان چلاتے ہیں۔

موضع امیرو

علاقہ خوڑہ نظام پور میں اٹک کے پل سے بیس میل کے فاصلہ پر خٹک کے پہاڑوں میں موضع امیرو واقع ہے۔ یہاں ملک خوشحال خان ''اکوڑخیل'' کے اولاد میں سے ایک شاخ رہتی ہے۔ جن میں سے خان بہادر سعد اللہ خان صاحب مالاکنڈ میں شہزادہ محمد نادر

خان صوبیدار میجر لیوی کے پنشن پانے پر 1902ء کے قریب صوبیدار میجر مقرر ہوئے۔ آپ ایک بلند قامت، حلیم الطبع وسڈول جسم، خوش اخلاق، مہمان نواز اور متین انسان تھے۔ مالا کنڈ میں بسبب اعلیٰ افسر ہونے کے ان کا قیام خوائین اور افسروں کا تفریح گاہ ہوتا تھا۔ اکثر وہاں پر تاش اور شطرنج کا شغل رہتا۔ اور کبھی کبھی ناچ بجانا بھی ہوتا۔لڑکے ناچتے اور خوش گپی میں وقت گذارتے۔

ان کے ماتحت محترم حافظ مظفر احمد صاحب احمدی ساکن کلانور جو ہمارے کوچہ گلبادن شاہ پشاور میں سکونت رکھتے تھے۔ اور 1904ء میں خاکسار کے ذریعہ احمدی ہوئے۔ مالا کنڈ میں پے حوالدار تھے قرآن کریم کے حافظ تھے۔ تہجد گذار تھے اور منہیات سے نفور اور کنارہ کش تھے۔ اکثر صوبیدار میجر صاحب کی ملاقات کو فرصت کے وقت جایا کرتے تھے۔ وہ بھی حافظ صاحب کی قدر وعزت کرتے۔ ایک دفعہ موقع پا کر حافظ صاحب نے کہا کہ خان صاحب آپ ایک شریف اور معزز خاندان کے ممبر ہیں۔ اور نیک فطرت انسان ہیں آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ کے مکان پر گانا بجانا تاش وفلاش ہوا اور شطرنج کھیلا جائے۔ مسجد میں پانچوں وقت آذان ہو مگر آپ کے یہاں نہ کوئی نماز پڑھے نہ خدا کو یاد کرے۔ یہ غافلانہ زندگی کب تک

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبر است
ورنہ ہر گبر نے بہ پیری میشود پرہیزگار

یہ گفتگو سُن کر خان صاحب کے دل پر خاصہ اثر ہوا۔ اور کہا کہ کیا کرنا چاہیے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ جو کچھ اب ہو رہا ہے اس کو بکلی ترک کر دیا جائے اور میں پانچوں وقت یہاں آتا رہوں گا۔ نماز باجماعت پڑھیں گے۔ صبح کے قریب آٹھ رکعات تہجد پڑھیں گے۔ اور چالیس دن تک ایک ایک رکوع ہر روز قرآن شریف کا درس کریں گے۔ اگر اس کا

لطف نہ آیا تو موجودہ زندگی تو کہیں گئی نہیں ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چالیس دن کے بعد خان بہادر صاحب نے احمدیت قبول کر لی۔ اور حضرت احمد علیہ السلام کو بیعت کا خط لکھ دیا۔ دیکھو اخبار ''بدر'' مورخہ 26 اگست 1907ء

کچھ عرصہ بعد قاضی محمد اکبر جان صاحب سابق تحصیلدار ساکن پشاور بمعہ چند افسرانِ مالاکنڈ خان بہار صاحب کے پاس حاضر ہوئے کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ احمدی ہو گئے ہیں۔ اور ہم کو بڑا رنج ہے۔ خان بہادر صاحب نے جواب دیا کہ میں جب کہ آپ کی طرح مسلمان تھا نہ نماز پڑھتا تھا نہ قرآن شریف۔ میرے مکان پر خلاف شریعت سب کام ہوتے مگر آپ لوگوں نے کبھی بُرا نہ منایا اور نہ ان باتوں کو اسلام کے خلاف بتایا۔ مگر جس دن سے حافظ مظفر احمد صاحب احمدی کی توجہ اور صحبت سے میں نے پانچوں وقت نماز باجماعت شروع کی درس قرآن شروع کیا۔ تہجد پڑھنے لگا۔ اور تمام شیطانی امور چھوڑ دئے تو آپ کو بُرا محسوس ہوا۔ اور رنج پہنچا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری پہلی زندگی اسلام تھی اور موجودہ زندگی کفر ہے۔ پس میں اس کفر کو ترک کر دوں اور پھر مسلمان ہو کر سابقہ ناپاک زندگی اختیار کروں تو آپ خوش ہوں گے۔ یہ سُن کر قاضی صاحب اور اُن کے ساتھی شرمندہ ہو کر چل دئے۔

صوبیدار میجر صاحب کو حکومت نے خان بہادر کا خطاب دیا۔ اور 1922ء میں اپنے عہدہ سے پنشن یاب ہوئے اور موضع ''امیرو'' میں آ کر رہے۔ سارا دن قرآن شریف کا مطالعہ کرتے اور توبہ و استغفار میں مشغول رہتے۔ 1937ء کے قریب آپ کی وفات واقع ہوگئی۔ خاکسار دو تین دفعہ موضع امیرو میں جا کر ملا۔ بڑی محبت سے معانقہ کرتے اور میٹھی میٹھی باتیں کرتے آپ کا دسترخوان مہمانوں کے لئے روزانہ کھلا رہتا۔ آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ اور آپ کی وفات سے قبل ہی دونوں بیویاں فوت ہوگئیں۔ مگر نرینہ اولاد

کوئی نہ تھی۔ آپ کا بھتیجا دوست محمد خان آپ کا وارث ہوا۔ یہ ایک آزاد خیال شخص ہے۔ اور دین کی پابندی کا کوئی خیال نہیں۔ اللہ تعالیٰ خان بہادر مرحوم پر اپنی مغفرت کرے اور اپنے قرب میں جگہ دے۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔

موضع بدرشی

یہ موضع نوشہرہ ریلوے سٹیشن سے جانبِ جنوب واقع ہے۔ یہاں خٹک قوم آباد ہے۔ یہاں ایک ٹھیکیدار صاحب بہادر خان 16-1915 کے قریب زندہ تھے۔ شیخ محمد صدیق صاحب صدیقی ساکن کیمل پور جو ٹھیکیداری کا کام کرتے تھے ان کی صحبت میں احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں احمدیت قبول کی۔ یہ ایک علم دوست، مہمان نواز اور خوش اخلاق شخص تھے۔ اور اپنے مطالعہ کے لئے سلسلہ احمدیہ کی کتب خرید کر جمع کر رکھی تھیں۔ یہ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ کبھی کبھی پشاور خاکسار کی ملاقات کے لئے آجاتے تھے۔ ایک دفعہ خاکسار بھی بدرشی ان کی ملاقات کو گیا تھا۔ اس وقت ان کے والد بھی زندہ تھے۔ اُن کا ایک ہمشیر زاد میاں عبد المجید 1902ء میں اسلامیہ ہائی سکول میں پشاور میں ہمارا ہم سبق تھا۔ میاں عبد المجید آخری عمر میں بازار ہوتی خواجہ گنج میں ایک سرائے چلاتے تھے۔ جو میاں صاحب کی سرائے کے نام سے مشہور تھی۔ میاں صاحب نابینا ہو کر فوت ہوئے۔

بہادر خان عرصہ ہوا کہ فوت ہو چکے ہیں اُن کی نرینہ اولاد ہے۔ اللھم اغفرہ وارحمہ

موضع ڈاک بیسود

برادر محمد وارث خان صاحب زاک احمدی ڈاک بیسود کا باشندہ ہے ایک نوجوان تعلیم

یافتہ جوانمبرد، نڈر، خندہ رواورخوش مذاق انسان ہے۔اس کی عمر کوئی 30 سال کے قریب ہوگی ۔ جماعت پبّی کی صحبت سے احمدیت اختیار کی۔ 1953ء میں ملاؤں نے پبّی میں سخت طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ 1957ء میں بھی یہی حال رہا۔گالیاں دیتے اور گھروں میں پتھر برساتے احمدیوں کو ہر قسم کی تکلیف دینا کارثواب جانتے۔احمدیوں نے ضبط اور صبر سے کام لیا۔مولویوں نے احمدیوں سے قطع تعلق اور لین دین بند کرایا اوران کو کافر اورواجب قرار دیا۔اور کہا کہ جوایک احمدی کوقتل کرے گا وہ سیدھا بہشت کو جائے گا۔

محمدوارث خان صاحب نے ایک دن صبح سویرے اُٹھ کر اپنا پستول اور چند کارتوس لئے اوراپنی مسجد کے امام الصلوٰۃ کے گھر گیا اور دروازہ پر دستک دی۔امام صاحب نکلے محمدوارث خان صاحب نے کہا آپ نے مسجد میں فرمایا کہ جوشخص ایک احمدی کوقتل کرے گا وہ سیدھا بہشت میں جاوے گا۔ میں احمدی ہوں یہ پستول اور کارتوس موجود ہے۔آپ مجھے قتل کریں اور سیدھا بہشت حاصل کریں کسی اورکو یہ ثواب حاصل کرنے نہ دیں۔امام الصلوٰۃ نے منہ موڑ کر دروازہ بند کرلیا اور چپ چاپ چلا گیا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ○ كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ○ (سورۃ الصّف آیت 3.4)

ترجمہ:: اے مومنو تم وہ بات کیوں لوگوں کو کہتے ہو جو تم خود کرنے کو تیار نہیں۔خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی بیزاری کی بات ہے تم جو کہو اس کو خود عملاً نہ کرو۔

حرف آخر

خاکسار نے حضرت ذوالفقار علی خان صاحب احمدی ناظر اعلیٰ اور محترم سید زین العابدین صاحب ناظر امور عامہ کی تحریک اور بعض احباب کے اصرار پر مختصر تاریخ احمدیت سرحد قید تحریر میں لانے کی کوشش۔ اگر چہ خاکسار نے اضلاع ہزارہ، مردان، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان اور قبائل سرحد کے حالات بھی مرتب کر لئے ہیں جو زیادہ تو خاکسار کی معلومات پر منحصر ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ان حالات میں میرے علم ناقص کی وجہ سے کئی غلطیاں بھی ہوں۔ خاکسار نے بذریعہ اخبار الفضل ربوہ اعلان بھی کیا تھا مگر احباب سرحد نے پورا تعاون نہ کیا۔ سوائے چند گنتی کے دوستوں کے۔ جن کا میں ممنون ہوں۔

خاکسار نے اخراجات کی وجہ سے ضلع وار تاریخ شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ ضلع پشاور کی تاریخ جلد اوّل ہے۔ اور بعض احباب کی مالی امداد سے شائع ہو رہی ہے۔ جو ان کی ہمت اور دلچسپی پر دلیل ہے۔ اگر دوسرے اضلاع کے احباب نے بھی مدد کی تو ان کے ضلع کے حالات بھی شائع ہو جاویں گے۔

اس تاریخ سے صرف یہ مقصد ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صادق نبی حضرت احمد علیہ السلام کے دعویٰ اور دعوت کی تبلیغ کے واسطے کن قابل قدر اشخاص کو سرحد میں چنا۔ اور کس طرح احمدیت سرحد میں اشاعت پذیر ہوئی۔ جن جن افراد نے تبلیغ احمدیت میں حصہ لیا اور جس اخلاص سے پر قربانی کے واسطے کمر بستہ ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے ان افراد کو خاص طور پر نوازا اور خاک مذلت سے اٹھا کر عزت اور رفعت کی کرسیوں پر بٹھایا۔ ہر مخلص احمدی کو علی قدر اخلاص علم دین، معارف قرآن اور صحبت صالحین سے مشرف کیا۔ اور دنیا میں معزز اور مکرم بنا دیا۔

جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت احمد علیہ السلام کوفر مایا۔ ینقطع آبائك و یبدء منك یعنی حضرت احمد اوران کے ہر مخلص خادم سلسلہ ک آبائی منقطع کر دیا گیااوراس سے نئی نسل جاری کی۔

خاکسار(قاضی محمد یوسف احمدی) کوخدا تعالیٰ نے دو بیویاں دیں۔ ہر بیوی سے دس دس اولاد ہوئی۔جن میں سے پہلی سے چھ لڑکےاور چارلڑکیاں دیں۔جن میں سے قاضی محمد احمد، قاضی محمود احمد، اور ایک دختر زندہ ہیں۔ چارلڑکے اور تین لڑکیاں فوت ہوگئیں۔دوسری بیوی سے تین لڑکے اور سات لڑکیاں ہیں۔جن میں سے میجر قاضی بشیر احمد اور قاضی مسعود احمد دولڑکے زندہ ہیں۔اور چارلڑکیاں زندہ ہیں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں فوت ہوگئیں۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاکسار نے 27 سال ملازمت کی اور 27 سال سے زیادہ عرصہ تک پنشن پائی۔ میرے ساتھی سب فوت ہو چکے ہیں۔حضرت احمد علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ ثمانین حولاً او قریباً من ذالك یعنی آپ اسی سال کے قریب عمر پاویں گے۔دو چار سال کم ہو یا زیادہ۔ خدا تعالیٰ نے اسی وحی سے ہم کو بھی حصہ دیا۔یعنی 28 شوال 1300 ہجری کوتولد ہو۔اورآج 15 صفرالمظفر 1379 ہجری ہے۔تادم تحریر قریباانا سی سال عمر پائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

15 جنوری 1902ءلغایت 26 مئی 1908ءحضرت احمد جری اللہ کا زمانہ پایا۔

27 مئی 1908ءلغایت 14 مارچ 1914ءحضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفہ اوّل کا زمانہ پایا۔

28 مئی کومسجد مبارک میں پہلی بیعت میں شامل ہوا۔اور 24 مارچ 1914ءلغایت تادم تحریر 15 اگست 1959ءحضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا زمانہ پایا۔

پشتو، فارسی، اردو میں نظم ونثر میں تحریر وتقریر کا موقع دیا۔ زائد یک صد کتب رسائل اور اشتہار تحریر اور شائع کرنے کا موقع دیا۔ اور مخالف احمدیت کا مقابلہ بڑی جرأت اور دلیری سے کیا۔ اور زائد از 120 افراد میرے ذریعہ براہ راست داخل احمدیت ہوئے۔

خدا تعالیٰ نے ہوتی میں ڈیڑھ کنال زمین پر عمدہ دو مکانات تعمیر کرانے کا موقع دیا۔ دو مکان پختہ اس کے علاوہ ہیں۔ ایک حجرہ مہمان خانہ اور ایک مختصر سی مسجد احمدیہ تعمیر کی۔

شہر پشاور، کوچہ گلبادشاہ پشاورہ رسول کوارٹر، کوہاٹ بیرون دروازہ پراچگان، ایبٹ آباد محلہ کہال، اور کامل پور میں تعمیر مساجد کا موقع دیا۔ اور قابل دید مساجد تعمیر ہوئیں۔

صوبہ سرحد بلکہ سرحد کے باہر احباب احمدیہ اور خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو خاکسار کی حالت پر ہمیشہ مہربان رکھا۔ اور 1912ء میں جماعت پشاور اور مردان کو قرآن کریم کے سنانے کا موقع دیا۔

ہر دشمن اور معاند کے شر سے محفوظ رکھا۔ اور طاعون، زلزلہ، انفلوئنزا اور ہیضہ سے سلامت رکھا۔ اور قاتل کے حملہ سے معجزانہ بچایا۔ خدا تعالیٰ کی وحی ’’آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔‘‘ ہر آگ سے نجات دی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

25 جریب قابل زراعت اراضی دی اور غلے کے احتیاج سے محفوظ رکھا۔ **واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔**

ذرہ نواز خدائے سمیع وعلیم وبصیر نے ہمیشہ خاکسار کی دعائیں سنیں۔ اور شرف قبولیت بخشا۔ بعض اوقات اپنے کلمات طیبات سے نوازا اور اولاد کی پیدائش سے قبل از وقت مطلع فرمایا۔ الحمد للہ۔

میرا یقین ہے کہ ہر احمدی اپنی حالت پر خدا تعالیٰ کے افضال کی بارش پاتا ہوگا۔ اور

یہ برکت ہے حضرت احمد علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی مخلصانہ اتباع کی۔ ہم خدا تعالیٰ کو گواہ کرتے ہیں کہ حضرت احمد علیہ السلام صادق ہیں۔ اور اس کے منکر اور مخالف حق کے دشمن اور جھوٹے ہیں۔

ہر احمدی ایمان سے کہے کہ وہ احمدیت سے قبل کیا تھا۔ ایک ذرہ خاک۔ اور احمدیت اختیار کرنے پر خدا تعالیٰ نے کیا بنایا؟ ذرہ آفتاب۔ ہمارا دل شہادت دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نبی حضرت احمد علیہ السلام صادق ہے۔ اور ہر احمدی ان کی صداقت پر مہر تصدیق ہے۔ یہی شہادت اُن لوگوں کی ہے۔ جو ہم نے ذکر کر دئے ہیں۔

قاضی محمد یوسف احمد ولد قاضی محمد صدیق فاروقی
قاضی خیل، ہوتی، ضلع مردان، سرحد
18 ستمبر 1959ء